

عمرات سیریز

ہارڈ ایجنسی



مکتوبہ ایم اے

اس طرح کی محدود زندگیاں گزارنے پر کیوں مجبور ہیں۔ کیا ایکسٹوکی طرف سے ان پر پابندیاں ہیں۔ امید ہے آپ ضرور جواب دیں گے۔

محترم رحمت علی رند صاحب۔ اہی میل کا شکریہ۔ آپ نے جو بات پوچھی ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ عمران کے ساتھیوں کی زندگیاں اس لئے محدود ہیں تاکہ دشمن ایجنٹ ان تک آسانی سے نہ پہنچ سکیں لیکن اتنی بھی محدود نہیں جتنی آپ سمجھ رہے ہیں۔ دراصل عمران کی مصروفیات تو اکثر بلکہ تقریباً ہر ناول میں کسی نہ کسی انداز میں سامنے آتی رہتی ہیں لیکن اس کے ساتھیوں کے بارے میں مشن سے ہٹ کر کم ہی لکھا جاتا ہے تاکہ ناول کے نمبو اور روانی میں جھول نہ آجائے۔ ان کی صرف ان سرگرمیوں کو سامنے لایا جاتا ہے جن کا تعلق مشن سے ہوتا ہے اس سے ہٹ کر ان کی سرگرمیاں سامنے نہیں لائی جاتیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address

mazharkaleem.ma@gmail.com

ٹائیگر نے کار ریواز کلب کے اندر موڑی اور پھر وہ اسے ایک طرف بنی ہوئی وسیع و عریض پارکنگ کی طرف لے گیا۔ پارکنگ میں اکا دکا کاریں نظر آ رہی تھیں کیونکہ دوپہر کا وقت تھا اور دوپہر کے وقت یہاں الو بولا کرتے تھے۔ شام اور خصوصاً رات کو یہاں تل دھرنے کی بھی جگہ نہ ہوتی تھی۔ ریواز کلب کا مالک اور جنرل منیجر برٹن، ٹائیگر کا دوست تھا۔ وہ دس بارہ سال قبل کسی یورپی ملک سے پاکیشیا آیا تھا اور پھر یہاں اس نے یہ کلب خرید کر اس کا نام ریواز کلب رکھ لیا تھا۔ کلب میں چونکہ زیادہ تر اعلیٰ سطح کے فنکشنز ہوتے تھے جن میں زیادہ تر مشہور فیشن شو تھے اس لئے پاکیشیائی دارالحکومت کی اعلیٰ سوسائٹی میں ریواز کلب کو سب سے پسندیدہ کلب کا درجہ دیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شام کو لوگ یہاں آنا شروع ہوتے تھے اور رات گئے تھے کلب کی رونقیں عروج پر ہوتی

”برن موجود ہے یا نہیں“..... ٹائیگر نے گارڈ سے پوچھا۔

”ہاں آپ کے شدت سے منتظر ہیں جناب“..... گارڈ نے  
بالطرف بٹے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا اندر  
غل ہوا۔ وہ چونکہ برن کے آفس میں ہمیشہ اسی راستے سے آتا  
تا رہتا تھا اس لئے گارڈز بھی اس سے واقف تھے اور برن کو بھی  
موم تھا کہ ٹائیگر اس راستے سے آئے گا اس لئے اس نے گارڈ کو  
اکر باقاعدہ ٹائیگر کے بارے میں ہدایات دی ہوں گی اس لئے  
مڈ نے ٹائیگر سے یہ فقرہ کہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر، برن کے  
اُٹس میں داخل ہوا تو برن اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔  
”میں تمہارا ہی منتظر تھا“..... رسی فقرات کی ادائیگی کے بعد  
فن نے کہا۔

”کیا ہوا ہے۔ کیا ایرضی ہے تمہیں“..... ٹائیگر نے کرسی پر  
بٹے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ایرضی نہیں ہے۔ غصہ آ رہا ہے“..... برن نے کہا اور پھر  
بیور اٹھا کر اس نے کسی کو دو اپیل جوس کے گلاس بھجوانے کا کہہ  
کر رسیور رکھ دیا۔

”غصہ آ رہا ہے۔ کس پر اور کیوں“..... ٹائیگر نے اور زیادہ  
غیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اپنے آپ پر غصہ آ رہا ہے اور اس لئے آ رہا ہے کہ میں  
کیوں شریف آدمی ہوں“..... برن نے جواب دیا تو ٹائیگر بے

تھیں۔ چونکہ یہاں اعلیٰ سوسائٹی کے لوگ آتے تھے اس لئے یہاں  
کا ماحول بھی خاصا اچھا تھا۔

برن نے یہاں ایسے انتظامات کر رکھے تھے کہ اگر کوئی آدمی  
غیر شریفانہ حرکت کرتا تو ہال میں موجود مخصوص افراد اسے اٹھا کر  
باہر چھوڑ آتے تھے اور اسے واپس اندر نہ آنے کا کہا جاتا اس لئے  
یہاں لوگ خاص طور پر محتاط رہتے تھے۔ ٹائیگر نے اپنے کسی کام  
کے لئے برن کو فون کیا تو برن نے اسے بتایا کہ وہ اس سے فوراً ملنا  
چاہتا ہے اس لئے وہ کلب آ جائے جس پر ٹائیگر نے حیرت کا  
اظہار کیا کہ اس دوپہر کے وقت کلب میں آنا حماقت ہے۔ وہ  
رات کو آ جائے گا لیکن برن نے کہا کہ وہ اس کا انتظار کر رہا ہے۔  
وہ اسے بھاری معاوضے پر ٹریننگ کا کام فوری دینا چاہتا ہے جس  
پر ٹائیگر نے اس کی بات مان لی اور اس وقت اس کی کار پارکنگ  
میں موجود تھی۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ برن صرف کلب تک ہی محدود  
رہتا ہے۔ ویسے اس کے ہاتھ صاف ہیں اس لئے وہ اس کی قدر  
بھی کرتا تھا کیونکہ کلب سے متعلق افراد کسی نہ کسی جرم میں اکثر  
ملوث رہتے تھے۔ کار پارکنگ میں روک کر اور پارکنگ ہوائے سے  
پارکنگ کارڈ لے کر وہ بجائے کلب کے مین گیٹ سے اندر جانے  
کے اندر بڑھ کر کلب کی عقبی سائیڈ پر آ گیا۔ یہاں ایک دروازہ تھا  
جو بند تھا۔ ٹائیگر نے اس دروازے پر دستک دی تو دروازہ کھل گیا۔  
وہاں ایک مسلح گارڈ موجود تھا۔ اس نے ٹائیگر کو دیکھ کر سلام کیا۔

اختیار نہیں پڑا۔

”تم نہیں رہے ہو جبکہ میرا خون کھول رہا ہے“..... برٹن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آخر ہوا کیا ہے۔ تم تو کسی کو ٹریس کرنے کی بات کر رہے تھے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”سنو ٹائیگر۔ پاکیشیا میں ایک سائنس دان ہے یا وہ اپنے آپ کو سائنس دان کہلاتا ہے۔ کہاں ہے، کیا کرتا ہے یہ سب معلوم نہیں ہے۔ یہ کل کی بات ہے کہ رات گئے میرا ملازم ریمینڈ جو نچلے ہال میں جوا کھلونے کا انچارج ہے، ایک بزرگ اور مقامی آدمی کے ساتھ آیا۔ اس آدمی نے اپنا تعارف ڈاکٹر کمال کے نام سے کرایا اور اس نے بتایا کہ وہ یہاں سائنس دان ہے۔ اس کے بالوں کا انداز اور آنکھوں پر مونے شیشوں کی عینک دیکھ کر میں نے اس کی بات پر یقین کر لیا۔ ریمینڈ نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر کمال اکثر کلب میں جوا کھیلنے آتے رہتے ہیں۔ آج بھی وہ شام سے کھیل رہے ہیں اور انہوں نے جوئے میں پچاس لاکھ روپے جیت لئے ہیں لیکن یہ اتنی بڑی رقم مقامی کرنسی میں ساتھ نہیں لے جانا چاہتے اس لئے یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ مقامی کرنسی رکھ کر انہیں ڈالرز دے دوں۔ ظاہر ہے ان کی تعداد خاصی کم ہوگی۔ میرے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں نے ان سے پچاس لاکھ روپے لئے اور سیف میں رکھ کر وہاں سے ڈالرز نکال کر اور گن کر ایک لفافے

میں ڈال کر ان کو دے دیئے تو وہ شکرے ادا کر کے چلے گئے۔ کل جب میں نے رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرانے کے لئے بھجوائی تو اس میں سے دس لاکھ روپے کے مقامی نوٹ جعلی نکلے۔ میں بڑا حیران ہوا کہ کیا کلب میں جعلی نوٹ بھی استعمال کئے جا رہے ہیں۔ میں نے ریمینڈ کو بلا کر پوچھا تو اس نے بتایا کہ کلب میں تو نوٹن استعمال کئے جاتے ہیں اور نوٹن رقم دے کر کاؤنٹر سے لئے جاتے ہیں اور پھر یہ نوٹن دے کر کاؤنٹر سے رقم واپس لی جاتی ہے۔ ڈاکٹر کمال نے بھی نوٹنوں سے جوا کھیلنا اور پھر نوٹن دے کر انہوں نے کاؤنٹر سے رقم لی اور یہاں میرے آفس میں آ گیا۔ اگر کوئی گزبڑ ہوئی ہے تو کاؤنٹر پر ہی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ ریمینڈ نے انکوائری کرنے کے لئے کاؤنٹر سے رابطہ کیا تو وہاں سے پتہ چلا کہ ڈاکٹر کمال نے چالیس لاکھ روپے کاؤنٹر سے حاصل کئے تھے جبکہ یہاں اس نے پچاس لاکھ روپے دے کر ڈالرز لئے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے دانستہ دس لاکھ روپے کے جعلی نوٹ مجھے دے دیئے اور مجھ سے اصل ڈالرز لے گیا“..... برٹن نے پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ خاصی دلچسپ حرکت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں بھی چکر دینے والا اس دنیا میں موجود ہے لیکن تم اس قدر پریشان کیوں ہو۔ تمہارے لئے دس لاکھ روپے کی کیا اہمیت ہے۔ ظاہر ہے وہ یہاں آتا جاتا رہتا ہے۔ پھر آئے گا تو اسے کچل لینا اور

معاوضہ لو گئے۔ بولو“..... برٹن نے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔  
 ”دس لاکھ ڈالرز“..... ٹائیگر نے کہا۔

”مجھے منظور ہے۔ کاروباری اصول کے مطابق آدھا معاوضہ پہلے اور آدھا بعد میں“..... برٹن نے کہا تو ٹائیگر حیران رہ گیا۔  
 ”کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ صرف دس لاکھ پاکیشیائی روپوں کے پیچھے دس لاکھ ڈالرز خرچ کرنے جا رہے ہو۔ میں تمہیں سمجھا رہا کاروباری آدمی سمجھتا تھا“..... ٹائیگر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں صرف ایک بار اسے شرمندہ کرنا چاہتا ہوں۔ معاوضے کی مجھے پرواہ نہیں اور تمہیں اس لئے دینے کے لئے تیار ہوں کہ تم واحد آدمی ہو جو اسے ڈھونڈ نکالو گے“..... برٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سنو۔ اگر تم اس حد تک جا رہے ہو تو میں تمہارا کام بغیر کسی معاوضے کے کروں گا۔ یہ میرے ملک کی بدنامی ہے کہ یہاں کا ایک سائنس دان اس طرح گھٹیا کام کرے۔ کوئی مجرم یا کوئی عام آدمی ایسا کرتا تو مجھے پرواہ نہ ہوتی لیکن ایک سائنس دان کی یہ حرکت ناقابل معافی ہے“..... ٹائیگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تمہاری مہربانی ہے لیکن میں بہر حال تمہیں معاوضہ دوں گا اور سنو۔ میں اس سائنس دان کو صرف شرمندہ کرنا چاہتا ہوں ورنہ مجھے اتنی معمولی رقم کی پرواہ نہیں ہے“..... برٹن نے جواب دیتے

اپنے دس لاکھ روپے وصول کر لیتا“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا جس کے ہاتھ میں ٹرے تھی اور ٹرے میں اپیل جوس کے دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نوجوان نے ایک گلاس برٹن کے سامنے رکھا اور دوسرا گلاس ٹائیگر کے سامنے رکھا اور خالی ٹرے ایک سائیڈ پر موجود تپائی پر رکھ کر وہ واپس چلا گیا۔

”دس لاکھ روپے کی واقعی مجھے اتنی زیادہ پرواہ نہیں ہے لیکن مجھے غصہ اس بات پر ہے کہ مجھے شریف سمجھ کر باقاعدہ میرے ساتھ گیم کھیلی گئی ہے اور میں اس سائنس دان کو ٹریس کر کے اسے شرمندہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اب وہ یہاں نہ آئے جبکہ میرا خون کھول رہا ہے۔ میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ اگر میں شریف ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے بے وقوف بنایا جائے اور یہ کام تم نے کرتا ہے۔ اس سائنس دان ڈاکٹر کمال کو تم نے ٹریس کرنا ہے اور میں تمہیں اس کا باقاعدہ معاوضہ دوں گا“..... برٹن نے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

”تم کوئی اور طریقہ استعمال کرو اسے ٹریس کرنے کا۔ میں تو خاصا بڑا معاوضہ لیتا ہوں جبکہ تمہارا مسئلہ صرف دس لاکھ روپے کا ہے“..... ٹائیگر نے بھی گلاس اٹھا کر اسے منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ میں بہت ضدی آدمی ہوں۔ بولو۔ کیا

ہوئے کہا۔

”اس کے حلیے اور قد و قامت کی تفصیل بتاؤ“..... ٹائیگر نے کہا تو برٹن نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر اس نے ٹائیگر کے سامنے رکھ دی۔

”یہ اس کی تصویر ہے۔ یہاں خفیہ کیمرے سے کھینچی گئی ہے۔ یہاں اس لئے میں نے خفیہ کیمرے نصب کرا رکھے ہیں کہ کسی بڑی واردات کی صورت میں مجرموں کی نشاندہی کی جاسکے۔“ برٹن نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تصویر اٹھائی اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر آدمی کی تصویر تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ تھا جس میں خاصے مونے شیشے لگے صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ کسی دروازے سے اندر کی طرف آ رہا تھا۔ اس نے سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ ہو جائے گا تمہارا کام“..... ٹائیگر نے تصویر کو جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اٹھتے ہی برٹن بھی اٹھا اور اس نے میز کی دراز سے ایک چیک اٹھا کر ٹائیگر کے سامنے رکھ دیا۔

”یہ رکھ لو۔ اس پر میرے دستخط ہیں۔ رقم اپنی مرضی سے لکھ لینا کیونکہ بہر حال تم نے محنت کرنی ہے“..... برٹن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ خود ہی پانچ لاکھ ڈالرز لکھ کر دے دو“..... ٹائیگر نے

لراتے ہوئے کہا اور برٹن نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کوٹ جیب سے قلم نکالا اور چیک پر رقم کا اندراج کر کے اس نے ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

”تھینکس۔ میں جلد ہی تمہیں اطلاع دوں گا“..... ٹائیگر نے کہا چیک کو موڑ کر اور تہہ کر کے جیب میں ڈالا اور پھر مڑ کر وہ ٹیبل سے باہر نکلا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عقبی گلی میں پہنچ چکا تھا۔ وہاں بے گھوم کر وہ کلب کے فرنٹ پر آیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ٹیبل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب پارکنگ میں پہلے سے کچھ بدھ کاریں موجود تھیں۔ ٹائیگر نے اپنی کار کے قریب پہنچ کر ٹیبل بوائے کو اشارے سے بلایا۔

”لیس سر“..... پارکنگ بوائے نے قریب آ کر کہا تو ٹائیگر نے ب سے ایک قدرے بڑی مالیت کا نوٹ نکالا اور اسے پارکنگ بوائے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”یہ۔ یہ کس لئے سر“..... پارکنگ بوائے نے رک رک کر کہا ن نوٹ اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب میں ڈال لیا۔

”یہ دیکھو۔ یہ صاحب یہاں کلب میں آتے رہتے ہیں۔ تم نا پہچانتے ہو گے اور تمہیں لازماً ان کی گاڑی کا نمبر بھی یاد ہو گا بلکہ پارکنگ بوائز کو سیکڑوں گاڑیوں کے نمبرز زبانی یاد ہوتے“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ۔ یہ صاحب تو یہاں کبھی نہیں آئے۔ میں نے تو انہیں کبھی

نہیں دیکھا جناب“..... پارکنگ بوائے نے غور سے فوٹو گراف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ تو اکثر یہاں آتے رہتے ہیں۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ میں غلط بیانی نہیں کر سکتا۔ آپ اپنا نوٹ واپس لے لیں لیکن جو میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ البتہ یہ نوٹ ہے کہ پچھلی رات آتے ہوں۔ میں آدھی رات کے بعد چلا ہوں۔ پچھلی رات کو میری جگہ دوسرے بوائے کی ڈیوٹی ہے۔“..... پارکنگ بوائے نے جیب سے نوٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ رکھو لو اسے“..... ٹائیگر نے کہا اور کھانا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ پارکنگ بوائے کا چہرہ دیکھ کر خفا سمجھ گیا تھا کہ پارکنگ بوائے درست کہہ رہا ہے لیکن یہ بات سمجھ نہ آ رہی تھی کہ پارکنگ بوائے اسے کیوں نہ پہچان سکا اور اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ یہ سائنس دان؟ کمال ٹیکسی سے یہاں آتا جاتا ہوگا اس لئے پارکنگ بوائے پہچان نہ سکا۔ کلب سے نکل کر اس نے کار کا رخ نشین کالونی طرف موڑ دیا جہاں اس کا ایک دوست رہتا تھا جو وزارت سائنس میں سیکشن آفیسر تھا اور اس کے پاس لیبارٹریوں اور سائنس دانوں بھی ڈیسک تھا اور اسے یقین تھا کہ اس کا دوست عزیز احمد

کمال کے بارے میں ضرور جانتا ہوگا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ عزیز احمد کے ڈرائیونگ روم میں موجود تھا۔ آج چونکہ سرکاری تعطیل تھی اس لئے اس کا دوست گھر پر ہی تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈرائیونگ روم کا اندرونی دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی جس نے سادہ سا گھریلو لباس پہنا ہوا تھا اندر داخل ہوا۔ یہ عزیز احمد تھا وزارت سائنس میں سیکشن آفیسر اور ٹائیگر سے اس کی دوستی کالج اور یونیورسٹی سے چلی آ رہی تھی اور عزیز احمد کو ٹائیگر کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ کسی غیر ملکی کمپنی جو سائنسی آلات تیار کرتی ہے، کا پاکستان میں نمائندہ ہے اس لئے وہ پورے ملک میں گھومتا پھرتا رہتا تھا۔

”آج اچانک بغیر اطلاع کے آئے ہو۔ خیریت ہے“..... رکھی فقرات کے بعد عزیز احمد نے کہا۔

”سوری۔ میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا“..... ٹائیگر نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے واقعی اب اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اسے پہلے فون کرتا چاہئے تھا۔ وہ بس منہ اٹھائے آ گیا تھا۔

”اوہ نہیں۔ میں دیے ہی لینا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اچھا ہے تمہارے ساتھ گپ شپ ہو جائے گی“..... عزیز احمد نے کہا۔ اسی لمحے ایک ملازم ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا جس میں مقامی مشروب کی دو بوتلیں ملٹی کلرٹشو پیپر میں لپیٹی ہوئی موجود تھیں۔ ملازم نے ایک بوتل ٹائیگر کے سامنے اور دوسری عزیز احمد کے سامنے رکھی اور

خالی ٹرے اٹھائے واپس مڑ گیا۔

”لو پیڑ“..... عزیز احمد نے اپنے سامنے رکھی ہوئی بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

”میں تم سے چند معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ایک سائنس دان ہے ڈاکٹر کمال۔ میں نے اس سے ملاقات کرنی ہے۔ میرا ذاتی کام ہے لیکن وہ کہیں نہیں مل رہا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ڈاکٹر کمال۔ کیا کام ہے تمہیں اس سے“..... عزیز احمد نے چونک کر کہا۔

”گزشتہ ایک ہفتے سے میرا بھانجا لاپتہ ہے۔ آخری بار وہ ڈاکٹر کمال سے ملنے گیا تھا۔ میرا بھانجا ریڈ لیبارٹری میں ٹینیشن ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال سے ملنے جا رہا ہے۔ اسے کوئی ضروری کام ہے لیکن ایک ہفتہ ہو گیا ہے نہ ہی وہ واپس آیا ہے نہ ریڈ لیبارٹری گیا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی رابطہ ہو رہا ہے“..... ٹائیگر نے ایک قابل قبول کہانی بتاتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے وہ اب عزیز احمد کو برٹن کے بارے میں اور ڈاکٹر کمال کو ٹریس کرنے کی اصل وجہ تو نہیں بتا سکتا تھا۔

”ڈاکٹر کمال تک تو پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ خود اجازت دیں۔ وہ انتہائی اہم سائنسی فارمولے پر ڈبل زیرو لیبارٹری میں کام کر رہے ہیں۔ وہ سینیئر سائنس دان ہیں اور ڈبل زیرو لیبارٹری کے انچارج ہیں۔ میں تمہیں اس لیبارٹری کے بارے

میں تو کچھ نہیں بتا سکتا کیونکہ یہ ٹاپ سیکرٹ ہے۔ البتہ ان کی رہائش گاہ کے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ وہ غیر شادی شدہ ہیں اور ہفتے میں ایک روز اتوار کا دن وہ اپنی رہائش گاہ میں گزارتے ہیں اپنے ملازموں کے ساتھ“..... عزیز احمد نے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے تصویر نکالی اور عزیز احمد کے سامنے رکھ دی۔

”کیا یہی ہیں نا ڈاکٹر کمال“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ یہی ہیں۔ پاکیشیا کے بڑے معروف سائنس دان ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ سر تا پا سائنس دان ہیں“..... عزیز احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ان کے بال اور عینک دیکھ کر واقعی ایسا ہی لگتا ہے“..... ٹائیگر نے تصویر اٹھا کر واپس جیب میں رکھتے ہوئے کہا تو عزیز احمد بے اختیار ہنس پڑے۔

”ڈاکٹر کمال کی رہائش ڈان کالونی کی کوئی نمبر سکسٹی اے میں ہے۔ یہ ان کی آبائی رہائش گاہ ہے لیکن اب وہ یہاں اکیلے ملازموں کے ساتھ رہتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ صرف اتوار کے روز رہتے ہیں۔ باقی دن رات وہ لیبارٹری میں گزارتے ہیں“..... عزیز احمد نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کل اتوار ہے۔ میں جا کر ان سے مل لوں گا۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے گائیڈ کیا“..... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔



”ایسی کوئی بات نہیں۔ خدا کرے تمہارے بھانجے کے بارے میں معلوم ہو جائے“..... عزیز احمد نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر ٹائیگر اس کا شکریہ ادا کر کے واپس آ گیا۔ اسے خوشی تھی کہ اس نے برٹن کا کام اتنی جلدی کر لیا ہے۔ ایک پبلک فون بوتھ کے قریب اس نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ فون بوتھ میں داخل ہوا اور اس نے کوٹ کی اندرونی چھوٹی جیب سے چند نکلے اور انہیں فون بوتھ کے مخصوص خانے میں ڈال کر اس نے مٹن دبا یا تو سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔ ٹائیگر نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے برٹن کے نمبر پر پریس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے رابطے کا نمبر پریس کر دیا تو دوسری طرف تھنی تبزے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

”لیں“..... دوسری طرف سے برٹن کی آواز سنائی دی۔ چونکہ جو نمبر ڈائل کیا گیا تھا وہ برٹن کا خصوصی نمبر تھا۔  
 ”ٹائیگر بول رہا ہوں“..... ٹائیگر نے کہا۔  
 ”اوہ تم۔ کوئی خاص بات۔ برٹن بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔  
 ”میں نے تمہارا کام کر دیا ہے برٹن“..... ٹائیگر نے قدرے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

”کون سا کام۔ کس کام کی بات کر رہے ہو“..... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”ارے۔ اتنی جلدی بھول گئے تم نے کہا تھا کہ ڈاکٹر کمال کو لریس کروں اور میں نے انہیں لریس کر لیا ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔  
 ”اتنی جلدی۔ کیا مطلب۔ کیا تم پہلے سے انہیں جانتے تھے۔“  
 برٹن نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔  
 ”نہیں۔ میں نے تو نام ہی تمہارے منہ سے سنا تھا“..... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”کمال ہے۔ اتنی جلدی تم نے انہیں لریس کر لیا۔ کیا معلوم ہوا ہے“..... برٹن نے کہا۔

”ان کی رہائش گاہ ڈان کالونی کی کبھی نمبر سکٹی اے ہے اور وہ صرف اتوار کو وہاں آ کر رہتے ہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔  
 ”اوہ اچھا۔ اسی لئے وہ ہفتے کو رات کو یہاں آ کر کھیلتے ہیں۔ اب سمجھ گیا۔ بہر حال بے حد شکریہ۔ تم واقعی حیرت انگیز ٹریسر ہو۔ اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تمہاری اس معاملے میں تعریف غلط نہیں ہے“..... برٹن نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔ اس نے رسیور رکھا اور پھر فون بوتھ سے باہر آ گیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

کار خاصی تیز رفتاری سے یورپی ملک کرائس کے دارالحکومت پاریس کی ایک معروف سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا لیکن جسمانی لحاظ سے وہ خاصا تنومند اور طاقتور دکھائی دے رہا تھا۔

”اس بار تو ہماری جلدی سنی گئی ہے ہنری۔ درنہ پچھلی بار تو دو ماہ تک کوئی کیس ہی سامنے نہ آیا تھا“..... کار چلانے والے نوجوان نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا لہجہ خاصا بے تکلفانہ تھا۔

”چیف کہہ رہا تھا کہ خاصا سخت مشن ہے۔ دیکھو کیا مشن ہے“..... ادھیڑ عمر نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چیف تو ہر مشن کو سخت کہہ دیتا ہے۔ اس کا کیا ہے“۔ نوجوان

نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم کسی روز چیف کے ہاتھوں مارے جاؤ گے گیری۔ ذرا خیال رکھا کرو“..... ادھیڑ عمر ہنری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے کوئی غلط بات کی ہے۔ ہلو“..... گیری نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ہنری بے اختیار ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک رہائشی کالونی میں داخل ہوئی اور مختلف سڑکوں پر سے گزر کر ایک عام سی رہائشی کوشی کے پھاٹک پر جا کر رک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے گیری نے تین بار مخصوص انداز میں ہارن دیا تو پھاٹک کا ایک چھوٹا حصہ کھلا اور ایک مسلح گارڈ باہر آ گیا۔

”لیس سر“..... آنے والے نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے گیری سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم ہماری مشکلیں نہیں پہچانتے۔ اب ہر بار کارڈ دیتے رہیں“..... گیری نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی جیب سے ایک کارڈ نکال کر گارڈ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”سوری۔ آپ واپس جائیں گے“..... مسلح گارڈ نے غصیلے لہجے میں کہا تو گیری بے اختیار ہنس پڑا اور اس نے جیب سے ایک اور کارڈ نکال کر گارڈ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”لیس سر۔ اوکے“..... گارڈ نے کارڈ واپس کرتے ہوئے اس بار مسکرا کر کہا اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔

”تم شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ کسی روز چیف کے غضب کا

موش سے میز کی دوسری طرف موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”تمہارے لئے ایک اہم مشن ہے۔ بظاہر یہ مشن بے حد مان ہے لیکن اصل مسئلہ اس مشن کو انتہائی خفیہ رکھنا ہے۔“ چیف نے سامنے رکھی ہوئی ایک فائل اٹھا کر ہنری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ییس چیف“..... ہنری نے فائل لے کر اسے کھولتے ہوئے کہا۔ فائل میں ایک ہی صفحہ تھا جسے پڑھ کر ہنری نے فائل گیری کی ریف بڑھا دی۔

”سائنس دان کو ٹریس کر لیا گیا ہے چیف یا یہ کام بھی ہمیں کرنا چاہیے۔“..... ہنری نے کہا۔

”یہ کیسا مشن ہے چیف اور وہ بھی صرف ایک سائنس دان کو لاکر کے لانے کا۔ یہ کام تو ایک عام ایجنسی بھی کر سکتی ہے۔ اس لئے ہارڈ ایجنسی کو کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا اب ہارڈ ایجنسی کے لئے کوئی بڑا کام نہیں رہا؟“..... گیری نے کہا تو ساتھ ہی ہنری کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے لیکن سامنے ہوا چیف بے اختیار مسکرا دیا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ واقعی ہارڈ ایجنسی کی سطح کا کام بظاہر ہے لیکن تم نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ آسان کام کہاں سرانجام دیا گیا ہے؟“..... چیف نے کہا۔

”پاکیشیا میں۔ ایک غیر ترقی یافتہ ملک میں جہاں دولت کے

شکار ہو جاؤ گے“..... خاموش بیٹھے ادھیڑ عمر ہنری نے منہ بناتے ہوئے کہا تو گیری ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”تم اب بوڑھے ہو گئے ہو ہنری اس لئے بہتر ہے کہ اب آفس سنہال لو۔ اب فیلڈ میں مارے جاؤ گے۔ فیلڈ میں کام کرنے کے لئے چستی، پھرتی، تیزی، چالاکی، عیاری اور پتہ نہیں کیا کیا ہونا ضروری ہے جو اب تم میں نہیں ہے“..... گیری نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”تمہیں تمہاری چالاکی، عیاری لے بیٹھے گی۔ یہ بڑا سنجیدہ کام ہے اور تم نے اسے بچوں کا کھیل سمجھ لیا ہے“..... ہنری نے منہ بناتے ہوئے کہا تو گیری ایک بار پھر ہنس پڑا۔ اسی لمحے پھاٹک کھل گیا تو گیری نے کار کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا اور پھر اسے ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں لے گیا جہاں پہلے سے دو کاریں موجود تھیں۔ گیری اور ہنری دونوں کو معلوم تھا کہ یہاں ہر طرف خفیہ کیمرے موجود ہیں اور ان کی تمام حرکات و سکنات باقاعدہ مانیٹر کی جا رہی ہوں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی ٹیپ کی جا رہی ہوگی اس لئے دونوں خاموش تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تو آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے کی بڑی میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی جس نے آنکھوں پر سیاہ رنگ کی گاگل لگائی ہوئی تھی ہاتھ اٹھا کر مسکراتے ہوئے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو ہنری اور گیری دونوں

رکھنا ہوگا۔ پاکیشا کا نام آ جانے کی وجہ سے اس پر بہت غور کیا گیا ہے اور پھر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ مشن ہارڈ ایجنسی کو سونپا جائے۔ چنانچہ جب اعلیٰ حکام کی طرف سے یہ مشن ہارڈ ایجنسی کے سپرد کیا گیا تو میں نے اس پر خود بھی کافی کام کیا ہے۔ میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں تاکہ تم بھی اس کی اہمیت کو سمجھ لو۔ کرائس ایک ایسے فارمولے پر کام کر رہا ہے جس کے ذریعے ایک گیس ایجاد ہوگی جو فضا میں فوراً تحلیل ہو جائے گی اور جس ریجن میں یہ پھیلے گی اس ساری ریجن میں کوئی بارودی یا شعلی ہتھیار کام نہیں کر سکے گا۔ یہ پوری دنیا کے لئے بہت بڑا تحفہ بھی ہو سکتا ہے اور اس کے ذریعے ملکوں کو بھی فتح کیا جاسکتا ہے کیونکہ جن ہتھیاروں پر اپنی گیس چپ موجود ہوگی اس سے فائرنگ ہو سکے گی اور جس پر نہیں ہوگی وہ ہتھیار کام نہیں کرے گا۔ اب سوچو یہ گیس ہمارے پاس ہے۔ ہم اس گیس کو مخصوص انداز میں فائر کر کے سوڈیزہ سوکلو میٹر کی ریجن میں پھیلا دیتے ہیں۔ یہ کسی آلے سے چپک نہ ہو سکے گی۔ اس ایریا جس میں گیس پھیلانی گئی ہوگی اسے تم پاکیشا کا دارالحکومت سمجھ لو۔ پاکیشا دفاعی لحاظ سے بے حد مضبوط ہو چکا ہے۔ پاکیشا جوہری ہتھیار بھی رکھتا ہے لیکن اس گیس کے پھیلنے کے بعد پورے دارالحکومت اور اس کے ارد گرد کے علاقے میں کوئی بارودی یا شعلی ہتھیار فائر نہ ہو سکے گا جبکہ ہم وہاں اپنے کمانڈرز اتار دیں گے جن کے پاس اپنی گیس چپ موجود ہوگی۔ اس چپ

زور پر سب کچھ کیا جاسکتا ہے“..... گیری نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔  
 ”چیف۔ اس کی زبان ضرورت سے زیادہ کھلتی جا رہی ہے۔ اس کا بندوبست کرنا پڑے گا“..... ہنری نے یکنخت غصیلے لہجے میں کہا۔  
 ”اوہ نہیں ہنری۔ اس کی باتیں سن کر مجھے غصہ نہیں آتا۔ سنجیدہ ماحول بھی ہمارے اعصاب کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے اس لئے گیری کی یہ ہلکی پھلکی گفتگو ہمارے لئے اچھی ثابت ہو گئی“..... چیف نے کہا تو ہنری نے بے اختیار ایک طویل سا لہجہ لیا۔  
 ”تھینک یو چیف“..... گیری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم نے پہلے پاکیشا میں کام نہیں کیا اور نہ ہی آج تک آ سیکرٹ سروس کے ساتھ ہارڈ ایجنسی کا کبھی ٹکراؤ ہوا ہے اس لئے تمہیں پاکیشا سیکرٹ سروس کے بارے میں کچھ علم ہے اور تم اس کے لئے کام کرنے والے عمران کے بارے میں اس لئے اس مشن کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے“..... چیف نے کہا۔  
 ”نام تو عمران کا میں نے بھی بہت سن رکھا ہے چیف۔ سب دیکھیں لیں گے اسے۔ اب بہر حال مشن تو مکمل کرنا ہے“..... گیری نے کہا۔  
 ”نہیں۔ اس طرح نہیں۔ تمہیں وہاں ہر قدم پھونک پھونک

کی وجہ سے ان کے ہتھیار کام کر رہے ہوں گے تو چند منٹوں میں پاکیشیا کے دارالحکومت کو اس کے تمام دفاعی ہتھیاروں حتیٰ کہ جوہری ہتھیاروں سمیت قبضہ میں لیا جاسکتا ہے اور دارالحکومت پر قبضے کا مطلب ہے پورے پاکیشیا پر قبضہ۔ یہ میں نے ایک مثال دی ہے۔ اس گیس سے دوسرے لفظوں میں پوری دنیا پر کرانس کی حکومت ہو سکتی ہے۔ اس گیس پر کرانس کی سب سے خفیہ لیبارٹری جو سمندر کے اندر ایک چھوٹے سے جزیرے کے اندر ہے۔ یہ جزیرہ بظاہر دیران ہے لیکن زیر زمین گیس کی لیبارٹری ہے۔ اس گیس کا کوڈ نام جی ایون ہے۔ اس گیس کے بارے میں آج تک کسی کو علم نہیں تھا لیکن پھر ایٹرمیا کے ایک سائنس دان نے اس کے بارے میں ایک سائنسی رسالے میں مضمون لکھ دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جعلی نام تھا۔ اس نام کا کوئی سائنس دان بڑے ملکوں میں موجود نہیں تھا لیکن اس سے پوری دنیا کو جی ایون کے بارے میں علم ہو گیا اور یہ بھی علم ہو گیا کہ جی ایون پر کام کرانس کر رہا ہے لیکن آج تک باوجود شدید کوششوں کے وہ اس لیبارٹری کو ٹریس نہیں کر سکے اس لئے ہم مطمئن تھے کہ جی ایون کو ہم ہی حاصل کریں گے اور یہ خوفناک ہتھیار کرانس کے قبضے میں ہی رہے گا اور پوری دنیا کرانس کے آگے جھکنے پر مجبور ہوگی لیکن پھر اچانک ایک اہم موڑ سامنے آ گیا۔ جی ایون پر ریسرچ کے دوران ایسی سائنسی مشکل سامنے آ گئی جو کسی طرح بھی حل نہ ہو رہی تھی اس وجہ سے پورا کام رک

گیا۔ لیبارٹری انچارج ڈاکٹر بروکس نے انٹرنیٹ پر اس مشکل کو ظاہر کیا اور دنیا بھر کے سائنس دانوں سے مدد طلب کی۔ ڈاکٹر بروکس نے اپنے بارے میں کوڈ نام استعمال کیا تھا۔ پھر اس کا جواب پاکیشیا کے ایک سائنس دان نے دیا جس نے اپنا نام ڈاکٹر کمال حسین لکھا تھا اور اس نے اس سائنسی مشکل کو واقعی حل کر دیا تھا۔ ڈاکٹر بروکس نے اس سے براہ راست رابطہ کرنے اور اس کا فون نمبر معلوم کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ بہر حال جی ایون پر کام آگے بڑھنے لگا کہ ایک بار پھر پہلے سے بھی بڑی مشکل سامنے آ گئی۔ ڈاکٹر بروکس نے پہلے والا طریقہ آزمایا اور ڈاکٹر کمال نے پھر اس کا حل بتا دیا اور پھر خاموش ہو گیا لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ مشکل کا حل تو بتا دیا گیا لیکن اسے عمل پذیر کرنے کا فارمولا سمجھ میں نہیں آ رہا اور ڈاکٹر کمال حسین خاموش ہے۔ پھر ڈاکٹر بروکس نے حکومت سے رابطہ کیا کہ اس ڈاکٹر کمال حسین کو پاکیشیا میں تلاش کر کے یہاں لیبارٹری میں لایا جائے تاکہ یہ اہم کام ان کے ساتھ حل کرکمل کیا جاسکے ورنہ اکیلے اس پر کام ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ حکومتی ایجنسیوں نے وہاں پاکیشیا میں ڈاکٹر کمال حسین کو ٹریس کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ایک ایجنسی ان کی ایک تصویر حاصل کر سکی لیکن ڈاکٹر کمال کا پتہ باوجود کوشش کے نہ مل سکا۔ چنانچہ یہ کام ہارڈ ایجنسی کے لئے لگایا گیا۔ میں نے پاکیشیا میں اپنے ایک دوست کا انتخاب کیا

جو وہاں پاکیشیا میں کلب چلاتا ہے لیکن صاف ستھرا آدمی ہے اس لئے کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہو گا۔ اس نے وعدہ کر لیا اور میں نے ایک بڑی بھاری رقم اسے بھجوا دی۔ پھر اس کا فون آیا کہ وہ ڈاکٹر کمال حسین کو ٹریس کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ یہ کام انڈر ورلڈ کے لئے کام کرنے والے ایک ٹریسر نے سرانجام دیا ہے۔ اس نے اس ٹریسر کو کوئی اور کہانی بتائی اور اس نے ڈاکٹر کمال حسین کو ٹریس کر لیا۔ ڈاکٹر کمال حسین پاکیشیا کی ایک ٹاپ سیکرٹ لیبارٹری میں کام کرتا ہے اور صرف ہفتہ وار چھٹی یعنی اتوار کا دن اپنی رہائش گاہ پر گزارتا ہے۔ وہ غیر شادی شدہ ہے اور اپنے ملازموں کے ساتھ رہتا ہے۔ فائل میں اس کی رہائش گاہ کا پتہ درج ہے۔ اب تم نے اس ڈاکٹر کمال حسین کو اس انداز میں یہاں لے آنا ہے کہ وہاں کسی کو بھی اس کا پتہ نہ چل سکے کہ ڈاکٹر کمال حسین کہاں گیا اور کون اسے لے گیا۔ یہاں لے آنے کے بعد اسے گیس لیبارٹری میں بھجوا دیا جائے گا اور اس کو اس کی مرضی کی زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے گا۔ اس طرح کرانس جی ایون ہتھیار بنانے میں کامیاب ہو جائے گا اور پھر پوری دنیا پر اس کی حکومت قائم ہو جائے گی..... چیف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور پھر آخر میں بے اختیار لمبے لمبے سانس اس طرح لینے شروع کر دیئے جیسے وہ تھک گیا ہو۔

چارٹرڈ پیارے کے ذریعے اسے برازیل پہنچایا جائے گا اور برازیل سے پراسرار راستے سے اسے لیبارٹری تک پہنچایا دیا جائے گا۔ اب اس پر عمل درآمد کرنے ہے۔ تم دونوں نے کمال حسین رپائش گاہ سے برازیل تک ساتھ رہنا ہے۔ آگے جو اسے جائیں گے وہ اور ہوں گے اور ایک بھاری مالیت کے کرنسی نوٹ آدھا کھڑا جو میں تمہیں دوں گا اس کا دوسرا آدھا کھڑا وہ لوگ تمہیں دیں گے جو برازیل سے ڈاکٹر کمال حسین کو لے جائیں گے۔ نے چیک کرنا ہے کہ نوٹ کے دونوں ٹکڑوں پر نمبر ایک ہیں۔ کے بعد تم فارغ اور تمہارا مشن مکمل“..... چیف نے کہا اور اس ساتھ ہی اس نے میز کی دراز سے ایک بڑا کرنسی نوٹ اٹھایا، دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا اور پھر ایک ٹکڑا ہنری کی طرف بڑھا دیا۔ ”وہاں جو گروپ تمہاری مدد کرے گا اس کی تفصیل فائل موجود ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ مجھے یہ مشن ہر صورت میں مکمل کامیاب چاہئے“..... چیف نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا چیف“..... دونوں نے اٹھتے ہوئے کہا اور بچہ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

عمران ان دنوں فارغ تھا اس لئے وہ یا تو اپنے فلیٹ میں بیٹھ کر کتابیں پڑھنے اور سلیمان کو چائے لانے کے احکامات دینے میں مصروف رہتا یا پھر کار لے کر سارا دن اور رات گئے تک کلبوں اور ہوٹلوں میں گھومتا پھرتا رہتا تھا لیکن آج اس کا موڈ نہ کہیں جانے کا ہو رہا تھا اور نہ ہی کوئی کتاب پڑھنے کو جی چاہ رہا تھا اس لئے وہ سنٹنگ روم میں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ سلیمان شاید عمران کا موڈ پہچانتا تھا اس لئے وہ آج عمران کو ناشتہ دے کر مارکیٹ نکل گیا تھا اس لئے عمران اس وقت فلیٹ میں اکیلا تھا کہ کال ہیل کی آواز سنائی دی۔

”یہ صبح کون آ گیا“..... عمران نے چونک کر کہا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”کون ہے“..... عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

گیا۔

”جناب سلیمان صاحب اگر تشریف نہیں رکھتے تو میں کل پھر حاضر ہو جاؤں گا۔ ویسے انہوں نے مجھے آج کا کہا تھا“..... رانا آصف خان نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”جناب سلیمان صاحب مارکیٹ گئے ہیں لُچ اور ڈنر کے لئے سووا سلف لینے۔ ویسے یہ لُچ اور ڈنر خودہ کرتے ہیں۔ مجھے تو بس ان کا بچا کچھا بلکہ بچاکم اور کچھا زیادہ ملتا ہے“..... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا لیکن ظاہر ہے وہ زیادہ دیر تک اس طرح سنجیدہ نہیں رہ سکتا تھا اس لئے آہستہ آہستہ اپنے مخصوص موڈ میں آتا جا رہا تھا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جناب سلیمان صاحب خود جائیں گے سووا سلف لینے۔ یہ کیسے ممکن ہے“..... رانا آصف خان نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس لئے کہ وہ باورچی ہیں لیکن ساتھ ہی آل ورلڈ کک ایسوسی ایشن کے صدر بھی ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باورچی۔ مگر۔ مگر۔ باورچی کے پاس دس لاکھ روپے کہاں سے آسکتے ہیں“..... رانا آصف خان نے قدرے ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

”دس لاکھ روپے۔ کیا مطلب“..... عمران بھی دس لاکھ روپے کی رقم کا سن کر چونک پڑا تھا۔

”جناب سلیمان صاحب سے ملنا ہے“..... باہر سے ایک باوقار سی مردانہ آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے لاک ہٹا کر دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک بزرگ آدمی صاف اور سادہ لباس میں ملبوس ہاتھ میں سنک پکڑے کھڑا تھا۔

چہرے اور انداز سے وہ پڑھا لکھا نظر آ رہا تھا۔

”جناب سلیمان صاحب تشریف رکھتے ہیں“..... بزرگ آدمی نے عمران کو دیکھ کر کہا۔

”میرا نام علی عمران ہے۔ آئیے تشریف لے آئیے۔ سلیمان ابھی آ جائے گا“..... عمران نے ایک طرف ہٹتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ شاید دروازے پر موجود آدمی کا وقار دیکھتے ہوئے اس نے ڈگریاں اپنے نام کے ساتھ نہ دوہرائی تھیں۔

”جناب سلیمان صاحب کا نام اس انداز میں مت لیں جناب۔ ان جیسے آدمی اس دور میں نایاب ہیں۔ آپ انہیں صرف سلیمان کہہ رہے ہیں“..... بزرگ نے قدرے دھکی سے لہجے میں کہا تو عمران حیرت سے اس کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔

”تشریف لائیے“..... عمران نے کہا۔

”شکریہ۔ میرا نام رانا آصف خان ہے۔ میں ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ہوں“..... بزرگ نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے ملاقات ہو گئی ہے“..... عمران نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر سٹنگ روم میں



کروٹ بھی نہیں بدل سکتا۔ یہاں تک کہ تمام ڈاکٹروں نے علاج سے مایوسی کا اظہار کر دیا لیکن پھر ہماری امید بندھی کہ گریٹ لینڈ میں ایک ہسپتال ہے جہاں میرے پوتے کا کامیاب علاج ہو سکتا ہے لیکن اس علاج پر دس لاکھ روپے خرچ آئیں گے۔ میرا بیٹا بی بی بی سی کی پاس ہے لیکن اسے کہیں بھی نوکری نہیں ملی تو اس نے ٹوک پر تو اور اگلیٹھی رکھ کر برگر بنانے اور فروخت کرنے کا کام شروع کر دیا اور تین سالوں تک اس نے دن رات کام کیا جبکہ میں نے اور میری بہو نے جان بوجھ کر فاقے کئے تاکہ دس لاکھ روپے اکٹھے ہو سکیں اور ہمارے پوتے کا علاج ہو سکے۔ تین سالوں

کی شب و روز محنت کے بعد دس لاکھ روپے اکٹھے ہو گئے۔ ہسپتال میں سے بھی سیکرٹری صاحب کے ذریعے رابطہ کیا گیا۔ چنانچہ میرا بیٹا اور میری بہو بچے کو لے کر ایئر پورٹ پہنچ گئے تاکہ گریٹ لینڈ میں ایک چھوٹے سے ہسپتال میں داخلہ لیا جائے۔ یہاں سے ہی ہماری بد قسمتی کا آغاز ہو گیا۔ میرے بیٹے سے غلطی یہ ہو گئی کہ اس نے کرنسی کسی چیک یا رجسٹرڈ ڈیلر سے تبدیل کرانے کی بجائے کم کمیشن کے لالچ میں ایئر پورٹ پر موجود ایک پرائیویٹ کرنسی ڈیلر سے تبدیل کرا لیا۔ دس لاکھ روپے دے کر جب میرے بیٹے نے فون پر بک شدہ کرنسی کی رقم دی تو پتہ چلا کہ کرنسی جعلی ہے۔ میرے بیٹے نے باقی رقم بھی دکھائی تو وہ بھی جعلی تھی۔ میرا بیٹا صدے سے بے ہوش ہو گیا۔ بہر حال قصہ مختصر اس ڈیلر کو تلاش کیا گیا لیکن وہ کہیں نہ ملا۔

”انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج وہ مجھے دس لاکھ روپے کا چیک دیں گے۔ یہ وعدہ کل انہوں نے مسجد میں کیا تھا۔ آج میں مسجد میں بیٹھا تھا اور ان کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ نہ آئے تو امام مسجد صاحب نے مجھے اس فلیٹ کا نمبر بتایا اور میں یہاں آ گیا لیکن آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ یہاں باورچی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے مجھ جیسے دھکی آدنی کے ساتھ مذاق کیا ہے“..... رانا آصف خان کی آنکھوں میں آنسو جھلکانے لگے تھے۔

”اوہ۔ اوہ۔ ایسی کوئی بات نہیں اگر سلیمان صاحب نے وعدہ کیا ہے تو ہر صورت میں وعدہ پورا کریں گے اور دس لاکھ روپے اس کے لئے کوئی بڑی رقم نہیں ہے کیونکہ وہ پوری دنیا کے باورچیوں کی ایسوسی ایشن کے صدر محترم ہیں لیکن یہ دس لاکھ روپے آپ کو کیوں دے رہے ہیں“..... عمران نے انہیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا تو رانا آصف خان نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ ”میں نے پہلے آپ کو بتایا ہے کہ میں ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ہوں۔

میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اس کا نام رانا مہربان ہے۔ اس کا ایک چچا سالہ بچہ ہے یعنی میرا پوتا جس کا نام رانا الطاف ہے۔ میرا پوتا ایک روز چارپائی سے نیچے گر گیا۔ اسے نبھانے کیسی چوٹیں آئیں کہ اس کی قوت گویائی بھی ختم ہو گئی اور قوت سماعت بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا پورا جسم اس انداز میں مفلوج ہو گیا کہ وہ اب خود

ہم روتے پیٹتے صبر کر کے بیٹھ گئے اور یہی سوچا کہ مزید چار پانچ سال محنت کی جائے اور رقم اکٹھی کی جائے کیونکہ ہم کسی سے مانگ بھی نہیں سکتے تھے اور ہمارے پاس ایسی کوئی چیز بھی نہیں تھی جسے فروخت کر سکتے۔ ہم کرائے کے فلیٹ میں رہتے ہیں۔ میں یہاں مسجد میں نماز پڑھنے آتا ہوں۔ نجائے کسی طرح مسجد کے امام صاحب کو ہمارے ساتھ ہونے والی اس ٹریبیڈی کا علم ہو گیا۔ انہوں نے جناب سلیمان صاحب سے ذکر کیا۔ جناب سلیمان صاحب ہمارے گھر آئے۔ انہوں نے بچے کی کیفیت دیکھی۔ میرے بیٹے اور بہو سے باتیں کیں اور پھر انہوں نے وعدہ کر لیا کہ آج اس وقت میں مسجد میں امام صاحب کے حجرے میں آ جاؤں اور وہ مجھے دس لاکھ روپے کا چیک دیں گے۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ رقم ادھار ہوگی جو ہم جلد ہی قسطوں میں واپس کر دینا گے۔ پہلے تو سلیمان صاحب نہ مانے لیکن پھر میرے اصرار پر مان گئے۔ آج میں مسجد کے حجرے میں انتظار کرتا رہا اور پھر امام مسجد صاحب نے مجھے یہاں بھیج دیا۔ ٹھیک ہے۔ اللہ کی مرضی پر ہم بخیر راضی ہیں۔ ابھی اگر میرے پوتے کی قسمت میں صحت نہیں لکھی تو میں کیا کر سکتا ہوں..... رانا آصف خان نے بڑے دھکی سچے میں کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

”ارے۔ ارے۔ بیٹھیں۔ میں نے کہا ہے کہ جناب سلیمان صاحب نے وعدہ کیا ہے تو وہ ضرور پورا کریں گے۔ تھوڑی بہت

دیر تو ہو جاتی ہے..... عمران نے انہیں بازو سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔

”لیکن آپ تو کہہ رہے ہیں کہ وہ باورچی ہیں اس لئے اتنی بڑی رقم کا انتظام وہ کیسے کر سکتے ہیں..... رانا آصف خان نے دل گرفتہ سے لہجے میں کہا۔

”جناب سلیمان صاحب چاہیں تو پورا ہسپتال خرید لیں۔ ہاں۔ کون سا ہسپتال ہے جہاں آپ کے پوتے کا علاج ہو سکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”گراہم پال ہسپتال۔ یہ دیکھیں اس کے کاغذات..... رانا آصف خان نے جیب سے ایک لفافہ نکالتے ہوئے کہا۔

”مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے۔ گراہم پال گرینٹ لینڈ کا مشہور ہسپتال ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ اب آپ کے پوتے کا وہاں وی آئی پی علاج ہوگا..... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

”جناب سلیمان صاحب آ گئے ہیں..... عمران نے کہا تو رانا آصف خان کے سوتے ہوئے چہرے پر امید کی روشنی سی بکھر گئی۔

”جناب سلیمان صاحب۔ رانا صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں..... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

”مجھے امام مسجد صاحب نے بتا دیا ہے..... سلیمان کی آواز سنائی دی اور پھر وہ سنگ روم میں آ گیا۔ اس نے سلام کیا تو رانا

آصف خان اس کے استقبال کے لئے اٹھنے لگے۔

”ارے۔ ارے۔“ بیٹھیں۔ آپ استاد ہیں۔ آپ کا احترام تو پورے معاشرے پر واجب ہے۔ میں شرمندہ ہوں کہ مجھے کچھ دیر ہو گئی۔ رکشہ بروقت نہیں مل سکا۔ بہر حال آپ کا کام ہو گیا ہے۔“ سلیمان نے کہا اور جیب سے ایک چیک نکال کر اس نے رانا آصف خان کے ہاتھ میں دے دیا۔

”آپ۔ آپ واقعی۔ کیا۔ کیا مطلب۔ کیا آپ واقعی دس لاکھ روپے ادھار دے رہے ہیں بغیر کسی ضمانت کے؟“ رانا آصف خان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے۔ آپ کا پوتا سب سے بڑی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے صحت دے۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں چائے بنا لاتا ہوں۔“ سلیمان نے کہا اور واپس مڑنے لگا۔

”ایک منٹ۔ یہ چیک کہاں سے لائے ہو؟“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بڑی بیگم صاحبہ سے لے آیا ہوں۔“ سلیمان نے جواب دیا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے چیک رانا آصف خان کے ہاتھ سے لے کر دیکھا تو وہ واقعی اماں بی کے بینک اکاؤنٹ کا چیک تھا جس پر عمران کی اماں بی کے سادہ سے دستخط موجود تھے۔

”یہ بڑی بیگم صاحبہ کون ہیں؟“ رانا آصف خان نے چونک

رکھا۔

”میری اماں بی کو سلیمان صاحب بڑی بیگم صاحبہ کہتے ہیں۔ پ بے فکر رہیں۔ یہ چیک ہر حالت میں کیش ہو گا۔“ عمران نے چیک واپس کرتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان چائے کی رانی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا اور اس نے چائے کے برتن میز پر کھنٹے شروع کر دیئے۔ یہ دو چائے کے برتن تھے۔

”تم بھی بیٹھو اور چائے پیو۔ سوری رانا صاحب۔ میں اسے تم کہہ رہا ہوں کیونکہ اس نے زیادتی کی ہے۔ مجھے بتائے بغیر اماں بی کے پاس جا کر چیک لے آیا ہے۔ اسے چاہئے تھا کہ مجھے کہتا۔ یہ نیکی کا کام میں کر دیتا۔“ عمران نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ جیل کے گھونسلے میں گوشت نہیں ہو سکتا۔“ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جیل کی نظروں سے بچانے کے لئے گوشت کو گھونسلے میں نہیں بلکہ خفیہ جگہوں پر رکھا جاتا ہے۔ ڈارک براؤن سوٹ کی جب میں گوشت کی قدرے بھاری مقدار موجود ہے۔ جاؤ لے آؤ۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سلیمان بے اختیار ہنس پڑا۔

”گزشستہ پندرہ دنوں سے وہی گوشت تو آپ کھا رہے ہیں۔“ سلیمان نے جواب دیا۔

”مجھے اجازت دیجئے۔ میں جا کر اپنے بیٹے اور بہو کو خوشخبری ملوں۔“ رانا آصف خان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

لے سکتے۔ آپ کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے گا۔  
رانا آصف خان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

”اچھا ایک منٹ۔ مت لیں چیک لیکن میری بات تو سن لیں۔“  
عمران نے کہا۔

”جی فرمائیں۔ آپ تو ہمارے محسن ہیں۔ آپ ہمیں حکم دے سکتے ہیں۔ جب میرا پوتا دوڑے گا، بھاگے گا، بولے گا، سنے گا تو میرے دل سے آپ کے لئے جناب سلیمان صاحب کے لئے اور آپ کی اماں بی کے لئے دعائیں نکلیں گی۔ رقم کا کیا ہے وہ تو واپس ہو جائے گی لیکن وقت پر آپ کی طرف سے قرضہ ایسی نیکی ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی آپ کو دے سکتا ہے۔“ رانا آصف خان نے لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے کہا۔

”سلیمان نے آپ کا گھر دیکھا ہے۔ یہ آپ کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ جب آپ ایئر پورٹ پہنچیں گے تو مجھے آپ کی فلائٹ کا علم ہو جائے گا۔ وہاں گریٹ لینڈ میں میرا ایک آدمی کلارک آپ سے ملے گا۔ وہ وہاں آپ کی ہر طرح سے مدد کرے گا۔ آپ اس پر کھل بھروسہ کر سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”میں اپنے بیٹے کو بتاؤں گا۔ وہی ساتھ جائے گا۔ میں تو یہاں رہوں گا۔“ رانا آصف خان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر رانا آصف خان کو وہ نیچے سڑک تک چھوڑنے آیا۔

”سلیمان۔“ عمران نے رانا آصف خان کی روانگی کے بعد

”رانا صاحب۔ ایک منٹ ٹھہریں۔ میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر سٹنگ روم سے باہر چلا گیا۔

”آپ کی مہربانی ہے جناب۔ آپ کو اس کی اللہ تعالیٰ جزا دے گا اور اللہ مجھے بھی یقیناً توفیق دے گا کہ میں اور میرا بیٹا آپ کی دی ہوئی رقم واپس کر سکیں۔“ رانا آصف خان نے کہا۔

”آپ ابھی اس کی واپسی کا نہ سوچیں۔ پہلے آپ پوتے کا علاج کرائیں پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“ سلیمان نے کہا اور اسی لمحے عمران واپس آیا۔

”رانا صاحب۔ مہنگائی دن بدن بڑھ رہی ہے اس لئے اگر تین چار سال پہلے آپ کے پوتے کا علاج دس لاکھ روپے میں ہو سکتا تھا تو اب یقیناً پندرہ لاکھ روپے میں ہو گا اس لئے یہ دس لاکھ کا چیک میری طرف سے ہے۔ یہ میں آپ کو نہیں دے رہا بلکہ آپ کے بیٹے کو دے رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اپنے بیٹے کی صحت یابی کے بعد وہ کاروبار میں مزید محنت کرے گا تو یہ رقم آسانی سے واپس کر دے گا۔“ عمران نے ایک چیک رانا صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ مجبوری دوسری بات ہے لیکن میں خیرات، صدقات نہیں لے سکتا۔ دس لاکھ کا چیک تو مجبوری ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کی واپسی تک ہمیں زندہ رکھے گا لیکن مزید دس لاکھ کی واپسی ہمارے لئے ناممکن ہے اس لئے ہم نہیں

واپس فلیٹ پر آتے ہوئے کہا۔

”جی صاحب“..... سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”اماں بی کے پاس جانے سے پہلے مجھ سے تو بات کر لیتے۔ کم از کم مجھے بھی اس نیکی میں شامل کر لیتے تو کیا حرج تھا“..... عمران نے کہا۔

”بڑی بیگم صاحبہ نے دو روز پہلے مجھے فون کیا تھا کہ میں نے ایک ماہ سے ان سے کسی مستحق کے لئے رقم نہیں مانگی۔ وہ بڑی ناراض ہو رہی تھیں اس لئے میں ان کے پاس چلا گیا ورنہ وہ مزید ناراض ہو جاتیں“..... سلیمان نے جواب دیا۔

”اچھا۔ اب تم رانا آصف خان کے بیٹے سے مل کر اس ڈیڑھ کا حلیہ معلوم کر کے مجھے بتانا۔ ایسے آدمی کو ہر صورت میں سزا ملنی چاہئے۔ میں ٹائیگر کو اس کا حلیہ بتا کر حکم دے دوں گا کہ وہ اس ڈیڑھ کو ٹریس کرے“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب۔ میں آپ کے لئے چائے لے آتا ہوں“..... سلیمان نے کہا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ اسے رانا آصف کے ساتھ ہونے والی ٹریڈی نے بے حد دکھ پہنچایا تھا۔ اسی لمحے فون کی کھٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذات خود

بول رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”دور بول رہا ہوں۔ کیا تم میرے پاس آ سکتے ہو۔ انتہائی اہم معاملہ ہے۔ تم سے فوری بات کرنی ہے یا کہو تو میں خود تمہارے فلیٹ پر آ جاؤں“..... دوسری طرف سے سردار کی آواز سنائی دی۔

”ارے۔ ارے۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ میں خود حاضر ہو جاتا ہوں۔ کچھ تو انٹرنیٹ کی بچت ہو جائے گی لیکن مسئلہ کیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”آ جاؤ۔ پھر بات ہوگی“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ریسیور رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”سلیمان چائے نہ لے آتا۔ میں سردار کے پاس جا رہا ہوں۔“

عمران نے اونچی آواز میں کہا اور سنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

”مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ اچھی چائے آپ کے نصیب میں نہیں ہے۔ میرے ہی نصیب میں لکھ دی گئی ہے“..... دور سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران مسکراتا ہوا ڈریسنگ روم میں داخل ہوا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار اس لیبارٹری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جس کے انچارج سردار تھے۔ سردار اس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اس لئے عمران کو فوراً ہی ان کے پاس پہنچا دیا گیا۔

”آؤ عمران بیٹے۔ بیٹھو“..... سردار نے اٹھ کر اس کا استقبال

کرتے ہوئے کہا۔

”عمران بیٹا تو بیٹھ جائے گا لیکن آپ اس قدر پراسرار کیوں بن رہے ہیں۔ کیا ہوا ہے؟“..... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ایک بہت ہی سیلیبر سائنس دان جو ایک انتہائی اہم کام میں مصروف تھے اور اس کام پر حکومت کا انتہائی کثیر سرمایہ لگ چکا ہے یکھت لاپتہ ہو گئے ہیں“..... سردار نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کن کی بات کر رہے ہیں آپ۔ وہ لاپتہ کیسے ہو گئے ہیں۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ پاکیشیا کے ایک موسٹ سیلیبر سائنس دان ہیں ڈاکٹر کمال حسین۔ وہ ایک ٹاپ سیکرٹ لیبارٹری جس میں ایک دفاعی ہتھیار پر کام ہو رہا تھا، کے انچارج تھے۔ اس دفاعی ہتھیار پر حکومت پاکیشیا نے کثیر سرمایہ بھی لگایا ہے۔ اس فارمولے کے خالق بھی ڈاکٹر کمال حسین تھے اور وہی اس پر کام کر رہے تھے۔ وہ چونکہ غیر شادی شدہ تھے اس لئے وہ لیبارٹری میں ہی رہتے تھے البتہ صرف ہفتے کی شام کو اپنی رہائش گاہ پر جاتے تھے جہاں ان کے چار ملازم رہتے تھے۔ اتوار گزرا کر سوموار کو وہ واپس لیبارٹری آ جاتے تھے۔ انتہائی سنجیدہ اور قابل سائنس دان تھے۔ گزشتہ ہفتے وہ اپنی رہائش گاہ پر مگے اور سوموار کو واپس لیبارٹری نہ پہنچے تو وہاں سے ان کی

رہائش گاہ پر فون کیا گیا لیکن کسی نے فون اٹھ نہ کیا تو وہاں آدمی بھیجا گیا۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ کوٹھی کے چاروں ملازموں کو ہلاک کر دیا گیا ہے جبکہ ڈاکٹر کمال حسین نہ خود ملے اور نہ ہی ان کی لاش ملی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق چاروں ملازموں کو پہلے بے ہوش کیا گیا اور پھر بے ہوشی کے دوران ہی انہیں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ڈاکٹر کمال حسین کی کار وہاں موجود تھی البتہ ایک اور کار کے ٹائروں کے نشانات بھی وہاں دیکھے گئے ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس نے ہر طرح سے کوشش کر لی ہے لیکن اب تک ڈاکٹر کمال حسین کو ٹریس نہیں کر سکے اس لئے میں تم سے بات کر رہا ہوں کہ ہمیں ڈاکٹر کمال حسین کی زندہ واپسی کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ دفاعی ہتھیار مکمل ہو سکے اور اس سے پاکیشیا کا دفاع ناقابلِ تخییر ہو جائے گا“..... سردار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس دوران چائے کے کپ اور بسکٹوں کی پلیٹ ان کے سامنے رکھ دی گئی۔

”ڈاکٹر کمال حسین کا کوئی فوٹو گراف“..... عمران نے کہا تو سردار نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک فوٹو نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے چند لمحے غور سے اس فوٹو گراف کو دیکھا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔

”ان کی رہائش گاہ کہاں ہے اور اب وہاں کون ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

واپس آ جائیں گے۔ یہ ان کے عمران پر اعتماد کی وجہ سے تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران کی کار ڈان کالونی میں داخل ہوئی اور چند منٹ تو اسے کٹھی تلاش کرنے میں لگ گئے لیکن چند منٹ بعد وہ ایک پرانی طرز کی بنی ہوئی کٹھی کے گیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے تین بار ہارن دیا تو چھوٹا پھانک کھلا اور ایک باوردی گاڑی باہر آ گیا۔

”جی صاحب“..... اس نے کار کے قریب آ کر کہا۔

”یہ کارڈ دیکھو۔ میرا نام علی عمران ہے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ایس سر۔ میں پھانک کھولتا ہوں سر“..... گاڑی نے کارڈ کو دیکھتے ہی بوکھلائے ہوئے انداز میں سیلوٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھانک کھل گیا تو عمران کار اندر لے گیا۔ ایک سائیز پر پورچ تھا جس میں ایک پرانے ماڈل کی کار موجود تھی۔ عمران نے کار اس کے قریب روکی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں ایک طرف موجود ٹائروں کے نشانات پر پڑ گئیں۔ یہ بے حد بدنام نشانات تھے لیکن بہر حال نظر آ رہے تھے۔ عمران آگے بڑھ کر ان نشانات کو جھک کر غور سے دیکھنے لگا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر وہ سیدھا ہوا تو پھانک کھولنے والا گاڑی اس کے پیچھے مؤدبانہ انداز میں کھڑا تھا۔

”کیا یہاں تم اکیلے ہو“..... عمران نے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر کمال حسین کی رہائش گاہ ڈان کالونی کی کٹھی نمبر سکس اے ہے اور مجھے معلوم تھا کہ تم نے وہاں چیکنگ کرنی ہے اس لئے ملٹری انٹیلی جنس سے خصوصی کارڈ میں نے منگوا لیا ہے اور وہاں ملٹری انٹیلی جنس کے گاڑی موجود ہوں گے۔ یہ کارڈ دکھانے پر وہ تم سے مکمل تعاون کریں گے“..... سردار نے کہا اور جیب سے ایک کارڈ نکال کر انہوں نے عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”وہ آدمی جو پہلی بار اندر گیا تھا وہ اس وقت کہاں ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

”وہ وہیں کٹھی پر ہی تعینات ہے بطور گاڑی۔ اس کا نام قاسم ہے“..... سردار نے کہا۔

”اوکے۔ ویسے آپ نے جس طرح پیشگی انتظامات کئے ہیں جی چاہتا ہے کہ آپ کو چیف کی جگہ دے دی جائے۔ ہمارا چیف تو بس جھڑکیاں ہی دیتا رہتا ہے“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو سردار بے اختیار مسکرا دیئے۔

”جو مرضی آئے سمجھ لو۔ بہر حال ڈاکٹر کمال حسین کی واپسی ضروری ہے“..... سردار نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”اگر زندہ ہوئے تو انشاء اللہ انہیں واپس لے آئیں گے۔“ پاکیشیا کا سرمایہ جی..... عمران نے کہا تو سردار کے سوتے ہوئے چہرے پر اس طرح اطمینان کے تاثرات ابھر آئے جیسے عمران کے صرف کہنے سے ہی انہیں یقین آ گیا ہو کہ اب ڈاکٹر کمال حسین

”نہیں سر۔ دو گارڈ اور ہیں وہ دونوں چھت پر پہرہ دے رہے ہیں“..... گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”تمہارا نام کیا ہے“..... عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میرا نام احمد دین ہے جناب“..... گارڈ نے جواب دیا۔

”قاسم بھی ہے یہاں“..... عمران نے پوچھا۔

”لیس سر۔ اوپر چھت پر ہے“..... احمد دین نے جواب دیا۔

”اے بلا لاؤ“..... عمران نے کہا۔

”لیس سر“..... گارڈ نے کہا اور تیز قدم اٹھاتا برآمدے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک کونے میں سیزھیوں اوپر جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمران نے جیب سے سیل فون نکالا اور اسے آن کر کے اس نے ٹائیگر کا نمبر پریس کر کے رابلے کا نمبر پریس کر دیا۔  
 ”باس۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”تم میرے فلیٹ پر پہنچو۔ ایک اہم معاملہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس پر کام کرو۔ میں اس وقت فلیٹ سے باہر ہوں۔ اگر مجھے کچھ دیر ہو جائے تو تم وہاں میرا انتظار کرنا“..... عمران نے کہا۔  
 ”لیس باس“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے سیل فون آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔ چند لمحوں بعد گارڈ احمد دین کے ساتھ ایک اور گارڈ تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب آ

گیا اور اس نے عمران کو سلام کیا۔

”تمہارا نام قاسم ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”لیس سر“..... قاسم نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیبارٹری کی طرف سے تم یہاں پہنچے تھے۔ تمہارا تعلق لیبارٹری سے ہے یا ملٹری انٹیلی جنس سے“..... عمران نے کہا۔

”جناب۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کا ملازم ہوں۔ جب لیبارٹری والوں کو یہاں سے فون کا جواب نہ ملا تو انہوں نے ملٹری انٹیلی جنس کو فون کیا کیونکہ ٹاپ سیکرٹ لیبارٹری سے وہ باہر نہ جاسکتے تھے۔ ملٹری انٹیلی جنس کے افسران نے مجھے یہاں بھیجا تھا“۔ قاسم نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم اندر کیسے داخل ہوئے“۔ عمران نے کہا۔

”جناب۔ چھوٹا پھانک باہر سے بند تھا۔ میں نے اسے کھولا اور اندر آ گیا تو یہاں لاشیں موجود تھیں“..... قاسم نے جواب دیا۔

”کہاں کہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں“..... عمران نے پوچھا۔  
 ”جی۔ ایک لاش کچن میں پڑی تھی۔ ایک یہاں گارڈ روم سے ہٹ کر پڑی تھی اور دو لاشیں یہاں سانے برآمدے میں پڑی تھیں۔ باقی پوری کوشی خالی تھی۔ کوئی زندہ یا بے ہوش آدمی یہاں موجود نہیں تھا“..... قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔



”یہ چاروں مقامی تھے یا ان میں سے کوئی غیر ملکی بھی تھا۔“

عمران نے کہا۔

”نہیں جناب۔ یہ چاروں مقامی تھے اور اپنے لباسوں سے ملازم دکھائی دے رہے تھے“..... قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں کوشی کا راؤنڈ لگا لوں۔“  
 عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا تو قاسم اس کے پیچھے چل دیا۔

”مشن تو مکمل ہو گیا۔ اب چیف نے پھر کیوں بلایا ہے۔“ کار  
 چلاتے ہوئے گیری نے منہ بناتے ہوئے کہا۔  
 ”تمہارا مطلب ہے یہ ہمارا آخری مشن تھا۔ اس کے بعد اور  
 مشن ہمیں نہیں مل سکتا“..... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر  
 ہنری نے جواب دیا تو گیری بے اختیار ہنس پڑا۔  
 ”تم ہمیشہ تصویر کا صاف پہلو دیکھتے ہو“..... گیری نے کہا۔  
 ”تو کیا صاف پہلو دیکھنا غلط ہوتا ہے“..... ہنری نے مسکراتے  
 دئے کہا۔

”صاف پہلو کا مطلب ہے کہ وہ پہلو کہ پوری تصویر ہی غائب  
 و جائے۔ جیسے تصویر کو الٹ دو تو دوسری طرف صاف ہوگی بغیر  
 تصویر کے“..... گیری نے ہنستے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو  
 ہنری بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم واقعی روز بروز شرارتی ہوتے جا رہے ہو۔ اب ہنٹر والی منگوانا پڑے گی“..... ہنری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ پر تو ہنٹر والی کا ہنٹر نہیں چلا مجھ پر کیا چلے گا“..... گیری نے ایک بار ہنٹر شرارت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں اس کی اس انداز میں تعریف کرتا ہوں کہ وہ بغیر ہنٹر کے بہت اچھی لگتی ہے۔ خوبصورت لگتی ہے، سارٹ ہے، کیوٹ ہے وغیرہ وغیرہ۔ نتیجہ یہ کہ وہ ہنٹر اٹھانا ہی بھول جاتی ہے“..... ہنری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ۔ یہ اچھا مشورہ ہے۔ میں اسے یاد رکھوں گا“..... گیری نے کہا تو اس بار ہنری بے اختیار ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کوشی میں پہنچ چکے تھے جہاں ہارڈ ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر تھا اور چیف کا آفس تھا۔ کار کو مخصوص جگہ پر پارک کرنے کے بعد وہ دونوں ایک آفس نما کمرے میں گئے۔ وہاں انہوں نے اپنے مخصوص کارڈ ایک مشین میں ڈالے۔ مشین نے اوکے کر کے کارڈ واپس کر دیے تو اندرونی دیوار ہٹ گئی اور وہ دونوں آگے راہداری میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ چیف کے آفس میں داخل ہو رہے تھے۔

”آؤ بیٹھو“..... چیف نے مسکراتے ہوئے میز کی سائیڈ پر موجود کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تھینکس چیف“..... دونوں نے بیک وقت کہا اور پھر دونوں ہی بیک وقت کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”تم دونوں نے پاکیشیا میں جس انداز میں کام کیا ہے اور پھر جس طرح خفیہ طریقے سے ڈاکٹر کمال کو مخصوص جگہ پہنچایا ہے وہ واقعی شاندار ہے۔ میں نے تم دونوں کی نگرانی اس لئے کرانی تھی کہ میں جاننا چاہتا تھا کہ تم وہاں کوئی ثبوت تو چھوڑ کر نہیں آئے کیونکہ جس طرح ڈاکٹر کمال ہمارے لئے اہم تھا اسی طرح وہ پاکیشیا کے لئے بھی اہم ہے اور لامحالہ اس کی گمشدگی پر ملٹری انٹیلی جنس اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کی واپسی کے لئے کام کریں گی اور اگر تم نے کوئی شواہد چھوڑے تو یہ لوگ سیدھے ہمارے سر پر آ کھڑے ہوں گے لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے واقعی ایسے ماہرانہ انداز میں کام کیا ہے کہ کوئی شہادت اپنے بارے میں وہاں نہیں چھوڑی البتہ ایک غلطی مجھ سے ہوئی تھی جس کا مجھے پہلے سے علم نہ تھا لیکن یہ اچھا ہوا کہ مجھے فوری اطلاع مل گئی اور میں نے غلطی کا فوری مداوا کر دیا“..... چیف نے کہا تو گیری اور ہنری دونوں چونک پڑے۔

”کیسی غلطی چیف“..... گیری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ پاکیشیا میں میرا ایک دوست ہے برٹن جو وہاں کلب چلاتا ہے۔ میں نے ڈاکٹر کمال کو ٹریس کرنے کا کام اس کے ذمے لگایا کیونکہ باوجود شدید کوششوں کے ڈاکٹر کمال کو ٹریس نہ کیا جاسکا تھا۔ برٹن نے فوراً ہی اسے ٹریس کر لیا جس پر تمہیں وہاں بھیجا گیا اور تم ڈاکٹر کمال کو لے آئے اور اس وقت وہ ٹاپ سیکرٹ لیبارٹری میں موجود ہے لیکن

اس دوران مجھے ایک اہم اطلاع ملی کہ برٹن نے انڈر ورلڈ کے ایک ٹریسٹرائیگر کے ذریعے ڈاکٹر کمال کو ٹریس کرایا ہے اور یہ ٹائیگر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے دنیا کے خطرناک ایجنٹ عمران کا شاگرد ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ عمران کو اس ٹائیگر کے ذریعے اطلاع مل جائے گی کہ برٹن نے ڈاکٹر کمال کو ٹریس کرایا ہے تو برٹن سے وہ چند لمحوں میں ہارڈ ایجنسی کے بارے میں جان جاتے اس لئے میں نے فوری طور پر اس غلطی کا مداوا کیا اور برٹن کو فٹش کرا دیا اور اس کے لئے کام ایک درمیانی آدمی نے کیا اس لئے اب کوئی مجھ تک نہ پہنچ سکے گا اور ہم محفوظ رہیں گے۔“ چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ ہمیں بہر حال اس پر نظر رکھنی چاہئے کہ ڈاکٹر کمال کی گمشدگی کا ملہ کس پر ڈالا جاتا ہے اور اگر پاکیشیا کی کوئی ایجنسی ہمارے متعلق جان جاتی ہے تو ہم اس کے مقابلے پر آ جائیں۔“ ہنری نے کہا۔

”جب وقت آئے گا تو اس بارے میں غور کر لیں گے۔“ چیف نے اس انداز میں جواب دیا جسے وہ اس بارے میں مزید بات نہ کرنا چاہتا ہو۔

”چیف۔ ڈاکٹر کمال کا کیا رد عمل ہے۔ کیا وہ ہمارے لئے کام کرنے پر آمادہ بھی ہے یا نہیں۔“ گیری نے کہا تو چیف کے ساتھ ساتھ ہنری بھی چونک پڑا۔

”تمہارے ذہن میں اچھا سوال ابھرا ہے۔ حکومت کو بھی یہی فطرہ تھا کہ ڈاکٹر کمال جیسا بڑا سائنس دان اس طرح اغوا ہونے کے بعد ہمارے سائنس دانوں سے مل کر کام کرنے سے انکار کر دے گا اور ایسے سائنس دان پر جبر بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ڈاکٹر کمال نے ہوش میں آنے کے بعد یہ معلوم ہونے پر کہ وہ اب ہمیشہ کے لئے کرائس آ گئے ہیں تو انہوں نے ہم سے مکمل تعاون کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے لئے انہوں نے چند شرائط رکھی تھیں۔ یہ شرائط ایسی تھیں جو ہمارے لئے مشکل نہ تھیں۔ دو کروڑ ڈالرز سوئٹزر لینڈ کے بینک میں، دو مخصوص گلرز کی حامل عورتیں ان کی خدمت گزاری کے لئے اور ہر سال ایک ماہ کے لئے کرائس میں لاڈ کے طور پر رہائش۔ چنانچہ اب وہ ہمارے لئے کام کر رہے ہیں۔“ چیف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیا خطرہ ہے۔ باقی رہا پاکیشیا کی کسی ایجنسی کی کارروائی کا خطرہ تو کچھ بھی ہو ہارڈ ایجنسی سے زیادہ فعال کوئی ایجنسی نہیں ہو سکتی۔“ گیری نے کہا۔

”اعلیٰ حکام نے اس سلسلے میں مزید فیصلے کئے ہیں اس لئے میں نے تمہیں کال کیا ہے۔“ چیف نے کہا۔

”حکم کریں چیف۔“ ہنری اور گیری دونوں نے کہا۔

”تم پر اعتماد کرتے ہوئے تمہیں بتایا جا رہا ہے کہ کرائس کا ایک متبوضہ جزیرہ خلیج لبسکے میں ہے جس کا نام منورکا ہے۔ ٹاپ سیکرٹ

لیبارٹری اس جزیرے منورکا میں ہے۔ اس جزیرے پر نیول فورس؛ اڑا ہے اور لیبارٹری کے لوگ نیول فورس کی خصوصی لائنوں اور نیل کاپڑوں کے ذریعے کرائس آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ لیبارٹری مکمل طور پر سیلڈ ہے۔ صرف کمپیوٹرز اسے اوپن کر سکتے ہیں اس لئے لیبارٹری میں کام کرنے والے ہر آدمی کو خصوصی چپ دی گئی ہے۔ اس چپ کی موجودگی میں وہ لیبارٹری سے باہر جاسکتا ہے اور باہر سے اندر آ سکتا ہے ورنہ وہ بھی لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکتی۔ ہارڈ ایجنسی کے لیڈ سیکشن کی ڈیوٹی منورکا پر لگا دی گئی ہے۔ یہ وہاں سیکورٹی کی ڈیوٹی ادا کرے گی۔ وہاں اس کا باقاعدہ آفس اور رہائش گاہیں ہوں گی اور تم دونوں نے اسے مانیٹر کرنا ہے۔ تمہیں وہاں فکس نہیں کیا جا رہا بلکہ یہ تمہاری مرضی ہوگی کہ تم وہاں کب جاتے ہو اور ہاں۔ اگر پاکیشیا یا کسی بھی دوسرے ملک کے ایجنٹس جی ایون یا ڈاکٹر کمال کے پیچھے آتے ہیں تو ان کا خاتمہ کرنے کرتا ہے۔ یہاں کرائس میں کس کو یا وہاں منورکا میں یا راستے میں۔ یہ سب سوچنا تمہارا کام ہے۔۔۔۔۔ چیف نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”نہیں چیف۔ ہمیں یہ چیلنج قبول ہے۔۔۔۔۔ گیری نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

”چیف۔ ایک بات قابل غور ہے۔۔۔۔۔ ہنری نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا۔۔۔۔۔ چیف نے چونک کر کہا۔

”چیف۔ کرائس میں تقریباً ہر ملک کے ایجنٹ موجود ہیں اور یقیناً ہمارے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتے رہتے ہوں گے۔ اب اگر ہماری منورکا میں سرگرمی ان کے سامنے آگئی تو وہ سب چونک پڑیں گے اور پھر جس بات کا علم اب تک کسی کو نہیں ہو سکا وہ سب کو ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ہنری نے کہا۔

”تو پھر تمہاری کیا تجویز ہے۔ کیا ہم وہاں ہر قسم کی نگرانی ختم کر دیں۔۔۔۔۔ چیف نے کہا۔

”میں نے یہ نہیں کہا چیف۔ میرا مقصد ہے کہ ہماری سرگرمیوں سے دوسرے معلومات حاصل کر سکتے ہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم یہیں رہیں۔ یہیں کام کریں اور اصل خطرہ پاکیشیا سے ہے تو پاکیشیائی ایجنٹوں سے یہیں نمٹا جائے۔ البتہ منورکا کا معاملہ بہت سنجیدہ ہے اس لئے وہاں مستقل لوگ مقرر کئے جائیں اور وہاں کسی قسم کی کوئی پابندی نہ لگائیں۔ ہر کام روٹین کے مطابق ہونا چاہئے تاکہ کوئی چونک نہ پڑے۔۔۔۔۔ ہنری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہماری سرگرمیاں الٹا ہمارے خلاف جائیں گی اس لئے میں تم پر جھوڑتا ہوں۔ جیسے چاہو سیٹ اپ کرو لیکن ہماری لیبارٹری بھی محفوظ رہنی چاہئے اور ڈاکٹر کمال کو بھی یہیں رہنا چاہئے۔۔۔۔۔ چیف نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا چیف۔۔۔۔۔ ہنری نے کہا تو چیف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سلیمان ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے چائے کے برتن اور بسکٹوں کی دو پلیٹس میز پر رکھ دیں۔

”باس آ جاتے تو مل کر پی لیتے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”صاحب نے چائے پینا کم کر دی ہے“..... سلیمان نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

”باس نے۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے“..... ٹائیگر نے قدرے پریشان سے لہجہ میں کہا۔

”اس لئے کہ میں نے ان کے لئے چائے بنانا کم کر دی ہے۔“ سلیمان نے جواب دیا اور خالی ٹرے اٹھائے واپس مڑ گیا۔

”کیوں۔ وجہ“..... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

”صاحب کو چائے کا ذوق ہی نہیں ہے۔ وہ ہر گرم پانی کو چائے سمجھ لیتے ہیں۔ ایسی بدذوقی مجھ جیسا آدمی کیسے برداشت کر سکتا ہے اس لئے میں نے صاحب کے لئے کم اور اپنے لئے زیادہ چائے بنانے کا فیصلہ کیا ہے“..... سلیمان نے مسکرا کر جواب دیا اور پھر تیزی سے مڑ کر سرے سے باہر چلا گیا تو ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے اپنے لئے چائے بنانا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ عمران آ گیا ہے اور چند لمحوں بعد جب عمران سنٹنگ روم میں داخل ہوا تو ٹائیگر احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ رمی سلام دعا کے بعد عمران نے ٹائیگر کو بیٹھنے کے لئے کہا اور خود بھی وہ سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ٹائیگر نے کار فلیٹ کے نیچے روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا عمران کے فلیٹ کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن پر لیس کر دیا۔

”کون ہے“..... اندر سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”میں ٹائیگر ہوں سلیمان“..... ٹائیگر نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھل گیا۔ ٹائیگر نے سلام کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

”صاحب تو سردار کے پاس گئے ہوئے ہیں“..... سلیمان نے کہا۔

”انہوں نے مجھے کال کر کے حکم دیا تھا کہ میں فلیٹ پر پہنچ جاؤں۔ وہ بھی آ رہے ہیں“..... ٹائیگر نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر سنٹنگ روم میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد

”آپ تو سردار کے ہاں چائے پی آئے ہوں گے۔“ سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں خالی ٹرے تھی اور اس نے میز پر پڑے چائے کے خالی برتن اٹھا کر ٹرے میں رکھنا شروع کر دیئے۔

”ارے ہاں۔ ایسی شاندار اور لذیذ چائے پینے کو ملی ہے کہ کیا بتاؤں۔ مجھے تو اب معلوم ہوا ہے کہ چائے ہوتی کیسی ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور کیا اب تک آپ گرم پانی پیتے رہے ہیں؟“ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ محسوس تو مجھے واقعی ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔“ سلیمان نے کہا اور ٹرے اٹھائے واپس مڑ گیا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ یہ تم کس بات پر اللہ کا شکر ادا کر رہے ہو؟“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس بات کا کہ اب آپ مجھے چائے بنانے کا تو نہیں کہیں گے کیونکہ مجھے تو چائے بنانا ہی نہیں آتی۔“ سلیمان نے جواب دیا اور تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

”میں نے تمہیں کبھی چائے بنانے کا نہیں کہا۔ چائے پلانے کا کہا ہے اس لئے خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ عمران نے

منہ بناتے ہوئے کہا اور ٹائیگر جوان دونوں کی دلچسپ باتیں سن کر بیٹھا مسکرا رہا تھا عمران کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

”باس۔ آپ نے مجھے کال کیا تھا۔“ ٹائیگر نے سلیمان کے اہر جانے کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ سنا ہے تم بہت اچھے ٹریس ہو اس لئے میں تمہارا امتحان دیتا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”میں تو کوشش کر سکتا ہوں۔ کسے ٹریس کرنا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”پاکیشیا کے ایک اہم سینئر سائنس دان ڈاکٹر کمال حسین چائیک اپنی رہائش گاہ سے لاپتہ ہو گئے ہیں۔ انہیں ٹریس کرنا ہے۔ میں ان کی رہائش گاہ چیک کر کے آ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”ڈاکٹر کمال لاپتہ ہو گئے ہیں۔ کیا مطلب۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“ تو جعلی کرنسی کا مسئلہ تھا۔“ ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار

چمک پڑا۔

”جعلی کرنسی۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ آپ اس ڈاکٹر کمال حسین کی بات کر رہے ہیں جن کی رہائش گاہ ڈان کالونی کی کوئی نمبر سسٹی اے میں ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں وہی۔ بات کیا ہے۔ کھل کر بات کرو“..... عمران نے کہا۔

”باس۔ ایک کلب کا مالک اور جزل میجر برٹن میرا دوست ہے۔ اس کے آج تک ہاتھ صاف رہے ہیں۔ وہ صرف کلب تک ہی محدود رہتا ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ پاکیشیا کے سائنس دان ڈاکٹر کمال نے کلب میں جوا کھیلایا اور پھر جیتی ہوئی رقم اس نے غیر ملکی کرنسی میں تبدیل کرانی چاہی تو برٹن کا میجر اسے برٹن کے پاس لے آیا۔ برٹن نے اسے غیر ملکی کرنسی دے دی۔ بعد میں پتہ چلا کہ ڈاکٹر کمال نے دس لاکھ روپے کی جعلی کرنسی جیتی ہوئی رقم میں شامل کر کے برٹن سے تبدیل کرانی ہے لیکن برٹن اس ڈاکٹر کمال حسین کی رہائش گاہ نہ جانتا تھا۔ اس نے مجھ سے بات کی کہ وہ اسے شرمندہ کرنا چاہتا ہے اور اپنی کرنسی واپس لیتا چاہتا ہے۔ میں نے تھوڑی سی کوشش سے ڈاکٹر کمال حسین کی رہائش گاہ ٹریس کر لی اور برٹن کو فون پر بتا دیا۔ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر کمال حسین لاپتہ ہو گئے ہیں“..... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تو یہ تم تھے جس نے ڈاکٹر کمال حسین کو ٹریس کیا اور تمہارا وجہ سے وہ اغوا کر لئے گئے“..... عمران کے لہجے میں غراہٹ آگئی تھی۔

”آئی ایم سوری باس۔ میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے اور میں اب انہیں ٹریس کر لوں گا۔ آپ مجھے تفصیل

بتائیں“..... ٹائیگر نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔ اسے واقعی شرم آ رہی تھی کہ اس کی حماقت کی وجہ سے یہ وقوعہ ہوا۔

”ڈاکٹر کمال حسین کے چار ملازمین کو پہلے بے ہوش کیا گیا اور پھر انہیں بے ہوشی کے دوران ہی ہلاک کر دیا گیا جبکہ ڈاکٹر کمال حسین غائب ہیں۔ نہ وہ بے ہوش ملے ہیں اور نہ ہی ان کی لاش ملی ہے۔ وہاں میں نے چیکنگ کی ہے۔ ایک لوکارڈ گاڑی کے ملازموں کے نشانات موجود ہیں اور تمہیں معلوم ہو گا کہ لوکارڈ گاڑیوں کی تعداد بھی بے حد کم ہے۔ شاید دارالحکومت میں دس یا بارہ یا اس سے کچھ زیادہ گاڑیاں ہوں گی۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر کمال کو بے ہوش کر کے لوکارڈ گاڑی میں ڈال کر لے جایا گیا ہے۔ اب تم نے انہیں ٹریس کرنا ہے“..... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”میں ابھی جا کر برٹن کے حلق سے سب کچھ اٹھوا لوں گا باس“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ایسے معاملات میں حماقتیں نہیں کی جاتیں۔ یا تو اس برٹن کو ہلاک کر دیا گیا ہو گا یا صرف اس کے ذمے ٹرینگ کا کام لگایا گیا ہو گا۔ باقی اسے کسی بات کا علم نہ ہو گا“..... عمران نے کہا۔

”میں فون کر کے برٹن سے بات کرتا ہوں“..... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا تو ٹائیگر نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے

لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

”ریواز کلب“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں۔ برٹن سے بات کراؤ“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ۔ چیف کو رات ان کی رہائش گاہ پر ہلاک کر دیا گیا ہے۔

آپ میجر جیمز سے بات کر لیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا لیکن ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

”جیسا میں نے کہا تھا ویسے ہی ہوا۔ بہر حال لوکارڈ گاڑی کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے معلوم کرو کہ ڈاکٹر کمال حسین کہاں ہیں اور کن لوگوں نے انہیں اغوا کیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”یس ہاس۔ میں جس قدر جلد ممکن ہو سکا یہ کام کروں گا۔ مجھے اجازت دیں“..... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے جلد از جلد رپورٹ چاہئے کیونکہ ڈاکٹر کمال جس فارمولے پر کام کر رہے ہیں وہ پاکیشیا کے دفاع کے لئے بے حد اہم ہے اور اس پر حکومت پاکیشیا نے بھاری سرمایہ لگایا ہے“۔ عمران نے کہا۔

”یس ہاس۔ میں آپ کو جلد از جلد رپورٹ دوں گا“..... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر نے اسے سلام

کیا اور واپس مڑ کر سنگ روم سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کا دل اور دماغ اس وقت طوفانوں کی زد میں تھا۔ اسے مسلسل یہ احساس ہو رہا تھا کہ اسے پاکیشیا کے مفادات کے خلاف استعمال کیا گیا ہے اور وہ احمقوں کی طرح دشمنوں کے ہاتھوں استعمال ہوتا رہا ہے۔ اب اسے برٹن کی تمام گفتگو میں جھول محسوس ہو رہا تھا جبکہ اس وقت اس کے ذہن میں معمولی سا خیال بھی نہ آیا تھا کہ برٹن نے جو کچھ کہا ہے اس میں کوئی جھول ہے اور اب برٹن کی موت سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی تھی کہ برٹن بھی اس کی طرح دشمنوں کے ہاتھوں استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ڈاکٹر کمال حسین کو جس قدر جلد ممکن ہو سکا وہ ڈھونڈ نکالے گا ورنہ اسے بھی معلوم تھا کہ وہ عمران سے کبھی آنکھ نہ ملا سکے گا۔

فلپ سے نیچے اتر کر وہ ایک سائینڈ پر موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ پہلے اس کا خیال تھا کہ برٹن کے ذریعے وہ آگے بڑھ سکے گا لیکن اب برٹن کی ہلاکت کے بعد اس نے لوکارڈ کار کے ذریعے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا اس لئے اس نے کار کا رخ دھیکو رجسٹریشن آفس کی طرف کر دیا۔ اس کا وہاں ایک دوست حامد موجود تھا۔ ٹائیگر نے آفس پارکنگ میں کار روکی اور پھر اتر کر وہ حامد کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ حامد آفس پر ننڈنٹ تھا۔ آفس کا دروازہ بند تھا اور باہر باقاعدہ دربان موجود تھا لیکن ٹائیگر نے



کتنی لوکارڈ کاریں دارالحکومت میں موجود ہیں اور کس کس کی ملکیت ہیں۔ بالکل اپ ٹو ڈیٹ معلومات۔ مجھے ایک لوکارڈ کار کو ٹریس کرنا ہے جس نے ہمارے گروپ کے ایک آدمی کو اغوا کر لیا ہے۔ ٹائیگر نے کہا۔

”لیکن تم ان کے رجسٹریشن نمبرز اور مالکوں کے نام و پتے پڑھ کر کیسے لوکارڈ کار کو ٹریس کرو گے کہ یہ تمہاری مطلوبہ کار ہے۔“ حامد نے کہا۔

”یہ میرا کام ہے۔ تم اس پر سرت کھاؤ۔“ ٹائیگر نے کہا۔  
 ”تم مشروب پیو میں کیپیوٹر سے فہرست تیار کر کے آرہا ہوں۔“  
 حامد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر موجود بٹن پریس کر دیا۔

”لیس سر۔“ باہر بیٹھا ہوا دربان دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

”مشروب لے آؤ اور صاحب کو دو۔ میں ایک کام کر کے آتا ہوں۔“ حامد نے کہا۔

”جی صاحب۔“ دربان نے کہا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ حامد مڑ کر اندرونی دروازہ کھول کر دوسری طرف غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد دربان ایک بار پھر اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں مشروب کی بوتل تھی۔ اس نے بوتل ٹائیگر کے سامنے رکھی اور خود مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ٹائیگر نے بوتل

اس کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ آفس ٹیبل کے پیچھے بیٹھا حامد، ٹائیگر کو اس طرح اچانک آتے دیکھ کر بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”ٹائیگر تم اور وہ بھی بغیر اطلاع۔ خیریت تو ہے۔“ حامد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چھوڑو تکلفات۔ یہ لو تمہارے لئے رقم لے آیا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا اور جیب سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس نے حامد کے سامنے میز پر رکھ دی اور خود سائیڈ پر پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”یہ۔ یہ کیا ہے۔ کیا مطلب ہوا اس کا۔“ حامد نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی نظریں نوٹوں کی گڈی پر اس طرح جبی ہوئی تھیں جیسے ان سے نظریں ہٹانا بہت بڑا جرم ہو۔

”اسے اپنی جیب میں ڈال لو اور میری بات سنو۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو حامد نے اس طرح گڈی پر جھپٹا مارا جیسے ایک لمبے کی بھی دیر ہو گئی تو نوٹوں کی یہ گڈی غائب ہو جائے گی۔

”بب۔ بب۔ بات بتاؤ۔ کیا کرنا ہے میں نے۔“ حامد نے گڈی کو چیٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے کے عضلات خوشی کی وجہ سے کپکپا رہے تھے۔

”مجھے لوکارڈ کاروں کے بارے میں مکمل معلومات چاہئیں کہ

اسے یہ تو بتا دیا تھا کہ یہ نشانات لوکارڈ کار کے مخصوص نشانات ہیں اس لئے عمران نے اسے لوکارڈ کاریں چیک کرنے کا کہا تھا لیکن وہ اب پہلے خود ان نشانات کو دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سائل کلب کے بروٹارڈ نے بھی حال ہی میں جدید ماڈل کی لوکارڈ کار خریدی ہے اور اس کی کار کا رنگ بھی عام کاروں سے قدرے مختلف ہے۔ اس کا رنگ انڈے کی طرح سفید ہونے کی بجائے قدرے میلا سفید تھا جسے سیاہ پر ہلکا وائٹ کٹر کیا جائے تو میلا رنگ سامنے آ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ڈان کالونی پہنچ گئی۔ اس نے مطلوبہ کنویں جلد ہی ٹریس کر لی اور کار روک کر وہ نیچے اترا۔ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھے ہوئے کارڈز میں سے ایک کارڈ منتخب کیا اور باقی کارڈز واپس اسی جیب میں رکھ کر وہ آگے بڑھا اور اس نے کال تیل کا بیٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد چھوٹا پھانک کھلا اور ایک بادرونی شخص باہر آ گیا۔

”سیکس پولیس سروس انسپکٹر رضوان“..... ٹائیگر نے کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں سر۔ فرمائیے“..... اس نے کارڈ لینے کی بجائے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

”میں صرف پورچ میں موجود کار کے ٹائروں کے نشانات چیک کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر کمال کے لاپتہ ہونے کی انکوائری سیکس پولیس سروسز کے ذمے لگا دی گئی ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

انٹائی اور سڑا سے منہ لگا کر اس نے مشروب پینا شروع کر دیا۔ بوتل خالی ہونے پر اس نے اسے میز کے نیچے کر کے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد اندرونی دروازہ کھلا اور حامد ایک لمبا سا کاغذ ہاتھ میں پکڑے اندر داخل ہوا۔

”یہ لو۔ دارالحکومت تو کیا پورے پاکستان میں لوکارڈ کاروں کا بانیو ڈیٹا۔ دارالحکومت کا خانہ علیحدہ ہے اور دیگر بڑے شہروں کا علیحدہ رجسٹریشن نمبر اور مالک کا نام و پتہ درج ہے“..... حامد نے کاغذ ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ان کے ماڈل وغیرہ بھی موجود ہیں یا نہیں“..... ٹائیگر نے کاغذ لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تمام تفصیل موجود ہے“..... حامد نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے کاغذ کو پڑھنا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک وہ اس فہرست کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کی نظریں ایک جدید ماڈل کی لوکارڈ کی تفصیل پر پڑیں۔ یہ کار سائل کلب کے مالک بروٹارڈ کے نام رجسٹرڈ تھی اور ٹائیگر بروٹارڈ کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ ہر قسم کے بڑے جرائم میں ملوث رہتا تھا۔ ویسے زیادہ تر وہ دوسرے ممالک کی تنظیموں کو یہاں دارالحکومت میں مدد فراہم کرتا تھا۔ اس نے کاغذ کو تھم کر کے اپنی جیب میں ڈالا اور حامد کا شکریہ ادا کر کے وہ اس کے آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ڈان کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عمران نے

میں کہا۔

”ہاں۔ ایک منٹ رکو۔ تمہیں فائدہ ہوگا“..... ٹائیگر نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو وہ رک گیا لیکن اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ قریب پہنچ کر ٹائیگر نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکالا اور اسے ملازم کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”یہ تمہارا ہو سکتا ہے اگر تم جج میرے سوالوں کا جواب دے اور سنو۔ تمہارا نام بھی سامنے نہیں آئے گا“..... ٹائیگر نے اس کے کاندھے پر ہتھکی دیتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ مگر صاحب۔ یہ۔ یہ کیا مطلب“..... ملازم نے ہتھائی حیرت بھرے لہجے میں رک رک کر کہا لیکن اس نے نوٹ کو جلدی سے مٹھی بھینچ کر اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

”تم نے لوکارڈ کار دیکھی ہوئی ہے۔ وہ کار جس کے بونٹ پر چھلانگ مارتا ہوا سیاہ چیتا نظر آتا ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”جج۔ جج۔ جی ہاں۔ میں نے دیکھی ہے۔ ہم سے چوتھی کوشی والوں کے پاس چیتے والی کار ہے“..... ملازم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سامنے ڈاکٹر صاحب کی کوشی میں بھی ایک ایسی ہی کار آئی تھی اور کچھ دیر رک کر چلی گئی تھی۔ کیا تم نے اسے دیکھا تھا“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”آپ کا تعلق پولیس سے ہے“..... ملازم نے کانپتے ہوئے

”آئیے“..... اس باوردی شخص نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ ٹائیگر نے کارڈ واپس جیب میں ڈالا اور اس آدمی کے پیچھے چلتا ہوا کوشی میں داخل ہو گیا۔ وہاں دو اور باوردی افراد موجود تھے لیکن وہ شاید اپنے ساتھی کو ٹائیگر کے ساتھ دیکھ کر خاموش رہے۔ ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا پورچ کی طرف بڑھ گیا جس میں اس وقت بھی ایک پرانے ماڈل کی کار موجود تھی اور پھر ٹائیگر کی نظریں کار کے بازوؤں کے انتہائی مدہم نشانات پر پڑ گئیں تو وہ ان کی طرف بڑھا اور اکڑوں بیٹھ کر غور سے ان مدہم نشانات کو دیکھنے لگا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی کیونکہ جو نشانات اس نے دیکھے تھے وہ جدید ترین ماڈل لوکارڈ میں لگائے گئے تھے اور انہیں اس انداز میں ڈیزائن کیا گیا تھا کہ لوکارڈ کا لوگو چیتا سڑک پر دوڑتا ہوا نظر آتا تھا اور وہ اسے غور سے دیکھنے پر نظر آ گیا تھا۔ اب یہ بات تو طے تھی کہ ڈاکٹر کمال کو جدید ترین ماڈل کی لوکارڈ کار میں لے جایا گیا تھا۔ وہ دربان کا شکر یہ ادا کر کے کوشی سے باہر آ گیا اور پھر اس کی نظریں سامنے والی کوشی کے گیٹ سے نفلتے ہوئے ایک دربان پر پڑیں جو ہاتھ میں ایک تھیلا پکڑے ہوئے شاید مارکیٹ جا رہا تھا۔

”ایک منٹ“..... ٹائیگر نے سڑک کراس کر کے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”آپ نے مجھے کہا ہے“..... اس ملازم نے حیرت بھرے لہجے

”نہیں جناب۔ ویسے بھی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں“..... ملازم

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کوئی خاص نشانی جو تمہیں یاد رہ گئی ہو“..... ٹائیگر نے کہا۔

”نشانی۔ نہیں جناب۔ ایسی تو کوئی نشانی مجھے یاد نہیں ہے۔

ووہ۔ اوہ۔ ہاں۔ اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ اس کار کے چوڑے بھر

پر درمیان میں کوئی نشان بنا ہوا تھا۔ وہ۔ وہ نشان۔ ہاں۔ وہ نشان

ٹھٹھکی ہوئی تھلی کا تھا۔ بس میں نے چند لمحوں کے لئے دیکھا تھا۔

مجھے تو یاد بھی نہیں تھا۔ اب آپ کے یاد دلانے پر مجھے یاد آیا

ہے“..... ملازم نے جواب دیا تو ٹائیگر کے منہ سے بے اختیار

الہیمان بھرا سانس نکل گیا کیونکہ یہ نشان شائل کلب کا مخصوص

نشان تھا اور اس کے بورڈ پر بھی بنا ہوا تھا۔ اب وہ کنفرم ہو گیا تھا

کہ شائل کلب کی کار میں ڈاکٹر کمال کو لے جایا گیا ہے۔ اس نے

ملازم کا شکر یہ ادا کیا اور واپس مڑ کر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار شائل کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی

تھی۔ وہ اس لئے مسلسل کام کر رہا تھا تاکہ وہ جلد از جلد کھوج لگا

کر عمران کو رپورٹ دے سکے۔ شائل کلب مضامقات میں تھا۔ اس

کی عمارت چار منزلہ تھی۔ وسیع و عریض احاطے میں چار منزلہ

خوبصورت عمارت بنی ہوئی تھی۔ وسیع پارکنگ کے علاوہ وہاں

بمبے سے بھرے ہوئے قطعات بھی تھے جن کے درمیان

خوبصورت فوارے چلتے رہتے تھے اس لئے یہاں کا ماحول انتہائی

لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں صحافی ہوں۔ پولیس والے ایسے نوٹ دے کر

پوچھ گچھ نہیں کیا کرتے اور سنو۔ سچ بچ بتا دو۔ تمہارا نام سامنے نہیں

آئے گا“..... ٹائیگر نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ میں نے سفید لیکن ٹیالے رنگ کی کار ڈاکٹر صاحب

کی کونٹری سے باہر آتے دیکھی تھی۔ پھر کار رک گئی اور ایک آدمی جو

غیر ملکی تھا باہر آیا اور اس نے اندر جا کر پھانک بند کیا اور پھر چھوٹا

پھانک باہر سے بند کر کے کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میں حیران تو ہوا

کہ ڈاکٹر صاحب کے ملازم نے پھانک بند کیوں نہیں کیا لیکن پھر

میں سمجھا کہ شاید وہ چھٹی پر ہوں کیونکہ اکثر ان کے ملازم چھٹی پر

رہتے ہیں کیونکہ ڈاکٹر صاحب کبھی کبھار ہی یہاں آتے ہیں اس

لئے میں نے زیادہ پرواہ نہ کی۔ پھر میں نے پولیس اور فوجیوں کو

دیکھا۔ ایک پولیس والے سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ ڈاکٹر صاحب

کے چاروں ملازموں کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب غائب

ہیں۔ پولیس والوں نے مجھ سے بھی پوچھ گچھ کی لیکن میں نے انہیں

بھی کہا کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا اور انہیں کچھ نہیں بتایا کیونکہ ہو

سکتا تھا کہ وہ مجھے بھی کسی الزام میں پکڑ لیتے۔ انہوں نے تو کتنی

پوری کرنا ہوتی ہے تا جناب“..... ملازم نے جواب دیتے ہوئے

کہا۔

”تم نے کار کا نمبر دیکھا تھا“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

دیدہ زیب اور خوشگوار نظر آتا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ شہر کا اعلیٰ طبقہ اس کلب میں آنے کو ترجیح دیتا تھا۔

ٹائیگر بھی کئی بار یہاں آ چکا تھا۔ گو بروناؤ سے تو اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی لیکن اسٹنٹ منیجر مارٹی اس کا پرانا واقف اور دوست تھا۔ مارٹی اویسز عمر آدمی تھا اور کلبوں میں ہی اس کی زندگی گزری تھی اس لئے اسے بڑا تجربہ کار منیجر سمجھا جاتا تھا اور ٹائیگر مارٹی سے ہی ملنے جا رہا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد وہ سائل کلب پہنچ گیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے پارکنگ بوائے سے کارڈ لیا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چونکہ یہ دن کا وقت تھا اس لئے یہاں نہ ہونے کے برابر لوگ تھے۔ مارٹی کا آفس دوسری منزل پر تھا۔ ٹائیگر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں اس وقت دو نوجوان لڑکیاں موجود تھیں۔

”نہیں سر“..... ان میں سے ایک نے ٹائیگر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

”میرا نام ٹائیگر ہے اور مجھے منیجر مارٹی سے ملنا ہے۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں“..... ٹائیگر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا آپ کی ملاقات پہلے سے طے شدہ ہے“..... لڑکی نے کہا۔

”نہیں۔ آپ ابھی فون کر کے طے کرادیں“..... ٹائیگر نے کہا۔

فون لڑکی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سامنے رکھے انٹرکام کا میسرور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو مین پرپس کر دیئے۔

”نہیں“..... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ ٹائیگر چونکہ قریب کھڑا تھا اس لئے دوسری طرف سے آنے والی آواز اس کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تھی۔

”کاؤنٹر سے میکی بول رہی ہوں سر۔ جناب ٹائیگر تشریف لائے ہیں اور آپ سے فوری ملاقات چاہتے ہیں“..... لڑکی نے کہا۔

”فوری سمجھا دو“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو لڑکی نے میسرور رکھا اور سائیڈ پر موجود ایک نوجوان کو اشارے سے بلایا۔

”صاحب کو مارٹی صاحب کے آفس چھوڑ آؤ“..... لڑکی نے نوجوان سے کہا۔

”آئیے جناب“..... نوجوان نے کہا۔

”مجھے گائیڈ کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ مارٹی کا آفس کہاں ہے۔ شکریہ“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور سائیڈ پر موجود لفٹوں کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں چار لفٹس تھیں جن میں سے اس وقت تین بند تھیں کیونکہ ہال تقریباً خالی پڑا ہوا تھا۔ صرف ایک لفٹ درنگ میں تھی۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ وہاں موجود دو دربان خاموش کھڑے تھے۔ ٹائیگر نے منیجر کے آفس کے بند دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ٹائیگر

اندر داخل ہوا تو میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر مارٹی نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔

”آؤ ٹائیگر۔ ویل کم۔ آؤ بیٹھو“..... مارٹی نے سائیڈ سے ہو کر آگے آکر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”شکریہ“..... ٹائیگر نے کہا اور سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔  
”آج اس وقت آنا ہوا۔ کوئی خاص بات“..... مارٹی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے اطلاع ملی تھی کہ تمہارا جزل میگزین برطانوی اپنی جدید لوکارڈ گاڑی فروخت کرنا چاہتا ہے۔ مجھے بھی یہ گاڑی بے حد پسند ہے اور پھر اس کا کلر جو نیلا سفید ہے وہ بھی مجھے پسند ہے۔ میں نے سوچا کہ پہلے تم سے مل لوں۔ شاید کوئی رعایت ہو جائے“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چیف گاڑی بیچ رہا ہے۔ نہیں۔ میں نے تو نہیں سنا۔ یہ گاڑی تو انہیں ذاتی طور پر بے حد پسند ہے۔ تم سے کس نے کہا ہے۔“  
مارٹی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ساری انڈر ورلڈ میں یہ بات ہو رہی ہے۔ کہاں ہے تمہارا چیف۔ میں اس سے خود بات کرتا ہوں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اس وقت تو وہ اپنی رہائش گاہ پر ہو گا اور شاید سویا ہوا ہو۔ رات کو آئے گا۔ پھر میں موقع دیکھ کر بات کروں گا۔ تم کل مجھ سے فون پر بات کر لینا۔ اگر چیف نے واقعی ارادہ کر لیا ہے تو میں

تمہیں ذاتی حوالے سے کافی رعایت دلوا دوں گا“..... مارٹی نے کہا۔

”تمہارا چیف گلشن کالونی میں ہی رہتا ہے نا۔ میں نے اسے وہاں کل دیکھا تھا“..... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اے نہیں۔ وہ گرین ٹاؤن میں رہتا ہے۔ ہاں چار سال پہلے وہ واقعی گلشن کالونی میں ہی رہتا تھا“..... مارٹی نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”گرین ٹاؤن۔ کہاں اے یا بی میں“..... ٹائیگر نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے روٹین کی بات ہو رہی ہو۔

”سیون اے“..... مارٹی نے دیے ہی ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار گرین ٹاؤن کی طرف بڑھی چلی جا دی تھی۔ وہ رات کا انتظار نہیں کر سکتا تھا اس لئے مضافاتی علاقے سے واپس دارالحکومت کی دوسری طرف واقع گرین ٹاؤن کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پھر تقریباً سوا گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد اس کی کار گرین ٹاؤن میں داخل ہو گئی اور چند لمحوں بعد وہ سیون اے گلی کے قریب بنی ہوئی پبلک پارکنگ میں داخل ہو گیا۔ اس نے کار کی سائیڈ میٹ اٹھائی۔ اس میں موجود ماسک میک اپ باکس نکال کر باہر رکھا اور ساتھ ہی بے ہوش کر دینے والی ٹیکس کا پمپل

بھی نکال کر جیب میں ڈال لیا۔ ساتھ ہی اینٹی گیس بوتل بھی اس نے اٹھالی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب بروٹارڈ سے ڈاکٹر کمال کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہی واپس جائے گا۔ سیٹ بند کر کے اس نے میک اپ ہاکس سے ایک ماسک نکالا اور اسے منہ اور سر پر چڑھا کر اس نے کار میں لگے ہوئے آئینے میں دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے ماسک کو ایڈجسٹ کرنا شروع کر دیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر مسکرا دیا۔ کیونکہ اس کا چہرہ اور سر کے بالوں کا انداز یکسر بدل گیا تھا۔ گیس پہل وہ پہلے ہی جیب میں ڈال چکا تھا۔ میک اپ ہاکس بند کر کے اس نے سیٹ کے نیچے رکھا اور کار سے باہر آ کر اس نے کار لاک کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ اپنی مطلوبہ کوشی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کوشی کی سائینڈوں میں موجود چھوٹی سڑک تقریباً خالی تھی کیونکہ زیادہ ٹریفک بڑی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔ تقریباً درمیان میں پہنچ کر ٹائیگر نے بجلی کی سی تیزی سے گیس پہل نکالا اور ایک لمبے سے بھی کم عرصہ میں اس نے یکے بعد دیگرے چار کپسول اندر فائر کئے اور پہل کو واپس جیب میں ڈال لیا اور اسی طرح چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ کوشی کے عقب میں ایک گلی تھی جس میں کوڑا کرکٹ کے ڈرم موجود تھے۔ کوشی کی چار دیواری خاصی اونچی تھی اور ڈرم بھی دیوار سے کافی فاصلے پر تھے اور کوڑا کرکٹ سے بھرے

ہوئے تھے اس لئے ٹائیگر انہیں دیکھ لیں کر دیوار کے ساتھ نہ لگا سکتا تھا۔ ٹائیگر کے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ویسے ہی اچھل کر دیوار پر چڑھے اور پھر اندر کود جائے۔ ٹائیگر چند قدم پیچھے بنا اور پھر دوڑتا ہوا آیا اور تیزی سے اچھلا تو اس کا جسم اس طرح فضا میں اٹھتا چلا گیا جس طرح پول والٹ کا کھلاڑی بالوں کی مدد سے انتہائی اونچائی تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے صرف ہاتھ دیوار کی منڈیر پر پڑے نہیں ٹائیگر نے ہاتھ پڑتے ہی اپنے پورے جسم کو اوپر اٹھا کر قلابازی کھائی اور اس کا جسم قلابازی نہ کر گھومتا ہوا اندر مرا لہین جیسے ہی ٹائیگر کے پیروں نے زمین چھوئی اور ہلکا سا دھکا ہوا تو ٹائیگر ایک بار پھر لانگ جمپ کے انداز میں اچھلا اور پھر اس طرح اطمینان سے کھڑا ہو گیا جیسے وہ دیوار سے کود کر اندر آنے کی بجائے ویسے ہی چلتا ہوا اندر آ گیا ہو۔

اسے معلوم تھا کہ اندر بے ہوشی کی گیس پھیل جانے کی وجہ سے کوشی کے اندر جو لوگ بھی موجود ہوں گے وہ بے ہوش پڑے ہوں گے اور مخصوص گیس اب تک فضا میں مل کر اپنے اثرات ختم کر چکی ہوگی اس لئے وہ اطمینان سے چلتا ہوا سائینڈ گلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سائینڈ گلی سے جب ٹائیگر فرنٹ سائینڈ پر آیا تو وہاں گاڑی روم کے قریب ایک گاڑی زمین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا جبکہ پورچ میں گاڑی کار کھڑی تھی۔ ٹائیگر اس کار کی طرف بڑھا کیونکہ اسے گیس

برونارڈ اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھائی وی پر ڈی وی ڈی کے ذریعے اپنی پسندیدہ فلم دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ شراب بھی پیتا جا رہا تھا۔ وہ رات کو کلب جاتا تھا اور وہاں سے پچھلی رات واپس آ کر سوتا تھا اور پھر دن چڑھے تک سوتا رہتا تھا۔ البتہ دن چڑھے اٹھنے کے بعد اس کا پسندیدہ مشغلہ ٹی وی پر ڈی وی ڈی کے ذریعے اپنی پسندیدہ فلمیں دیکھنا تھا اور ساتھ ساتھ وہ مسلسل شراب بھی پیتا رہتا تھا۔ یہ اس کا روزانہ کار معمول تھا۔ یہ فلمیں زیادہ تر ایکشن اور جاسوسی پر مبنی ہوتی تھیں کیونکہ برونارڈ جو کرانسی تھا، کرانسی میں ایک ایسی مجرم تنظیم سے وابستہ رہا تھا جو ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتی تھی اور برونارڈ اس کا خاصا معروف ایجنٹ تھا۔ اس کے لئے اس نے باقاعدہ تربیت بھی لی تھی۔ پھر اب سے تقریباً چھ سات سال قبل اس تنظیم کا سربراہ ایک مقابلے میں مارا

کی وجہ سے کسی کے یہاں ہوش میں ہونے کا کوئی تصور ہی نہ تھا اس لئے وہ پہلے کار کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ کار کے فرنٹ بمپر کے درمیان میں ایک تیلی بنی ہوئی بھی نظر آ رہی تھی جو اڑ رہی تھی۔ کار کار تک بھی غیلا سفید تھا اور وہ جدید ماڈل کی کار تھی۔

ٹائیگر اب کنفرم ہو گیا کہ یہی کار ڈاکٹر کمال کے اغوا میں استعمال کی گئی ہے اس لئے وہ اب برونارڈ سے ساری معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ وہ عمارت کے اندر جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اسے برآمدے کے ایک ستون کے پیچھے حرکت نظر آئی۔ اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ ستون کے پیچھے سے شعلہ نظر آئے اور اس کے ساتھ ہی تروزاہٹ کی آوازیں سنائی دیں تو ٹائیگر نے یکفخت غوطہ لگایا اور گولیاں اس کے پہلو کے قریب سے ٹھکی چلی گئیں۔ غوطہ کھا کر وہ ابھی سیدھا بھی نہ ہوا تھا کہ ایک بار پھر تروزاہٹ کی آوازیں سنائی دیں اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے کئی گرم سلاخیں اس کے جسم میں اترتی چلی گئی ہوں۔ اس کا سانس یکفخت رک گیا۔ اس نے جھکے سے سانس لینے کی کوشش کی لیکن سانس جیسے اس کے حلق میں پتھر بن کر انک گیا ہو اور ایک لمحے سے بھی کم وقت میں اس کا ذہن مکمل طور پر تاریک پڑتا چلا گیا۔



اسے باز کر لیا جاتا تھا۔ اس طرح بروناڈ کو معمولی کام کر کے بھاری معاوضہ مل جایا کرتا تھا۔ بروناڈ نے گزشتہ دنوں ایجنسی کے ایک ایسے کام میں معاونت کی تھی جس کا معاوضہ اسے اس کی توقع سے بھی زیادہ ملا تھا۔ یہ ایک سائنس دان کو اس کی کوئی سے انگو کا کام تھا اس کام کے لئے ایجنسی کے دو مرد ایجنس پائیکشیا آئے تھے۔ بروناڈ نے انہیں اس لئے اپنی کار دی تھی کہ وہ ٹریفک کی چیکنگ سے بچ سکیں کیونکہ اس کے مقامی پولیس کے بڑے افسران سے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ یہ پولیس آفیسرز اس کے کلب میں آتے جاتے رہتے تھے اور بروناڈ نہ صرف ان کی خصوصی خدمت کراتا تھا بلکہ انہیں ماہانہ معاوضہ بھی دیا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی کار پر لگی ہوئی اڑتی ہوئی تلی کی تصویر بڑی اہمیت اختیار کر گئی تھی اور پولیس کے اعلیٰ حکام نے تمام ٹریفک پولیس کے افسران اور ٹریفک سپاہیوں کو اس بارے میں خصوصی ہدایات دے رکھی تھیں کہ اس کار کو نہ روکا جائے اور نہ ہی چیک کیا جائے۔

چونکہ کرانی ایجنٹوں نے ڈائریک کمال کو بے ہوش کر کے کار میں ڈال کر بندرگاہ لے جانا تھا اس لئے اگر اسے راستے میں چیک کر لیا جاتا تو معاملہ بری طرح بگڑ سکتا تھا اس لئے بروناڈ نے اس مشن کے لئے ان ایجنٹوں کو اپنی کار دی تھی اور پھر ان ایجنٹوں نے بڑے اچھے انداز میں کام کر کے اس سائنس دان کو انگو کیا اور پھر اسے بندرگاہ پہنچا کر انہوں نے کار واپس کر دی تھی۔ بعد میں

گیا تو اس کی جگہ جس شخص نے لی اس سے بروناڈ کی نہ بنتی تھی اس لئے اس شخص کے سربراہ بنے ہی بروناڈ تنظیم اور کرائس چھوڑ کر پائیکشیا آ گیا اور یہاں اس نے مضافاتی علاقے میں ایک کلب بنایا جس کا نام شامل کلب تھا۔

یہ کلب امراء اور طبقہ اشرافیہ میں بے حد مقبول ہوا تو بروناڈ کی دولت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ اس نے اب یہاں گرین ٹاؤن میں ایک بڑی کوئی خریدی اور یہاں رہائش پذیر ہو گیا۔ اسے جدید اور مہنگی گاڑیاں خریدنے کا بے حد شوق تھا۔ اس وقت بھی اس کے پاس لوکارڈ جیسی مہنگی گاڑی تھی جس کا جدید ترین ماڈل اس نے خرید لیا تھا اور بھاری ٹیکس اور کسٹم کی ادائیگی کے بعد اب یہ گاڑی اس کی ملکیت تھی۔ کرائس سے آنے کے باوجود کرائس کے بہت سے لوگوں کے ساتھ اس کے گہرے رابطے تھے جن میں ایک گریگ بھی تھا۔ گریگ، بروناڈ کا کلاس فیلو رہا تھا اور جب بروناڈ مجرم تنظیم میں شامل تھا تو گریگ ایک سرکاری ایجنسی سے وابستہ ہو گیا تھا اور پھر اپنے کارناموں سے وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور اب وہ کرائس کی ایک بڑی اور طاقتور ایجنسی کا چیف تھا۔

گریگ کے چیف بن جانے کے باوجود بروناڈ سے اس کی دوستی قائم تھی۔ بروناڈ جب بھی کرائس جاتا تھا تو وہ وقت نکال کر گریگ سے ضرور ملتا تھا اور گریگ بھی ایجنسی کے چھوٹے موٹے کام جنہیں پائیکشیا میں سرانجام دیا جاتا ہوتا تو ایجنسی کی طرف سے

گرگ نے بھی فون کر کے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ویسے اسے اس معمولی سے کام کا جو معاوضہ ملا تھا اس نے بھی اسے خوش کر دیا تھا۔ اس وقت بروٹارڈ کمرے میں بیٹھا شراب پیتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ شراب کا گلاس خالی ہو گیا۔ اس نے مڑ کر میز پر پڑی ہوئی بوتل کو اٹھایا تاکہ گلاس میں مزید شراب ڈالے لیکن بوتل خالی تھی۔ وہ اٹھا اور الماری کی طرف بڑھ گیا لیکن دوسرے لمحے اسے یہ دیکھ کر جھٹکا لگا کہ الماری میں بھی شراب موجود نہ تھی۔ اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور پھر واپس مڑ کر ٹی وی بند کر کے اس نے الماری میں سے تہہ خانے کی چابیاں اٹھائیں۔ شراب کا شاک اس نے تہہ خانے میں رکھا ہوا تھا۔ یہ شراب وہ خصوصی طور پر کرائس سے منگوایا کرتا تھا اس لئے وہ اسے خود ہی استعمال کیا کرتا تھا اس لئے اس نے اس کا شاک تہہ خانے میں رکھا ہوا تھا اور تہہ خانے میں چونکہ شراب کے علاوہ اس کی اور قیمتی چیزیں اور کرنسی بھی موجود تھی اس لئے تہہ خانے میں وہ اپنے کسی ملازم کو نہ جانے دیتا تھا۔ البتہ کوٹھی میں ملازم بھی موجود تھے۔ وہ چابیاں اٹھائے کمرے سے نکلا اور اس راہداری کی طرف بڑھ گیا جس کے آخر میں تہہ خانے کا خفیہ دروازہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تہہ خانے میں موجود تھا۔

تہہ خانے کا آٹومیک دروازہ اس کے گزرنے کے بعد خود بخود بند ہو گیا۔ شراب کی بوتل اٹھانے کے لئے اس نے الماری کھولی تو

وہ بے اختیار چونک پڑا۔ یہاں ایک بڑا بیگ بھی پڑا ہوا تھا۔ بروٹارڈ نے بے اختیار اپنی پیشانی پر ہاتھ اس طرح مارا جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ کتنا اہم کام بھول گیا ہے۔ اس نے بوتل کو وہیں چھوڑا اور بیگ کو اٹھا کر تہہ خانے کے درمیان میں موجود میز پر رکھ کر اس نے بیگ کھولا اور اسے الٹا کر دیا۔ بیگ میں سے مختلف مالیت کے کرنسی نوٹوں کے بنڈل نکل کر میز پر گر گئے۔ ہر بنڈل کے ساتھ ایک چٹ منسلک تھی جبکہ ایک علیحدہ کاغذ بھی موجود تھا جس پر ان سب بنڈلوں کی تفصیل لکھی ہوئی تھی یہ اس کے کلب کی ایک رات کے جوئے کی آمدنی تھی جسے وہ اپنے پرائیویٹ اکاؤنٹ میں رکھتا تھا۔ اس نے کاغذ سامنے رکھا اور پھر ایک ایک بنڈل اٹھا کر کاغذ پر موجود اندراجات کو چیک کر کے اس نے بنڈل بیگ میں ڈالنا شروع کر دیئے۔ تقریباً ساٹھ کے قریب بنڈل تھے۔ تمام بنڈل چیک کر کے اس نے بیگ میں ڈالے اور پھر چٹ پر موجود حساب کو چیک کرنے لگا۔ کافی دیر تک چیکنگ کے بعد اس نے بیگ بند کیا ہی تھا کہ دور سے اس کے کانوں میں دھماکے کی آواز پڑی تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ دھماکے کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ کوئی عقیبی دیوار پھاند کر اندر آیا ہے۔

”یہ کون ہو سکتا ہے“..... اس نے بیگ اٹھا کر واپس الماری میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر شراب کی بوتل اٹھا کر اس نے اسے جیب میں ڈالا اور پھر الماری میں رکھا ہوا مشین پسل اٹھا کر وہ

تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کی چھٹی حس نجانے کیوں خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ تہہ خانے سے نکل کر وہ راہداری میں آیا تو اس نے وہاں ایک ملازم کو بے ہوش پڑے ہوئے پایا تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ راہداری سے گزرتے ہوئے وہ جب برآمدے میں آیا تو وہاں بھی دو ملازم فرش پر میزھے میڑھے انداز میں بے ہوش پڑے تھے۔ وہ تیزی سے برآمدے میں آیا تو اسے گارڈ روم کے قریب گارڈ زمین پر بے ہوش پڑا ہوا نظر آیا لیکن وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اسی لمحے اسے ایک آدمی سائیڈ گلی سے نکل کر کار کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔

”یہ کون ہے۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔ یہ کس طرح اطمینان سے گھوم پھر رہا ہے“..... اس نے حیرت بھرے انداز میں سوچا اور پھر وہ تیزی سے ایک چوڑے ستون کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ ستون تک پہنچا ہی تھا کہ اس نے اس آدمی کو مڑتے ہوئے دیکھا۔ اس آدمی کا چہرہ دیکھتے ہی اسے خطرے کا شدید احساس ہوا کیونکہ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ انتہائی سفاک قسم کا کوئی درندہ صفت آدمی ہے۔ اس نے اسے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ستون کی اوٹ میں ہوتے ہی اس نے اس کے سر پر فائر کھول دیا لیکن اس آدمی نے بجلی کی سی تیزی سے غوطہ مارا لیکن غوطہ کھا کر وہ ابھی سیدھا ہوا بھی نہ تھا کہ بردنارڈ نے دوبارہ فائر کھول دیا اور اس بار وہ آدمی اچھل کر نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ بردنارڈ

غنی سے آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے دور سے پولیس سائرنوں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔  
 ”اووہ۔ اووہ۔“ فائرنگ کی آوازیں پولیس اسٹیشن تک پہنچ گئی تھیں۔..... بردنارڈ نے کہا اور پھر اس نے قریب جا کر دیکھا تو وہ آدمی بے ہوش پڑا ہوا تھا لیکن زندہ تھا۔ اس کے پہلو، بازو اور ہاتھ پر گولیاں لگی تھیں جہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی لمحے صائرن بجاتی گاڑیاں قریب آئیں اور پھر تیزی سے کونٹھی کے حصے سے گزر کر آگے بڑھتی چلی گئیں تو بردنارڈ نے اطمینان کا گہرا سانس لیا کیونکہ یہ گاڑیاں کسی اور جگہ جا رہی تھیں۔ سائرن ابھی پولیس گاڑیاں۔ جب کچھ دور چلی گئیں تو بردنارڈ نے جھک کر اس آدمی کو اٹھایا اور صبح کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور اسے اٹھا کر برآمدے سے ہوتا ہوا وہ ایک کمرے میں پہنچا جہاں اس نے اسے ایک کرسی پر ڈال دیا۔

پولیس گاڑیوں کے گزر جانے کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس آدمی کو ہوش میں لا کر اس سے معلومات حاصل کرے گا۔ لیکن اتنی بات اب وہ سمجھ گیا تھا کہ کونٹھی میں بے ہوش کرنے والی ایس پھیلائی گئی ہے جس کی وجہ سے اس کے سارے ملازم اور گارڈ بے ہوش ہو گئے ہیں اور وہ خود اس لئے بچ گیا ہے کہ وہ اس وقت تہہ خانے میں تھا جہاں گیس کے اثرات نہ پہنچ سکے تھے اور اس کے بعد یہ آدمی عقبی اونچی دیوار پھلانگ کر اندر آیا جو دھماکہ

اس نے سنا تھا وہ اس آدمی کے اندر کودنے کا تھا۔ چنانچہ اب اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے اور کیوں اس نے انداز میں یہاں حملہ کیا ہے۔

ویسے بے ہوش کر دینے والی گیس کا خیال آنے کے بعد اس نے ایسا کرنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ عام مجرم اس انداز میں حملہ نہیں کرتے اور پھر اس آدمی کے اس کی کار کو دیکھنے کے انداز سے اس کے ذہن میں بچنے والی خطرے کی گھنٹیاں تیز ہو گئی تھیں۔ اس نے شور روم سے رسی لاکر اس سے اس آدمی کو رسی سے باندھ دیا۔ پھر اس نے میڈیکل باکس لاکر اس کے زخموں کی بینڈیج کر دی تاکہ زیادہ خون بہہ جانے سے وہ از خود ہلاک نہ ہو جائے۔ چونکہ گولیاں جسم سے نکل گئی تھیں اس لئے صرف بینڈیج کر دینے سے خون بہنا بند ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بروٹارڈ نے اس کی تلاشی لی تو اس کی سائیڈ جیب سے ایک اینٹی گیس بوتل بھی نکلی اور ساتھ ہی ایک کارڈ بھی۔ اس کارڈ کے مطابق اس آدمی کا تعلق سپیشل پولیس سروس سے تھا۔ کارڈ دیکھ کر وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اس کے پولیس کے تقریباً تمام اعلیٰ افسران سے گہرے دوستانہ تعلقات تھے اس لئے اسے معلوم تھا کہ پولیس میں کوئی سپیشل سروسز گروپ نہیں ہے ورنہ اسے اس بارے میں معلوم ہوتا اس لئے وہ سمجھ گیا کہ اس آدمی نے صرف رعب ڈالنے کے لئے یہ کارڈ جیب میں رکھا ہوئے اور ایسا آدمی کوئی پیشہ ور ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس کی

جیب سے ملنے والی اینٹی گیس بوتل اٹھائی اور پھر کمرے سے باہر آ کر اس نے اپنے ملازموں کو ہوش میں لانے کی کارروائی شروع کر لی تاکہ سب کو ہوش میں لاکر پھر وہ اطمینان سے اس آدمی کو ہوش میں لاکر اس سے پوچھ گچھ کر سکے۔

ڈاکٹر کمال کلب سے واپس جیسے ہی اپنے گھر پہنچا اچانک اس کی ناک سے نامانوس سی بو نکرائی اور اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبنے لگا۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو وہ اجنبی افراد کے نرسے میں تھا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ اس وقت کرائس کی ایک خفیہ لیبارٹری میں ہے جہاں تک کوئی ان کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا اور یہ بھی اسے بتایا گیا کہ اسے اس لئے پاکیشیا سے یہاں لایا گیا ہے کہ وہ جی ایون گیس کے فارمولے کی تکمیل میں کرائسیمی سائنس دانوں کی معاونت کرے اور اس سے یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ اسے یہاں ہر قسم کی سہولیات مہیا کی جائیں گی لیکن وہ یہاں سے باہر کسی صورت نہ جاسکے گا کیونکہ ان کے بقول باہر جانے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ ڈاکٹر کمال کا استاد بھی کرائسیمی ہی تھا اور اس نے گریٹ لینڈ کی جس لیبارٹری میں طویل عرصہ کام کیا تھا وہاں کرائسیمی سائنس

ہی ڈاکٹر فلپ اس کے ساتھ کام کرتا رہا تھا اور ان دونوں کے درمیان خاصے گہرے تعلقات تھے۔ وہ دونوں بہت سے معاملات میں ایک دوسرے کے رازدان بھی تھے۔ پھر ڈاکٹر فلپ، گریٹ لینڈ سے واپس کرائس چلا گیا تو ڈاکٹر کمال نے بھی پاکیشیا کا رخ کیا۔ اب طویل عرصے سے وہ وہاں جی ایون گیس کے انتہائی اہم فارمولے پر کام کر رہا تھا اور اس ناسک پر حکومت پاکیشیا نے بھی مشیر سرمایہ لگا ہوا تھا اور یہ بات بھی ڈاکٹر کمال کو معلوم تھی کہ اس کی شمولیت کے بغیر کرائس میں موجود دیگر سائنس دان جی ایون کو عمل نہ کر سکیں گے لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر اس نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی تو اسے ہلاک کر دیا جائے گا اور وہ مرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ویسے بھی پاکیشیا میں وہ اکیلا رہتا تھا اس لئے یہاں رہنے میں بھی کوئی عار نہ تھا لیکن اسے رہ رہ کر پاکیشیا کے نقصان کا خیال آتا تو وہ دل مسوس کر رہ جاتا۔ پھر ڈاکٹر فلپ عیب علیحدگی میں اس سے ملنے آیا تو ڈاکٹر کمال اس سے مل کر بے حد خوش ہوا۔ ڈاکٹر فلپ بھی، اس لیبارٹری میں ہی کام کرتا تھا اور مسٹن انچارج تھا جبکہ انچارج ڈاکٹر ایڈورڈ تھا جو خاصا ضعیف تھا۔

ڈاکٹر کمال یونیورسٹی کے دور میں ان سے بھی پڑھ چکا تھا اور وہ بھی اس کے استادوں میں شامل تھے اور ڈاکٹر کمال ان کی بھی دل سے عزت کرتا تھا اور جب ڈاکٹر فلپ نے اسے یقین دلایا کہ جی

لی کامیاب ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر کمال اس وقت لیبارٹری میں ہی اپنے رہائشی کمرے میں کرسی پر بیٹھے ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھے کہ دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی تو ڈاکٹر کمال بے اختیار ہنک پڑے۔

”آ جائیں“..... ڈاکٹر کمال نے کہا تو دروازہ کھلا اور ادھیڑ عمر ڈاکٹر فلپ اندر داخل ہوئے۔

”اوہ۔ آئیے ڈاکٹر فلپ۔ آج کیسے ادھر بھول پڑے۔“ ڈاکٹر کمال نے اٹھ کر ڈاکٹر فلپ کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کام کے بعد اس کمرے میں بند ہو جاتے ہیں جبکہ سب ہانڈلز اور دیگر لوگ ہال میں بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ آپ سے کچھ دیگر گپ شپ ہو جائے کیونکہ آپ کی وجہ سے لیبارٹری سیلڈ کر دی گئی ہے ورنہ پہلے تو کلب کا چکر لگ جاتا تھا“..... ڈاکٹر فلپ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میری وجہ سے۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ“..... ڈاکٹر کمال نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ اس لئے کہ آپ کو چھڑوانے کے لئے ایجنٹس آئیں گے تو وہ اندر نہ آ سکیں“..... ڈاکٹر فلپ نے کہا تو ڈاکٹر کمال بے اختیار ہنس پڑے۔

”یہ آپ نے واقعی اچھا لطیفہ سنایا ہے۔ میرے پیچھے کون آ سکتا ہے۔ میں تو اکیلا آدمی ہوں۔ وہاں پاکستانی میں بھی مجھے اتنی اہمیت

الیون فارمولا نہ صرف حکومت کرائس کے ذریعے پاکستان کو دیا جائے گا بلکہ اس فارمولے پر جینی ہتھیار کی تیاری میں بھی حکومت پاکستان کی معاشی مدد بھی کی جائے گی تو ڈاکٹر کمال مطمئن ہو گئے۔ البتہ اس نے ڈاکٹر فلپ اور ڈاکٹر ایڈورڈ سے یہ حلف بھی لے لیا تھا کہ جی الیون فارمولے کی تکمیل کے بعد اسے نہ صرف آزاد سم دیا جائے گا بلکہ اسے پاکستانی جانے کی بھی اجازت دے دی جائے گی اور جب ڈاکٹر فلپ اور ڈاکٹر ایڈورڈ دونوں نے حلف دے دیا تو ڈاکٹر کمال مکمل طور پر مطمئن ہو گئے اور پھر انہوں نے جی الیون پر کام کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ پھر اس نے عملی طور پر بھی کام شروع کر دیا تھا۔

ڈاکٹر کمال جس لیبارٹری میں تھا یہ مکمل طور پر انڈر گراؤنڈ تھی۔ اس لیبارٹری میں کام کرنے والے تمام افراد کی رہائش بھی یہیں تھی۔ پہلے تو لوگ یہاں سے باہر جاتے اور باہر سے واپس آتے رہتے ہوں گے لیکن جب سے ڈاکٹر کمال کو یہاں لایا گیا تھا لیبارٹری کو مکمل طور پر اس انداز میں سیلڈ کر دیا گیا تھا کہ باہر سے اس کا رابطہ تک ختم کر دیا گیا تھا۔ البتہ چھ ماہ کے لئے تمام ضرورتی خورد و نوش کی اشیاء، سائنسی آلات اور سائنسی کیمیکلز سب کا سٹاک کر لیا گیا تھا۔ چھ ماہ کی مدت اس لئے رکھی گئی تھی کہ سائنس دانوں کو یقین تھا کہ ڈاکٹر کمال کی مدد سے وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے اندر جی الیون گیس اور اس پر جینی ہتھیار تیار کر لینے

نہیں دی جاتی تھی جبکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ مجھے چھڑوانے کے لئے یہاں انجنس آئیں گے۔ یہ اچھا مذاق ہے..... ڈاکٹر کمال نے کہا۔

”ہمیں تو اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس جو دنیا کا انتہائی خطرناک تنظیم ہے آپ کو واپس لے جانے کے لئے اٹل آئے گی۔ اسی لئے تو ہم نے لیبارٹری کو سیلڈ کر دیا ہے اور آپ کو اور ہمیں یہاں رکنا پڑا ہے۔ یہ بالکل علیحدہ اور خفیہ جگہ ہے۔ ڈاکٹر فلپ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ آپ کا اپنا وہم ہے ڈاکٹر فلپ۔ میں مانتا ہوں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس خطرناک ہوگی لیکن مجھ جیسے گمنام سائنس دان سے پیچھے کون آتا ہے..... ڈاکٹر کمال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا آپ کو یقین ہے..... ڈاکٹر فلپ نے کہا۔

”ہاں۔ سو فیصد یقین ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں پاکیشیا کا ایک سینئر سائنس دان ہوں لیکن وہاں میری اتنی اہمیت نہیں ہے کہ حکومت پاکیشیا میری واپسی کے لئے سیکرٹ سروس کو بھجوائے۔“

ڈاکٹر کمال نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر ہمیں کیا ضرورت ہے یہاں اس طرح قید تنہائی میں رہنے کی۔ پھر ہم وہیں کرانس کی اس لیبارٹری میں چلے جاتے ہیں جہاں اس فارمولے پر کام کرنے کی اعلیٰ ترین اور جدید ترین لیبارٹری ہے اور کرانس میں رہ کر ہم قید تنہائی سے بھی

جائیں گے..... ڈاکٹر فلپ نے کہا۔

”میں خود یہاں قید تنہائی کا شکار ہوں۔ یہ درست ہے کہ میں فطرتاً ہی تنہائی پسند ہوں لیکن اس قدر بھی نہیں کہ چوبیس گھنٹے اکیلا کمرے میں بیٹھا رہوں..... ڈاکٹر کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ میں ڈاکٹر ایڈورڈ سے بات کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی طرف سے یقین ہو جانے کے بعد وہ اعلیٰ حکام کو رضامند کر لیں گے۔ پھر ہم واپس کرانس شفٹ ہو جائیں گے۔“

ڈاکٹر فلپ نے اٹھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کمال بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”اگر ایسا ہو جائے تو مجھے بھی بے حد خوشی ہوگی..... ڈاکٹر کمال نے بھی اٹھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر فلپ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر ڈاکٹر کمال سے ہاتھ ملا کر وہ مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”ہونہ۔ میرے پیچھے سیکرٹ سروس آئے گی۔ پولیس کا سپاہی تک نہ آئے اور یہ لوگ خواہ مخواہ ڈر رہے ہیں۔ خود ہی ڈر کر بند ہوئے بیٹھے ہیں اور مجھے بھی بند کر رکھا ہے۔“

ڈاکٹر کمال نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ایک بار پھر فائل کھول کر اسے پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ پھر نجانے کتنا وقت گزرا ہوگا کہ دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی تو ڈاکٹر کمال بے اختیار چونک پڑا۔

”دکم ان..... ڈاکٹر کمال نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھلا

اور ڈاکٹر ایڈورڈ کو اور ان کے پیچھے ڈاکٹر فلپ کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر ڈاکٹر کمال بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔

”سر آپ۔ مجھے بلا لیا ہوتا“..... ڈاکٹر کمال نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آپ ہمارے لئے بے حد اہم ہیں ڈاکٹر کمال۔ ہم آپ کی دل سے عزت کرتے ہیں۔ مجھے ڈاکٹر فلپ نے آپ سے ہونے والی بات چیت سے آگاہ کر دیا ہے۔ کیا واقعی آپ کا خیال ہے کہ آپ کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس حرکت میں نہیں آئے گی۔“ ڈاکٹر ایڈورڈ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میرا تو یہی خیال ہے جناب۔ میری واقعی پاکیشیا میں اتنی عزت اور اہمیت نہیں ہے جتنی آپ سمجھ رہے ہیں“..... ڈاکٹر کمال نے جواب دیا اور پھر وہ تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”میں نے اعلیٰ حکام سے بات کی ہے۔ وہ پہلے تو اسے تسلیم نہیں کر رہے تھے لیکن پھر میرے دباؤ دینے پر وہ اس شرط پر راضی ہو گئے کہ ہم کسی ایسی لیبارٹری میں شفٹ ہوں جس کا علم سوائے ہمارے اور کسی کو نہ ہو اور آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کر کے آپ کا چہرہ بدل دیا جائے تاکہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس وہاں پہنچ بھی جائے تو وہ آپ کو پہچان ہی نہ سکے۔ میں اس لئے ڈاکٹر فلپ کے ساتھ آیا ہوں کہ کیا آپ ان شرائط کو تسلیم کرتے ہیں تاکہ میں اس بارے میں کوئی

فیصلہ کر سکوں“..... ڈاکٹر ایڈورڈ نے کہا۔

”سوری ڈاکٹر صاحب۔ میں اپنا چہرہ بدلوانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ میرے لئے اتنا بڑا موز ہو گا کہ شاید پھر میں کام ہی نہ کر سوں۔ باقی آپ کی تمام شرائط مجھے منظور ہیں“..... ڈاکٹر کمال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ پھر تیار ہو جائیں۔ ہم لائبریا لیبارٹری میں شفٹ ہو جائیں گے۔ لائبریا کرانس کے دارالحکومت پارس سے بھی زیادہ خوبصورت شہر ہے اور وہاں کی خواتین خاص طور پر خوبصورت ہیں پھر تعاون بھی کرنے والی ہیں۔ اس لیبارٹری میں ہمارے کام کرنے کے لئے جدید ترین مشینری بھی موجود ہے“..... ڈاکٹر ایڈورڈ نے کہا اور ڈاکٹر فلپ اور ڈاکٹر کمال دونوں کے چہروں پر بے اختیار چمک اسی ابھر آئی۔



احساس اسے یہی ہوا تھا کہ کئی گرم سلاخیں اس کے جسم میں اترتی چلی جا رہی ہیں اور اس کا سانس پتھر بن کر اس کے حلق میں پھنس گیا ہے لیکن اب ہوش آنے پر اسے اپنے ایک گال پر سخت جلن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ اس کے گال پر زور دار تھپڑ لگے گئے ہیں۔ پوری طرح ہوش میں آنے کے بعد اس کو جب ہتھول کا ادراک ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک کمرے میں کرسی پر لیٹا ہوا بندھا ہوا بیٹھا تھا جبکہ اس کے سامنے ایک کرسی پر بڑے بزرگانہ انداز میں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے عقب میں مشین گن سے مسلح ایک گارڈ کھڑا تھا اور اس گارڈ کو دیکھتے ہی اسے اس کا چہرہ یاد آ گیا تھا۔ یہ گارڈ پھانک کے ساتھ گارڈ روم کے قریب بے ہوش پڑا تھا لیکن اس کے ہوش میں آنے کا مطلب تھا کہ یا تو اسے چھ گھنٹوں کے بعد ہوش میں لایا گیا ہے یا پھر انجینی گیس کی مدد سے سب کو ہوش میں لایا گیا ہے۔ اس نے یہ بھی چیک کر لیا تھا کہ اس کے زخموں کی باقاعدہ ہینڈلنگ کی گئی ہے۔

”کیا نام ہے تمہارا۔ کون ہو تم۔“ سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

”پہلے تم بتاؤ کہ تم بردنارڈ ہو۔ سائل کلب کے مالک اور جنرل پتھر۔“ ٹائیگر نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کرتے ہوئے کہا تو وہ آدمی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”ہاں۔ لیکن تم مجھے کس طرح جانتے ہو۔ کون ہو تم۔ میں تو

ٹائیگر کے ذہن میں روشنی کی ایک ککیری نمودار ہوئی اور پھر یہ ککیر پھیلتی چلی گی لیکن اس کے ساتھ ہی اسے اپنے ایک گال پر سخت جلن کا احساس ہونے لگا۔ اس کے ذہن میں پلک بھپکنے میں ی سارا منظر کسی فلم کے مناظر کی طرح گھوم گیا کہ بردنارڈ کی ہائش گاہ پر اس نے بے ہوش کرنے والی گیس فائر کی اور پھر دیوار پھلانگ کر وہ رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ اس کے بعد سائیڈ گلی سے دتا ہوا جب وہ فرنٹ پر پہنچا تو اس نے پورچ میں کھڑی جدید این ماڈل کی لوکارڈ کار دیکھی۔ وہ وہاں کا جائزہ لے رہا تھا کہ سے برآمدے کے ستون کے پیچھے حرکت کا احساس ہوا۔ اسی لمحے اس پر فائرنگ ہوئی لیکن وہ غوطہ مار کر فائرنگ سے بچ گیا لیکن طہ کھا کہ وہ ابھی سنبھلا بھی نہ تھا کہ ایک بار پھر اس پر فائرنگ کی اور اس بار اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا اور آخری

تہماری شکل ہی پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تو تم کوئی پیشہ ور قاتل بد معاش دکھائی دے رہے ہو..... بروناڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا تو ناٹیکر سمجھ گیا کہ اس کا میک اپ چمک نہیں گیا تھا۔

”میرا نام روبن ہے اور میں واقعی پیشہ ور قاتل ہوں“..... ناٹیکر نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ناٹیکر نے لاشعوری طور پر اپنے آپ کو رسی سے آزاد کرانے کی کوشش شروع کر دی تھی اور شاید اس کے لئے تیزی سے حرکت کرنا بھی مشکل تھا لیکن ظاہر ہے اس نے جدوجہد تو بہر حال کرنی تھی۔

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر تم پیشہ ور قاتل ہوتے تو کم از کم سڑک پر فائر کرتے یا کلب میں جاتے ہوئے تم فائر کر دیتے۔ بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے عقبی دیوار پھلانگ کر اٹھا آنے اور پھر کار کو اس انداز میں چمک کرنا جیسے تم اسے پہچان رہے ہو، یہ سب بتا رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم جو کچھ بھی اپنی اصلیت بتا دو ورنہ تمہارے پورے جسم کی ہڈیاں توڑ دی جائیں گی“..... بروناڈ نے سخت اور سرد لہجے میں کہا۔

”یہ میرا طریقہ کار ہے۔ اس طرح میں کسی بھی طرح سامنے نہیں آتا اور جہاں تک کار کا تعلق ہے تو لوکارڈ کار مجھے ذاتی طور پر بے حد پسند ہے اور یہ تو جدید ترین ماڈل تھا۔ لیکن تم شاید بے ہوش نہیں ہوئے۔ کیوں۔ کیا تم بے ہوش پروف ہو“..... ناٹیکر نے کہا تو بروناڈ بے اختیار ہنس پڑا۔

”میں اس وقت تہ خانے میں تھا اس لئے بے ہوش ہونے سے بچ گیا لیکن اب تم نہیں بچ سکو گے“..... بروناڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”جیکر“..... بروناڈ نے مڑ کر عقب میں موجود مشین گن بردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نیں ہاس“..... عقب میں کھڑے گارڈ نے چونک کر کہا۔

”کیا تم اسے فائرنگ کئے بغیر ہلاک کر سکتے ہو“..... بروناڈ نے جیکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاس۔ اس کے سر پر مشین گن کے دستے کی ضربات لگا کر اس کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے“..... جیکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پہلی ضرب ہی اتنی زور سے لگاؤ کہ اس کی جینج نہ نکل سکے۔ چلو آگے آؤ اور اسے ختم کر دو“..... بروناڈ نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

”نیں ہاس“..... جیکر نے کہا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو اس نے نال کی طرف سے پکڑا اور قدم بڑھاتا ہوا ناٹیکر کی طرف بڑھنے لگا۔ ادھر ناٹیکر نے اس دوران گانٹھ تو کھول لی تھی لیکن رسیوں کے بل ابھی تک موجود تھے جبکہ جیکر ہاتھوں میں مشین گن پکڑے ناٹیکر کے سر پر ضربیں لگانے کے لئے اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا اور ناٹیکر اس وقت اس کا ٹارگٹ بنا کر سی پر بیٹھا ہوا تھا لیکن جیسے ہی جیکر اس کے قریب پہنچ کر رکا اور اس نے دونوں

ہاتھ اپنے سر سے اوپر اٹھائے تاکہ ٹائیگر کے سر پر مشین گن کے دستے سے خوفناک ضرب لگا سکے کہ ٹائیگر نے زمین پر موجود اپنے پیروں پر زور دار جھٹکے سے دباؤ ڈالا تو وہ کرسی سمیت پشت کے بل ایک دھماکے سے فرش پر جا گرا۔

اسی لمحے جیگر کے ہاتھ نیچے آئے تھے لیکن ٹائیگر کے اچانک گرنے سے وہ اپنے آپ کو بروقت نہ سنہیال سکا اور بھاری مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر ایک چھناکے سے دور جا گری۔ اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے بے اختیار اپنی قلابازی کھا کر انھنے کی کوشش کی تو کرسی چند لمحوں کے لئے اس کے جسم کے ساتھ لٹکی رہی لیکن دوسرے لمحے ایک جھٹکے سے ٹائیگر کے جسم سے علیحدہ ہو کر نیچے فرش پر ایک دھماکے سے گری اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے واقعی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جسم کو اس طرح گھمایا کہ بروٹارڈ کی طرف سے کی جانے والی مشین پمفل فائرنگ کی گولیاں اس کے قریب سے نکل کر سامنے دیوار سے جا ٹکرائیں جبکہ ٹائیگر کا جسم فضا میں ہی گھومتا ہوا بروٹارڈ سے پوری قوت سے ٹکرایا اور اس کے ہاتھ سے مشین پمفل نکل کر دور جا گرا اور نہ صرف مشین پمفل دور جا گرا بلکہ وہ خود بھی چیخا ہوا پہلو کے بل ایک دھماکے سے زمین سے جا ٹکرایا جبکہ ٹائیگر نے ایک بار پھر جھپ لگایا اور اس بار اس کا جسم کئی شکاری پرندے کی طرح اڑتا ہوا جیگر سے جا ٹکرایا جو اپنی مشین گن اٹھانے کے لئے جھکا ہوا تھا۔

ہاکی پشت ٹائیگر کی طرف تھی۔ وہ بھی چیخا ہوا فرش پر جا گرا اور اٹھا ہوا کافی دور تک چلا گیا۔

ٹائیگر بھی جیگر سے ٹکرا کر نیچے گرا تھا لیکن نیچے گرتے ہی وہ بار بار پھر تیزی سے اٹھا اور اس بار اس کے ہاتھ میں مشین گن لگا جبکہ بروٹارڈ نیچے گرنے کے بعد جیگر اور ٹائیگر کے ٹکراؤ کے حقے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے اٹھ کر کچھ دور پڑے پچھلے مشین پمفل کی طرف بڑھنے لگا تھا لیکن دوسرے لمحے ریٹ لٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی بروٹارڈ چیخا ہوا نیچے گرا اور اس کی طرح فرش پر گھومنے لگا جس کی دم کاٹ دی جائے جبکہ پھر نے بجلی کی سی تیزی سے مشین گن کا رخ موڑا اور فرش پر اٹھ کر آگے جانے کے بعد انھنے کی کوشش کرتے ہوئے جیگر کے ٹم میں گولیاں ٹھکتی چلی گئیں اور چند لمحے تڑپ کر وہ ساکت ہو گیا۔

ٹائیگر واپس بروٹارڈ کی طرف مڑا تو وہ بھی اب تک ساکت ہو گیا تھا لیکن ٹائیگر کو معلوم تھا کہ وہ اتنی جلدی ہلاک نہیں ہو سکتا بلکہ ٹائیگر نے دانستہ اس کی ٹانگوں پر فائر کئے تھے۔ البتہ اس نے زخموں سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا جس کا روکنا ضروری تھا۔ وہ زیادہ خون بہنے سے ہلاک ہو سکتا تھا۔ ٹائیگر کے پاس زیادہ فائر نہ تھا کیونکہ فائرنگ کی آوازیں سن کر باہر سے دوسرے ملازم کی اندر آ سکتے تھے۔ چنانچہ اس نے مشین گن کو کاندھے سے لٹکایا

اور جھک کر فرش پر پڑا ہوا مشین پھل اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ بروناڈ نے فائرنگ سے بچنے کے لئے ٹائیگر کو سر پر ضربیں لگا کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ گمنجان آبادی تھی اور فائرنگ کی آوازیں سنی جاسکتی تھیں اور پتہ بھی فوری یہاں پہنچ سکتی تھی لیکن اب اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہ رہا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹائیگر جب واپس کمرے میں پہنچا جہاں جیگر کی لاش اور بے ہوش بروناڈ پڑا ہو۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا میڈیکل باکس موجود تھا جبکہ کٹھی : موجود تین ملازموں کو اس نے فائرنگ کی بجائے ان کی گردنیں : کر ہلاک کر دیا تھا۔

میڈیکل باکس اسے ایک کھلے ریک میں پڑا نظر آ گیا تھا چونکہ ابھی تک پولیس نہ آئی تھی اس لئے ٹائیگر کی فکر قدرے دور گئی تھی۔ اس نے میڈیکل باکس فرش پر رکھا اور پہلو کے بل پڑا۔ بروناڈ کو سیدھا کر کے اس نے میڈیکل باکس کھولا اور اس سے پانی کی بوتلیں نکال کر اس نے پہلے تو اس کے زخم دھوئے : ان پر بیڈ تاج کر دی۔ اس کے بعد اس نے یکے بعد دیگرے انجکشن لگائے اور میڈیکل باکس بند کر کے اس نے جھک کر بروناڈ کو اٹھایا اور اسے اسی کرسی پر ڈال دیا جس پر پہلے وہ فاخرانہ اند میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ اس کرسی کی طرف بڑھا جس پر اسے بانہ گیا تھا اور اب وہ کرسی فرش پر گر گئی ہوئی تھی۔ ٹائیگر نے کڑا

اٹھا کر سیدھی کر کے رکھی اور پھر جھک کر فرش پر پڑی ہوئی رسی اٹھا کر اس نے اس رسی کی مدد سے بروناڈ کو کرسی کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر اس نے بروناڈ کی ناک اور منہ دونوں باتنوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب بروناڈ کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گیا جس کرسی پر اسے باندھا گیا تھا۔ یہاں بیٹھنے سے اسے ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ کمرے کا دروازہ اس کے سامنے تھا۔

گو اسے معلوم تھا کہ کٹھی میں اس وقت بروناڈ اور اس کے علاوہ اور کوئی زندہ آدمی نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ دروازے پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ مشین پھل اس کے ہاتھ میں تھا۔ کچھ دیر بعد بروناڈ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن زخمی ہونے اور بندھا ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے وہ اٹھ نہ سکا تھا۔ پھر اس کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے ٹائیگر پر جم گئیں۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات مستقل طور پر موجود تھے۔ پھر اس کی نظریں جیگر کی لاش پر جم گئیں۔

”تم۔ تم نے جیگر کو مار دیا“..... بروناڈ نے رک رک کر کہا۔ اس کا لہجہ ایسے تھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

”جیگر نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے وہ مارا

گیا۔ تم نے چونکہ مجھے ہلاک نہ کیا تھا اس لئے میں نے بھی تمہیں ہلاک نہیں کیا اور چونکہ تم نے میری بینڈیج کی تھی تو میں نے بھی جواب میں تمہارے زخموں کی بینڈیج کر دی ہے اس لئے یہ سب حساب برابر ہو گیا۔ البتہ اب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ تمہاری لوکارڈ کار ایک بہت بڑے جرم میں استعمال ہوئی ہے۔ تم نے یہ گاڑی کس کے حوالے کی تھی؟..... ٹائیگر نے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میری گاڑی جرم میں استعمال ہوئی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟..... بروٹارڈ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم نے پوچھا تھا کہ میں کون ہوں تو اب سنو لو کہ میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میں نے ایک بد معاش کا میک اپ کیا ہوا ہے اور میں یہاں تمہاری گاڑی کے پیچھے ہی آیا تھا۔ تمہاری گاڑی کے ذریعے پاکستان کے ایک اہم سائنس دان ڈاکٹر کمال حسین کو اغوا کیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب کچھ مجھے بتا دو کہ تم نے اپنی گاڑی کس کو دی تھی کیونکہ ابھی تک میرا یہی خیال ہے کہ تمہیں یہ معلوم نہ تھا کہ تمہاری گاڑی اس جرم میں استعمال کی گئی ہے لیکن اگر تم نے چھپایا تو پھر تمہیں یہاں سے ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر لے جایا جائے گا اور پھر وہاں تھرڈ ڈگری کے بعد تم اصل بات بتانے پر مجبور ہو جاؤ گے۔“ ٹائیگر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مم۔ مم۔ میں بتا دیتا ہوں۔ مجھے واقعی نہیں معلوم۔ مجھے بس

اتنا معلوم ہے کہ کرانس کے دو ایجنٹس گیری اور ہنری کسی کام کے لئے پاکستان آئے تو میں نے انہیں رہائش گاہ مہیا کی اور اپنی گاڑی بھی۔ پھر مجھے فون کر کے کہا گیا کہ میری گاڑی بندرگاہ پر موجود ہے جبکہ وہ دونوں سمندری راستے سے کافرستان چلے گئے ہیں تو میں نے گاڑی منگوا لی اور بس۔ اس سے زیادہ مجھے علم نہیں ہے۔“ بروٹارڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ایجنٹس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی سرکاری لوگ تھے؟..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ کرانس کی سرکاری ایجنسی جس کا نام بارڈ ایجنسی ہے اس کے ایجنٹس تھے؟..... بروٹارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم تک وہ کیسے پہنچے؟..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”بارڈ ایجنسی کا چیف گریگ میرا کلاس فیلو بھی ہے اور دوست ف۔ اس نے مجھے فون کیا تھا کہ اس کے دو ایجنٹس آرہے ہیں۔ میں انہیں سہولیات مہیا کروں۔ انہوں نے صرف چند افراد کی روانگی کرنی ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں رہائش گاہ اور گاڑی دے دی اور پھر وہ چلے گئے۔“ بروٹارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کتنا معاوضہ دیا گیا تھا؟..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”وہ میرا دوست ہے اس لئے معمولی کام کا اس سے کیا معاوضہ ہے۔ یہ تو تم اب مجھے بتا رہے ہو کہ انہوں نے کسی سائنس دان کو اغوا کیا ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ سائنس دان کو اغوا کر کے

سمندری راستے سے کافرستان نہیں لے جایا جاتا اور کئی طریقے ہیں اسے یہاں سے باہر لے جانے کے..... بروناؤ نے کہا۔  
 ”کیا تم اپنی بات کفرم کرا سکتے ہو؟“ ٹائیگر نے کہا۔

”کفرم۔ کیا مطلب۔ میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔ پھر بھی تم یقین نہیں کر رہے؟“ بروناؤ نے کہا۔

”تم گرگ سے فون پر بات کرو۔ جو مرضی آئے بات کرو لیکن یہ کفرم ہو جائے کہ اس نے دو ایجنٹس بھیجے تھے۔ پھر میں تمہیں چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”کراؤ میری بات“ بروناؤ نے چند لمبے خاموش رہ کر بولتے ہوئے کہا۔

”نمبر بتاؤ“..... ٹائیگر نے اٹھ کر سائیڈ پر موجود میز پر رکھے ہوئے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر جیسے جیسے بروناؤ نہر بتاتا رہا ٹائیگر نے نمبر پریس کر دیے اور پھر فون اٹھا کر وہ بروناؤ کے قریب آیا اور اس نے رسیور بروناؤ کے کان سے لگا دیا۔ چونکہ لاؤڈر کا بٹن ٹائیگر نے پریس کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف بچنے والی گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

”لیں“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”پاکیشیا سے بروناؤ بول رہا ہوں شائل کلب سے۔ چیف۔ بات کراؤ“..... بروناؤ نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ گرگ بول رہا ہوں۔ کیا ہوا ہے کہ تم اپنی رہائش گاہ بات کرنے پر مجبور ہوئے ہو؟“..... دوسری طرف سے مردانہ لہجہ میں کہا گیا تو بروناؤ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر

۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں رہائش گاہ سے بول رہا ہوں۔ تم تو صرف مختلف نمبر چیک کئے ہوں گے؟“ بروناؤ نے حیرت لے لے لے میں کہا۔

”تم نے ہارڈ ایجنسی کے فون پر کال کی ہے۔ اس کے ساتھ کمپیوٹر نصب ہے جس میں تمہارے تمام رابطہ نمبر موجود ہیں۔ آواز فیڈ ہے۔ جب مکمل چیکنگ ہو کر کال اوکے کی جاتی ہے ہر بات واضح ہو جاتی ہے۔ فون کیوں کیا ہے؟“ گرگ جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ خاصا بے تکلفانہ تھا۔

”تمہارے ایجنٹوں نے میری گاڑی کا باقاعدہ ڈسپلے کیا ہے کہ اتلی جنس میری گاڑی تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ مجبوراً مجھے عمل طور پر کھلا کر پارٹس میں تبدیل کرانا پڑا ہے۔ تمہیں ہے کہ مجھے یہ جدید ترین ماڈل کتنا پسند تھا؟“ بروناؤ نے

نیا کہہ رہے ہو۔ باقاعدہ ڈسپلے کیا ہے۔ کیا مطلب ہوا اس اور گیری اور ہنری نے تو اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ انہوں نے جلی نمبر پلیٹ لگا کر اسے باہر نکالا تھا اور پھر بندرگاہ

معاذت کی ہے۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے جس کی کم سے کم سزا موت ہے اس لئے میں تمہیں چھوڑ ضرور جاؤں گا لیکن زندہ نہیں مردہ۔“ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے نکالے ہوئے مشین پستل کا ٹریگر دبا دیا۔ بروناؤ جو شاید بولنے کے لئے منہ کھول رہا تھا سینے پر پڑنے والی گولیوں سے صرف منہ ہی کھول سکا اور چند لمحے کرسی پر ہی ترپنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا۔

برچھوڑتے ہوئے انہوں نے نمبر پلیٹ ایک بار پھر بدل کر تھی۔“..... گریگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو بروناؤ نے اس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا اب تم مطمئن ہو تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ معاملات واضح پوری طرح واضح ہو گئے تھے۔

”مجھے نہیں معلوم کیا ہوا ہے اور کیسے ہوا ہے۔ میں نے انہیں اپنی گاڑی اور رہائش گاہ دی تھی۔ اب ملری انٹیلی جنس لوگ میری گاڑی کے بارے میں پوچھتے پھر رہے ہیں۔ میں نے گاڑی چوری ہونے کی رپورٹ اسی وقت کرا دی تھی تاکہ اگر کسی گزبڑ ہو تو مجھ پر شک نہ ہو سکے اس لئے میں تو بچا ہوا ہوں میری گاڑی۔ اس کا کیا ہوگا“..... بروناؤ نے کہا۔

”تم نئی گاڑی خرید لو۔ سینٹ جھ سے لے لینا“..... گریگ نے کہا۔

”تھینک یو۔ اوکے۔ گنڈ ہائی“..... بروناؤ نے اس بار مسرے بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے ریسور اس کے کان سے بنا کر فون پر رکھ دیا اور پھر مڑ کر اس نے فون پلٹ کر واپس میز پر رکھ دیا۔

”اب تو تم مطمئن ہو۔ اب مجھے چھوڑ دو۔ تم نے وعدہ کیا تھا“ بروناؤ نے کہا۔

”فکر مت کرو۔ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا اور تمہیں چھوڑا جاؤں گا لیکن تم نے پاکیشیا کے ایک اہم سائنس دان کے اغوا

انتہائی تربیت یافتہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا سراغ لگانے کے لئے بہر حال وقت تو لگے گا اس لئے عمران نے ابھی ٹائیگر سے خود بھی رابطہ نہ کیا تھا اور چونکہ وہ فارغ تھا اور اس کا کہیں جانے کا بھی موڈ نہ تھا اس لئے وہ فلیٹ میں بیٹھا کتاب پڑھنے میں مصروف ہو گیا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی ٹھنٹی بج اٹھی۔

”اتنی جلدی ٹائیگر نے سراغ لگا لیا۔ حیرت ہے“..... عمران نے خودکامی کے انداز میں کہا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”منکھ مسی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ اس کا خیال تھا کہ فون ٹائیگر کا ہوگا۔

”صالح بول رہی ہوں عمران صاحب“..... دوسری طرف سے صالح کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”ارے۔ ارے۔ یہ کیسی چھوٹی بہن ہے کہ نہ بڑے بھائی کو سلام کیا نہ کوئی خوشخبری سنائی کہ میں بہت اکیلی محسوس کرتی ہوں بھائی اس لئے میں نے برف کی بھابھی کا بندوبست کر لیا ہے“۔ عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جناب بھائی صاحب۔ آپ کی چھوٹی بہن صالحہ آپ کی خدمت اقدس میں دست بستہ عرض کرتی ہے کہ آپ اپنی چھوٹی بہن کی رہائش گاہ پر تشریف لا کر اس کی عزت افزائی فرمائیں۔ سیکرٹ سروس کے ارکان مع برف کی شہزادی

عمران اپنے فلیٹ کے سنگ روم میں بیٹھا ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔ چائے سے بھرا ہوا فلاسک اس کے سامنے میز پر موجود تھا کیونکہ سلیمان اپنی روزانہ کی خریداری کے لئے مارکیٹ گیا ہوا تھا اور چونکہ ان دنوں سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہ تھا اس لئے عمران سمیت سب فارغ تھے۔ گوسر دادر نے ڈاکٹر کمال کے لاپتہ ہونے کے بارے میں اسے بریف کیا تھا اور اس نے ٹائیگر کے ذمے اس کی تحقیقات لگا دی تھی لیکن ابھی تک ٹائیگر کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی تھی اور جب تک اس بارے میں کوئی واضح پوائنٹ سامنے نہ آ جاتے اس وقت تک وہ کوئی اقدام نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ ٹائیگر کی طرف سے رپورٹ کا منتظر تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سائنس دان کا اغوا کوئی عام چور نہیں کرتے۔ یقیناً یہ کسی ملک کی انجینی کے لوگوں نے کیا ہو گا اور ایسے لوگ چونکہ



کے یہاں موجود ہیں“..... دوسری طرف سے صالحہ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار کھٹکھٹا کر نبس پرا۔  
 ”نیز اپنا کھانا بھی ساتھ لے آئیں۔ یہ ہدایت تو شامل نہیں ہے دعوت میں“..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کھانا نہیں البتہ دعوت کے بارے میں بعد میں اطلاع دی جائے گی۔ اللہ حافظ“..... دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور رکھا۔ پھر کتاب بند کر کے وہ اٹھا اور کتاب واپس بک ریک میں رکھ کر وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار اس کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں صالحہ کی ذاتی کونٹری تھی۔ صالحہ کبھی کبھار فلیٹ میں رہائش چھوڑ کر کونٹری میں شفٹ ہو جاتی تھی لیکن پھر ایک ڈیڑھ ماہ بعد سیکرٹ سروس کی پالیسی کے مطابق وہ کسی فلیٹ میں شفٹ ہو جاتی تھی۔ اس وقت صالحہ اپنی کونٹری میں رہائش پذیر تھی۔ صالحہ کے والد ہوٹل برنس سے متعلق تھے اور ان کے ہائی کلاس ہوٹلوں کی ایک پوری چین دنیا میں موجود تھی اس لئے وہ ہوٹل کے معاملات کو سنبھالنے کے لئے تقریباً مستقل طور پر مختلف ممالک آتے جاتے رہتے تھے۔ البتہ کبھی کبھار وہ پاکیشیا میں آ جاتے تھے۔ جب وہ پاکیشیا آتے تو صالحہ اس کونٹری میں ان کے ساتھ رہتی تھی اور والد کے جانے کے بعد وہ ایک بار پھر فلیٹ میں چلی جاتی تھی۔

صالحہ کی کونٹری جدید تعمیر شدہ تھی اور خاصی خوبصورت بھی تھی۔ عمران نے کار پھانک کے سامنے روکی اور مختلف انداز میں تین بار بارن دیا تو چھوٹا پھانک کھلا اور کونٹری کا چوکیدار باہر آ گیا۔ وہ چونکہ عمران سے اچھی طرح واقف تھا اس لئے اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں اسے سلام کیا اور تیزی سے واپس مڑا اور اندر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد بڑا پھانک کھل گیا تو عمران نے کار آگے بڑھائی اور پھر ایک طرف بنی ہوئی وسیع پارکنگ میں جہاں تقریباً تمام اراکین کی کاریں موجود تھیں اپنی کار بھی پارک کر دی۔

”بڑی رونق ہے آج“..... عمران نے کار سے اترتے ہوئے پھانک بند کر کے آنے والے چوکیدار سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”بس آپ کی کمی تھی جناب“..... چوکیدار نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بھی بے اختیار مسکرا دیا۔ پھر عمران اس بڑے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ چونکہ کئی بار یہاں آ چکا تھا اس لئے اسے اس کونٹری کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم تھیں۔ ابھی عمران برآمدے تک نہ پہنچا تھا کہ ایک راہداری سے صفدر باہر آ گیا۔

”آئیے عمران صاحب۔ سب بڑی شدت سے آپ کی آمد کے منتظر ہیں“..... رمی سلام دعا کے بعد صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چوکیدار نے بھی یہی کہا ہے اور تم بھی یہی کہہ رہے ہو۔ کوئی خاص بات ہے یہاں۔ مجھے بھی بتا دو“..... عمران نے بڑے

رازدارانہ لہجے میں کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ اب برآمدے میں پہنچ گئے تھے۔

”ہوٹل گرینڈ میں آج رات برعظم افریقہ کے لوک قبائلی رقص کا شو ہے اور پوری ٹیم نے یہ شو دیکھنا ہے لیکن ہوٹل گرینڈ کی تمام نشستیں ایک ہفتہ پہلے بک ہو چکی ہیں حتیٰ کہ پینشل اور ایمر جنسی نشستیں بھی کل رات بک ہو چکی ہیں اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ آپ ہمیں یہ شو دکھانے کا بندوبست کریں“..... صفدر نے آخر کار اصل بات اگل دی۔

”صالحہ کو اور اس کے والد صاحب کو سب جانتے ہیں۔ وہ چاہے تو پورا ہوٹل بک کرا دے“..... عمران نے کہا۔

”صالحہ تو صالحہ اس کے والد نے بھی مجبوری ظاہر کر دی ہے۔“  
صفدر نے کہا۔  
”تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ تم سب کھڑے ہو کر شو دیکھو“۔ عمران نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور ہم کھڑے رہیں۔ ہمیں ہر صورت میں سیٹیں لینی ہیں اور وہ بھی شیج کے قریب“..... صفدر نے بڑے حسی لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں ہال نما کمرے میں داخل ہو گئے جہاں جولیا، صالحہ سمیت ٹیم کے تمام ممبران موجود تھے۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا اہالیان صالحہ ہاؤس“..... عمران

نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے اور پھر تقریباً سب نے ہی مل کر اونچی آواز میں سلام کا مکمل جواب دیا۔

”ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے۔ کیوں صفدر۔ یہ سب تو انتہائی نیک لوگ ہیں اور تم کہہ رہے تھے کہ یہ سب افریقی رقص دیکھنا چاہتے ہیں۔ لوک رقص اور وہ بھی افریقی۔ لاجول ولاقوۃ۔ توبہ۔ توبہ“..... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑ لئے۔

”آپ نے بتا دیا۔ ہم سب مل کر بتاتے“..... صالحہ نے کہا۔  
”میں نے سوچا کہ عمران صاحب کو پہلے سے ذہنی طور پر تیار کر دوں“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ ہم نے ہر کوشش کر لی ہے لیکن گرینڈ ہوٹل میں نشستیں حاصل نہیں کر سکے لیکن ہم نے بہر حال افریقی لوک رقص دیکھنے ہیں۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام“..... صالحہ نے کہا۔

”میں نے پہلے ہی صفدر سے کہا ہے کہ ہم سب کھڑے ہو کر شو دیکھ لیں گے۔ آخر اللہ نے ٹانگیں کیوں دی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ ہم نے نشستیں لینی ہیں اور وہ بھی سب سے آگے اور من لو کہ یہ سب تم نے کرنا ہے“..... خاموش بیٹھی جولیا نے یلکھت غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اچھا چلو کوئی وعدہ تو ہو گیا۔ گو وعدہ پورا نہیں ہو گا لیکن کچھ نہ ہونے سے کچھ ہوا تو سہی“..... عمران نے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پرپس کرنے شروع کر دیئے تو جولیا سمیت ص ب کے چہروں پر رونق آ گئی کیونکہ انہیں سو فیصد یقین تھا کہ عمران اگر چاہے تو ناممکن بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ عمران نے آخر میں ڈیڈ راکاٹن بھی پرپس کر دیا تو دوسری طرف بجتے والی گھنٹی کی آواز بجتی دینے لگی۔ چند لمحوں بعد رسیور اٹھا لیا گیا۔

”سلیمان بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران کے سب ساتھی بے اختیار اچھل پڑے۔ ان ص ب کے چہروں پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ عمران ہوٹل گریڈ کے منیجر کو یا ہوٹل کی کسی بڑی شخصیت کونون کر رہا ہے۔ سلیمان کا تو شاید کسی کے تصور میں بھی نہ تھا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بولیں صاحب۔ لیکن فوری بولیں ورنہ کچن میں ہانڈی جل جائے گی“..... دوسری طرف سے سلیمان نے بیزار سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک چھوٹا سا کام ہے اگر تم مہربانی کرو تو“..... عمران نے بڑے فدیہ دہانہ سے لہجے میں کہا اور اس بار جولیا سمیت سب کے

”ارے۔ ارے۔ مجھ پر کیوں غرا رہی ہو۔ یہ صالحہ ہے۔ اس کے والد کی ہوٹلوں کی پوری دنیا میں جین ہے۔ یہ پورا ہوٹل حاصل کر سکتی ہیں۔ اس سے کہو“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں نے خود بھی کوشش کی ہے اور ڈیڈی سے بھی کہا ہے۔ ڈیڈی نے بھی کوشش کی ہے لیکن پیش پیشیں بک ہو چکی ہیں۔“ صالحہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ بے چارہ کرائے کا سپاہی جس پر جولیا بھی غرا سکتی ہے“..... عمران نے منہ لٹکاتے ہوئے کہا جیسے وہ اپنی بے چارگی کا کھلے عام اعتراف کر رہا ہو۔

”جو مرضی آئے کرو۔ ہمیں سٹینیں چاہئیں“..... جولیا نے میز پر مکا مارتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”تو پھر چیف سے کہو۔ جس کا حکم چلتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”چیف ان معاملات میں نہیں پڑ سکتا۔ یہ کام تمہیں ہی کرنا ہو گا“..... جولیا نے جواب دیا۔

”اچھا۔ لیکن مجھے تو کسی نے چائے، کافی کی ایک پیالی بھی نہیں پوچھی۔ کوئی دوسرا میری کیا سنے گا“..... عمران نے ایک بار پھر منہ بناتے ہوئے کہا۔

”پہلے سٹینیں، پھر چائے۔ یہ طے ہے“..... جولیا نے ایک بار پھر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

چروں پر غصے کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ عمران کا اس طرف  
سلیمان سے بات کرنا انہیں اپنی توہین محسوس ہو رہا تھا۔

”سوری صاحب۔ چھوٹے کام کرنا میری توہین ہے۔“ دوسری  
طرف سے سلیمان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا  
گیا۔

”بتاؤ اب اور کیا کروں“..... عمران نے بڑے مایوسانہ  
لہجے میں ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس  
نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔

”تم نے ہماری توہین کی ہے۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔  
تمہارا یہ باورچی جو نجانے اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے میں اسے بھی  
گولی مار دوں گا“..... تنویر نے یلکھت پھٹ پڑنے والے لہجے میں  
کہا۔

”تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے عمران صاحب۔ آپ نے سلیمان کو فون  
کر کے ہم سب کی شدید توہین کی ہے“..... صفدر نے بھی غصیلے  
لہجے میں کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سلیمان کو جانتے ہی  
نہیں۔ وہ آل ورلڈ باورچی ایسوسی ایشن کا صدر ہے اور دنیا کے  
تمام ہوٹل باورچیوں کے سر پر چلتے ہیں ورنہ ایک دن بھی نہ چل  
سکیں“..... عمران نے قدرے جوشیلے لہجے میں کہا۔

”تم خود بات کرو اور ہمیں سٹیٹس دلاؤ ورنہ“..... جولیا نے ایک

پھر غصیلے لہجے میں کہا۔

”مس جولیا۔ میرا خیال ہے کہ عمران صاحب پر ہم خواہ مخواہ  
لیہ کر رہے ہیں اگر ان کے بس میں ہوتا تو یہ سلیمان کو فون نہ  
لگتے“..... اس بار خاموش بیٹھے ہوئے صدیقی نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ میں نے سلیمان کو درست فون کیا ہے۔ وہ  
ہے تو پورا ہوٹل خالی کرا سکتا ہے۔ ذرا اسے ہانڈی پکا لینے دو۔  
بات کروں گا“..... عمران نے کہا۔

”بس۔ بس۔ ختم کرو اس معاملے کو۔ ہم نے اب نہیں دیکھنا  
تو..... جولیا نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے عمران سے سخت مایوسی  
یعنی ہو۔

”ارے۔ ارے۔ دل چھوٹا نہ کرو۔ ویسے ڈاکٹر بڑے دل کو بھی  
پھری کہتے ہیں۔ مجھے کوشش کر لینے دو“..... عمران نے کہا اور اس  
نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر پریس کرنے شروع کر  
دیے۔

”سلیمان بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک بار پھر  
سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”ہانڈی چولہے سے اتار لی ہے یا نہیں“..... عمران نے اس بار  
قدرے خشک لہجے میں کہا۔

”اتار لی ہے صاحب۔ حکم“..... سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں  
کہا۔

”گریڈ ہوٹل میں کل رات افریقی لوک رقص کا شو ہو رہا ہے۔ تمام سینیٹس حتیٰ کہ سیشنل سینیٹس بھی بک کر دی گئی ہیں جبکہ مس جولیا، فٹر واٹر سمیت سب ساتھیوں نے مجھے گھیر رکھا ہے کہ میں انہیں ایکسٹرا سیشنل سینیٹس الاٹ کرا دوں۔ صرف دس سینیٹس چاہئیں۔“

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب۔ مل جائیں گی۔ آپ کہاں سے فون رہے ہیں؟“..... سلیمان نے بھی بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران کے سب ساتھی حیرت بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے جیسے انہیں سمجھ نہ آ رہی ہو کہ سلیمان کس طرح یہ کام کر سکتا ہے۔

”میں صالحہ کی رہائش گاہ سے بات کر رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب۔ میں نصف گھنٹے میں آپ کو اطلاع دے دوں۔“ ..... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے بغیر کچھ کے رسیور رکھ دیا۔

”یہ سب ڈرامہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جہاں صالحہ کے ڈیڑی ناکام ہو جائیں وہاں ایک باورچی کامیاب ہو جائے۔“ تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”سلیمان ابھی خوشخبری سنائے گا“..... کیپٹن ثکیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”تم نے کس بناء پر یہ بات کی ہے“..... صفدر نے حیرانہ

جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم انتہائی خطرناک بننے جا رہے ہو کیپٹن ٹکیل“..... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”لیکن اگر کیپٹن ٹکیل کی بات درست ہے تو تم خود بھی تو سرسلطان کو فون کر سکتے تھے۔ سلیمان کو درمیان میں کیوں ڈالا۔“

جولیانہ تیز سچے میں کہا۔

”اس لئے تاکہ ہمیں بے عزت کرا سکے“..... تصویر نے فوراً ہی لقمہ دیتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ کیپٹن ٹکیل نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ ابھی سلیمان کی طرف سے کوئی جواب تو آنے دو“..... عمران نے کہا۔

”میں بتاتا ہوں کہ عمران صاحب نے سلیمان کو درمیان میں کیوں ڈالا ہے۔ سرسلطان کا مزاج بھی عمران کی اماں بی جیسا ہے

اس لئے انہیں جب معلوم ہو گا کہ افریقی لوک رقص دیکھنے کی بات ہو رہی ہے تو وہ لامحالہ غصے میں انکار کر دیتے کیونکہ افریقی لوک

رقص کے الفاظ سامنے آتے ہی جو تصویر ذہن میں آتی ہے وہ ان کے مزاج کے خلاف بھی ہو سکتی ہے لیکن جیسے میں نے کہا ہے۔

سرسلطان باوجود چاہنے کے سلیمان کو انکار کرنا اپنے شایان شان سمجھیں گے اس لئے کام ہو جائے گا ورنہ شاید عمران کو وہ صاف

انکار کر دیتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلیمان، سرسلطان کو کوئی ایسا

کہانی سنائے کہ وہ فوراً سینیٹس الاٹ کرانے پر مجبور ہو جائیں گے کیونکہ سلیمان، عمران صاحب سے بھی دو قدم آگے ہے“..... کیپٹن ٹکیل نے ایک بار پھر تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہچک بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں“..... عمران نے رسیور اٹھاتے ہی لاؤڈر کا بٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں پی اے ٹو سرسلطان سیکرٹری وزارت خارجہ بول رہا ہوں۔ صاحب نے ہوٹل گرینڈ کی دس ایکسٹرا پیچسل سینیٹس الاٹ کرانے کا حکم دیا تھا جو میں نے کرا دی ہیں۔ یہ سینیٹس آپ کے نام تک کرائی گئی ہیں۔ آپ چیک کر لیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔ تھینک یو“..... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے فون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجتے ہی رسیور اٹھا لیا گیا۔

”سلیمان بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز بتائی دی۔

”تم نے سرسلطان کو میرا نمبر کیوں دیا۔ خود کیوں فون نہیں

”گریڈ ہوٹل“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔  
 ”چیرمین سردار اعظم موجود ہیں۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔  
 ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔  
 ”جی ہاں۔ چیرمین صاحب تشریف فرما ہیں“..... دوسری طرف  
 سے جواب دیا گیا۔

”ان کا خصوصی نمبر دو“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے  
 جواب دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دیا اور پھر نون آنے پر اس نے  
 فون سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ لاؤڈر کا بٹن پہلے سے  
 پریسڈ تھا اس لئے دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی  
 دے رہی تھی۔

”ہیں“..... رابطہ ہوتے ہی ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔  
 ”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں  
 مردار صاحب“..... عمران نے بڑے خوشگوار لہجے میں کہا۔  
 ”اوہ تم۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے تینٹیں لینے کے لئے سرسلطان کو  
 کیوں کہا۔ کیا تم مجھے براہ راست نہ کہہ سکتے تھے“..... چیرمین  
 مردار اعظم نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

”ایکسٹراپیشل سینٹوں کے لئے کسی نہ کسی کو تو کہنا ہی پڑتا ہے۔  
 بیتہ یہ ہو سکتا تھا کہ میں سرسلطان کی بجائے برائے راست صدر  
 فلک سے کہتا۔ پھر آپ کو زیادہ شکایت پیدا ہو سکتی تھی“..... عمران

”کیا“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بڑے صاحب نے کہا کہ وہ آپ سے خود بات کرنا چاہتے  
 ہیں۔ اس پر میں نے انہیں مس صالہ کی رہائش گاہ کا نمبر دے کر  
 بتایا کہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں موجود ہیں“..... سلیمان نے  
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے کیا کہا تھا سرسلطان سے“..... عمران نے کہا۔  
 ”میں نے کیا کہنا تھا۔ صرف اتنا کہ صاحب کو دس ایکسٹراپیشل  
 سینٹیں چاہئیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں تو میں نے انہیں بتایا کہ  
 صاحب اور ان کے ساتھی آج کل بے کار ہیں۔ ان کے پاس کام  
 نہیں ہے اس لئے وہ شو دیکھنا چاہتے ہیں اور صاحب نے اپنے  
 ساتھیوں سے وعدہ کر لیا ہے اور اب وہ یہ وعدہ پورا ہونا چاہتے  
 ورنہ پھر مجھے فون کرنا پڑے گا جس پر بڑے صاحب نے کہا ٹھیک  
 ہے وہ کرا دیتے ہیں۔ ویسے صاحب۔ ان دس میں سے میری ایک  
 سیٹ تو بہر حال موجود ہوگی“..... سلیمان نے کہا۔  
 ”ارے اوہ۔ مجھے تو خیال ہی نہیں آیا۔ چلو تم میری سیٹ لے  
 لینا“..... عمران نے جواب دیا۔

”آپ کی سیٹ تو پہلے ہی جوزف نے بک کرالی ہے۔ افریقہ  
 رقص کا اصل جج تو وہی ہو سکتا ہے“..... سلیمان نے جواب دیتے  
 ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا اور اس نے کریڈل دبا کر  
 رابطہ ختم کر دیا اور پھر نون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کر

گئیں دو اور سٹیش الاٹ۔ اب بولو..... سردار اعظم نے تیز لہجے میں کہا تو عمران نے شکریہ ادا کر کے ریور رکھ دیا۔  
 ”یہ دو سٹیش کن کے لئے ہیں“..... جولیا نے کہا۔  
 ”پرنس جوزف اور کنگ جونا کے لئے“..... عمران نے کہا تو سب ساتھی بے اختیار مسکرا دیئے۔

”میں چائے لے آتی ہوں“..... جولیا نے کہا اور ساتھ ہی صالحہ کو اشارہ کیا تو وہ دونوں اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ اسی لمحے عمران کے سیل فون کی گھنٹی بجی تو عمران کے ساتھ ساتھ باقی ساتھی بھی چونک پڑے۔ عمران نے کوٹ کی جیب سے سیل فون نکالا تو اس کی سکرین پر ٹائیگر کا نمبر ڈسپلے ہو رہا تھا۔ عمران نے رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

”دیس۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔  
 ”ٹائیگر بول رہا ہوں باس“..... دوسری طرف سے ٹائیگر کی موڈ بانہ آواز سنائی دی۔

”کتنی بار بتاؤں کہ ٹائیگر بولا نہیں کرتے۔ اب یہ بات ہے کہ پہلے ٹائیگر دھاڑا کرتے تھے، پھر غرانے لگے اور آخر میں میانے لگ گئے اور اب بولنا شروع ہو گئے ہیں“..... عمران نے جواب دیا تو وہاں موجود سب ساتھی بے اختیار مسکرا دیئے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ ٹائیگر کی کال ہے۔

نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”اوہ ہاں۔ واقعی تم سے کچھ بعید نہیں کہ تم صدر صاحب کو براہ راست کہہ دیتے۔ چلو ٹھیک ہے۔ اب کیوں فون کیا ہے۔ در سٹیش تو بک کر دی ہیں تمہارے نام“..... چیئر مین نے کہا۔  
 ”اب دو سٹیش اور چائیں“..... عمران نے کہا۔

”دس سٹیش سر سلطان نے کہی تھیں وہ کر دی ہیں اب اور سٹیش تو نہیں مل سکتیں چاہے تم صدر سے کہو یا سر سلطان سے اور سٹیش ہیں بھی نہیں تو الاٹ کہاں سے کروں“..... سردار اعظم نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

”تو پھر مجھے خاتون اول سے بات کرنی پڑے گی“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”خاتون اول۔ کیا مطلب“..... سردار اعظم نے چونک کر کہا۔  
 ”ہوٹل گرینڈ کی خاتون اول۔ اب مزید کیا وضاحت کروں ورنہ پھر چیئر مین چیئر پرسن میں تبدیل ہو سکتی ہے“..... عمران نے کہا۔

”تم جیسا شیطان پھر پیدا ہی نہیں ہو سکتا نانس۔ تم سے کچھ بعید نہیں کہ تم میری بیگم کو کوئی ایسی پٹی پڑھا دو کہ وہ واقعی چیئر پرسن بن بیٹھے۔ وہ ویسے بھی تمہاری بات پر سب سے زیادہ یقین کر رہے ہیں۔ جب بھی بات کرو یہی کہتی ہے کہ سارا زمانہ غلط کہہ سکتا ہے لیکن میرا بیٹا عمران غلط نہیں کہہ سکتا۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔“



وہ ٹاپ ٹریسر ہے۔ اب اس کا فون آیا ہے کہ وہ اس بارے میں تفصیلی بات کرنا چاہتا ہے۔ پہلے اس نے فلیٹ پر فون کیا لیکن سلیمان نے اسے جواب دیا کہ میں فلیٹ پر موجود نہیں ہوں اس لئے اس نے سیل فون پر کال کیا ہے..... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سلیمان کو تو معلوم تھا کہ آپ یہاں ہیں۔ وہ ٹائیگر کو بتا دیتا..... سامنے صوفے پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”سلیمان بے حد سمجھ دار آدمی ہے۔ وہ جب تک مجھ سے اجازت نہ لے لے کسی کو یہاں کے بارے میں نہیں بتا سکتا چاہے وہ ٹائیگر ہی کیوں نہ ہو..... عمران نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے جولیا اور صالحہ ٹرائیاں دھکیلتی ہوئیں واپس آ گئیں اور انہوں نے چائے کے برتن اور بسکٹوں کی پلٹیں میز پر رکھنا شروع کر دیں۔

”ٹائیگر آ رہا ہے اس کو میری فرمائش پر ایک کپ چائے دے دینا۔ میری عزت ہو جائے گی..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”ویسے عمران صاحب۔ مجھے خیال نہیں رہا ورنہ آپ کی بجائے میں ٹائیگر سے کہہ دیتا تو وہ فوراً ہمیں سٹیش دلا دیتا۔ آپ کے تو نگرے ہی بہت ہیں.....“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس۔ ڈاکٹر کمال کے بارے میں تفصیلی بات کرنی ہے۔ میں نے فلیٹ پر فون کیا تھا لیکن سلیمان نے بتایا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”صالحہ کی ذاتی رہائش گاہ دیکھی ہوئی ہے تم نے.....“ عمران نے کہا۔

”نیس باس.....“ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو وہاں آ جاؤ۔ یہاں سب اکٹھے ہیں اور چائے پارٹی ہو رہی ہے۔ تم بھی شامل ہو جانا.....“ عمران نے کہا۔

”نیس باس۔ میں حاضر ہو رہا ہوں.....“ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے سیل فون آف کر کے اسے جیب میں رکھ لیا۔

”ٹائیگر کو آپ نے یہاں بلایا ہے۔ کوئی خاص بات ہے۔“ صفدر نے کہا۔

”ہاں۔ پاکیشیا کا ایک سینیٹر اور اہم سائنس دان اچانک اپنے گھر سے لاپتہ ہو گیا ہے۔ وہ اکیلا ملازموں کے ساتھ رہتا تھا۔ ملازموں کی لاشیں ملی ہیں۔ سردار نے مجھے بلا کر بتایا کہ وہ انتہائی اہم دفاعی فارمولے پر کام کر رہا تھا اور پاکیشیا نے اس پر بھاری سرمایہ کاری بھی کر رکھی ہے اس لئے ڈاکٹر کمال کو لازماً واپس لایا جائے لیکن اس سے زیادہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ ملٹری انٹیلی جنس بھی کوئی سراغ نہ لگا سکی تو میں نے ٹائیگر کو یہ ٹاسک سونپ دیا کیونکہ

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میرا خیال ہے کہ جو پوچیشن تھی اس میں ٹائیگر بھی کچھ نہ کر سکتا تھا کیونکہ یہ سنیس بھی سرسلطان کی وجہ سے بک ہوئی ہیں اور سرسلطان تک ہر آدمی کی تو اپروچ نہیں ہو سکتی“..... جولیا نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”جوزف اور جونا کے لئے تو عمران صاحب نے براہ راست بات کر کے بنگ کرائی ہے۔ یہ تو انہوں نے خواہ مخواہ ڈرامہ کیا ہے ورنہ جس طرح انہوں نے چیز مین کو خاتون اول کی دھمکی دے کر سنیس لی ہیں ہماری سنیس بھی لے سکتے تھے“..... صفدر نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

”مجھے کون جانتا ہے۔ میری پشت پر ہاتھ سرسلطان کا تھا جس کے سامنے سردار اعظم کو تنہا ڈالنے پڑے اس لئے انہوں نے میری بات بھی مان لی“..... عمران نے بھی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار مسکرا دیئے۔

”عمران صاحب۔ ڈاکٹر کمال کی گمشدگی کیا سیکرٹ سروس کا کیس نہیں بنتا“..... چند لمحوں بعد اچانک خاور نے پوچھا تو سب چونک پڑے۔

”کس کا کیس۔ کیا کہہ رہے ہو“..... جولیا نے چونک کر پوچھا۔  
صالحہ بھی چونک کر حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی تو صفدر نے انہیں بتایا کہ جب وہ بچن میں تھیں تو عمران صاحب نے ٹائیگر کی کال اٹھ کر تھی اور عمران صاحب نے پوچھنے پر ڈاکٹر کمال حسین کی

گمشدگی کے بارے میں بتایا تھا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا“..... خاور نے کہا۔

”میں کیا جواب دے سکتا ہوں۔ ابھی تو کچھ معلوم نہیں ہے کہ ڈاکٹر کمال کہاں ہیں۔ اب ٹائیگر کی رپورٹ کے بعد شاید کچھ آگے بڑھیں۔ پھر ہی فیصلہ ہو سکتا ہے“..... عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کال بیل کی آواز سنائی دی اور وہ سب سمجھ گئے کہ ٹائیگر آیا ہے۔

”اپنے ملازم سے کہہ دو کہ دروازہ کھول دے گا“..... عمران نے صالحہ سے کہا تو صالحہ نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا تو پہلے صالحہ اور اس کے پیچھے ٹائیگر اندر داخل ہوا اور اس نے سب کو بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

”بیٹھو“..... عمران نے رکی سلام دعا کے بعد کہا تو ٹائیگر، عمران کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ صالحہ نے ایک کپ چائے بنا کر ٹائیگر کے سامنے رکھ دی اور ساتھ ہی بسکٹ کی پلیٹ بھی اس کی طرف کھکا دی۔

”شکریہ“..... ٹائیگر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی چائے کی پیالی اٹھا لی۔

”کیا رپورٹ ہے ڈاکٹر کمال کے متعلق“..... عمران نے کہا تو

ٹائیگر نے ساتھیوں کی طرف اس انداز میں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ سب کے سامنے بات کرنا مناسب بھی ہو گا یا نہیں۔

”یہ سب سیکرٹ سروس کے رکن ہیں۔ کھل کر بات کرو۔“ عمران نے کہا۔

”میں باس۔ ڈاکٹر کمال حسین کو ان کی رہائش گاہ سے کرانس کی سرکاری ایجنسی جیسے بارڈر ایجنسی کہا جاتا ہے، کے دو ایجنٹس گیزی اور ہنری نے اغوا کیا اور پھر انہیں بندرگاہ پر لے جایا گیا جہاں سے انہیں کافرستان پہنچایا گیا اور وہاں سے کرانس لے جایا گیا۔ یہاں سائل کلب کے مالک بروٹارڈ نے ان کی مدد کی اور اس کی لوکارڈ کار اس کیس میں استعمال ہوئی ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”تفصیل بتاؤ کہ کس طرح یہ سب کچھ سامنے آیا۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے کوٹھی کا جائزہ لینے سے بروٹارڈ کی ہلاکت تک پوری تفصیل سے سب کچھ بتا دیا اور اس کی کارکردگی کی تفصیل سن کر سیکرٹ سروس کے تمام اراکین کے چہروں پر اس کے لئے تحسین کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”آپ درست کہہ رہے تھے عمران صاحب۔ ٹائیگر واقعی ٹاپ ٹریسر ہے۔ جس انداز میں ٹائیگر نے اس اہم معاملے کا سراغ لگایا ہے وہ واقعی قابل داد ہے۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

”تو اب ڈاکٹر کمال کو واپس لانے کے لئے کرانس جانا پڑے

گا۔“ عمران نے کہا۔

”ان دنوں ایک اور سلسلہ سامنے آ رہا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خطرے کے پیش نظر ڈاکٹر کمال حسین جیسے افراد کو اپنے ملک سے ہٹ کر کہیں سمندر میں اور کسی انجان جزیرے پر رکھا جاتا ہے اس لئے پہلے یہ معلوم کرنا ہو گا کہ ڈاکٹر کمال ہیں کہاں۔“ عمران نے کہا۔

”یہ کیسے معلوم ہو گا عمران صاحب۔“ عمران نے کہا۔

”یہ کام تمہارے چیف کا ہے۔ کرانس میں اس کا نمائندہ موجود ہو گا وہ معلومات مہیا کرے گا۔“ عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”اوکے۔ کراؤ بات“..... گریگ نے کہا۔

”ہیلو سر۔ میں پاکیشیا سے مارٹی بول رہا ہوں۔ سٹائل کلب کا  
 ٹھر“..... دوسری طرف سے ایک مودبانہ مردانہ آواز سنائی دی۔  
 ”کیا بات ہے بروٹارڈ نے خود بات کیوں نہیں کی“..... گریگ  
 نے کہا۔

”انہیں ان کی رہائش گاہ پر بلاک کر دیا گیا ہے ان کے  
 ماحول سمیت“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو گریگ بے اختیار  
 اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے

”یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ابھی کل ہی میری اس سے بات ہوئی  
 ہے۔ اس نے خود مجھے اپنی رہائش گاہ سے فون کیا تھا“..... گریگ  
 نے کہا۔

”نہیں سر۔ کیا ہوگا۔ رات کو جب وہ کافی دیر تک کلب نہ آئے  
 ہم نے انہیں ان کی رہائش گاہ پر فون کیا لیکن وہاں سے فون  
 نہ کیا گیا تو میں نے ایک آدمی وہاں بھیجا۔ پھر رپورٹ ملی کہ  
 وہاں ان کی لاش پڑی ہے۔ ملازموں کی لاشیں بھی وہاں موجود  
 تھیں۔ انہیں کرسی پر بیٹھے ہوئے گولیاں ماری گئی ہیں۔ ویسے وہ  
 کرسی سے ری کے ساتھ بندھے ہوئے بھی تھے۔ وہ شاید پہلے زخمی  
 ہوئے، پھر ان کی باقاعدہ بینڈج کی گئی اور پھر انہیں گولیاں ماری  
 گئیں۔ اب آپ کا فون آیا تو میں رپورٹ دے رہا ہوں کیونکہ

ہارڈ اینجنی کا چیف گریگ اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کے  
 مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو  
 گریگ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا لیکن اس کی نظریں فائل پر  
 ہی جمی رہیں۔  
 ”یہں“..... گریگ نے کہا۔

”آپ نے پاکیشیا میں بروٹارڈ کو کال کرنے کے لئے کہا تھا۔  
 ان کی بجائے کلب کے منیجر مارٹی آپ سے بات کرنا چاہتے  
 ہیں“..... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مودبانہ آواز  
 سنائی دی۔

”اس نے خود بات کیوں نہیں کی“..... گریگ نے کہا۔  
 ”میں نے پوچھا ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ وہ اس بارے میں  
 آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں“..... فون سیکرٹری نے جواب دیا۔

مجھے آپ کے نمبر کا علم نہیں تھا..... مارٹی نے پوری تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کچھ معلوم ہوا ہے کہ یہ کام کس کا ہے“..... گریگ نے پوچھا۔

”پولیس تو کچھ معلوم نہیں کر سکی اور شاید معلوم بھی نہ کر سکے البتہ میرا اندازہ ہے کہ یہ کام پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کیا کرنے والے علی عمران کے شاگرد ٹائیگر کا ہے“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو گریگ ایک بار پھر اچھل پڑا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ تمہیں کیسے اس کا علم ہوا۔ مجھے تو بروناڈ نے فون پر بتایا تھا کہ اس کی کار کو ملٹری انٹیلی جنس تلاش کرتی پیم رہی ہے جس پر اس نے کار کو کھلوا کر اس کو پارٹس میں تبدیل کر دیا ہے اور تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کی بات کر رہے ہو“..... گریگ نے تیز تیز لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”کار تو اب بھی کوٹھی میں موجود ہے۔ میں ٹائیگر کی بات سننے لے کر رہا تھا کہ ٹائیگر میرے پاس آیا تھا اور وہ چیف بروناڈ کی کار خریدنے کے بارے میں معلومات کر رہا تھا۔ پھر وہ مجھ سے چیف بروناڈ کی رہائش گاہ کا پتہ پوچھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد چیف کی لاش سامنے آئی اور انہیں باندھا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ٹائیگر مجھ سے پتہ معلوم کر کے وہاں پہنچا اور چیف سے معلومات حاصل کر کے انہیں ہلاک کر کے واپس چلا گیا اور یہ

بصر علی عمران کا شاگرد ہے لیکن یہ انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اور اپنی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے“..... مارٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کس قسم کی معلومات وہ حاصل کرنا چاہتا ہے“..... گریگ نے پوچھا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ البتہ جس کار کے بارے میں بات کرتے تھے وہ چیف نے آپ کے آدمیوں کے سپرد کی ہوئی تھی۔“..... نے جواب دیا تو گریگ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”اوکے۔ اب جزل منجیتم ہو“..... گریگ نے پوچھا۔

”نہیں سر۔ میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔ ضرورت پڑی تو میں کال کروں گا“..... گریگ نے فوراً ریسور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھر رہے تھے کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس ٹائیگر نے لازماً بروناڈ سے یہ علم کر لیا ہو گا کہ ڈاکٹر کمال کے اغوا کے پیچھے کرائس اور ہارڈ ہے اور اب پاکیشیا سیکرٹ سروس آندھی اور طوفان کی طرح پہنچے گی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے پریس کر دیئے۔

”نہیں چیف“..... دوسری طرف سے فون بیکٹری کی آواز سنائی

چلے گئے ہیں جس کا علم مجھے بھی نہیں ہے۔ صرف انہیں یا براہ راست صدر صاحب کو معلوم ہے اس لئے آپ ان کی فکر چھوڑیں اور اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں آئے تو اس کا خاتمہ کرنے کا سوچیں۔۔۔۔۔ سائنس سیکرٹری نے تیر لہجے میں کہا۔

”لیکن سر۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہئے تاکہ ہم ان کی حفاظت کر سکیں ورنہ پاکیشیا سیکرٹ سروس والے کسی نہ کسی طرح اس لیبارٹری کا کھوج لگا لیں گے اور پھر وہ سیدھا وہاں حملہ کریں گے اور لیبارٹری تباہ کر کے سائنس دان واپس لے جائیں گے اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔۔۔۔۔“ گریگ نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ وہ کسی طرح بھی لیبارٹری کے بارے میں معلوم نہیں کر سکتے۔ آپ ان کے خاتمے کی بات کریں۔ آپ اتنی فعال سرکاری ایجنسی کے چیف ہیں لیکن آپ ان پسماندہ پاکیشیائیوں کو ٹریس کر کے ختم نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔“ سیکرٹری سائنس نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو گریگ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور ریسور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات موجود تھے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ سیکرٹری سائنس کو تو کیا کسی کو بھی یہ بات نہیں سمجھا سکتا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کس انداز میں کام کرتی ہے لیکن وہ بہر حال ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہیں سکتا تھا اس لئے اس نے ہاتھ بڑھایا اور ریسور اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

”سیکرٹری سائنس سر ہائمن سے بات کراؤ۔۔۔۔۔“ چیف نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔

”لیں۔۔۔۔۔“ چیف نے کہا۔  
”سر ہائمن سیکرٹری سائنس لائن پر ہیں جناب۔۔۔۔۔“ دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مودبانہ آواز سنائی دی۔  
”ہیلو سر۔ میں گریگ بول رہا ہوں۔۔۔۔۔“ گریگ نے اس کی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”لیں۔ کوئی خاص بات۔۔۔۔۔“ دوسری طرف سے بھاری

میں پوچھا گیا۔  
”سر۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس نے معلوم لیا ہے کہ ڈاکٹر کمال کو کرائس لے جایا گیا ہے اور اب یہ سیدھے یہاں آئیں گے اس لئے میرا خیال ہے کہ اس لیبارٹری کے گرد میں ہارڈ ایجنسی کے ایجنٹوں کا اس انداز میں گھیرا ڈالوں۔۔۔۔۔“ بظاہر وہ مختلف نظر بھی نہ آئیں اور وہاں رہیں بھی سہی اس سیکورٹی کی جگہ میرے ایجنٹس لے لیں تاکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس روکا جاسکے۔۔۔۔۔“ گریگ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔  
”آپ پاکیشیائی سائنس دان کی طرف سے فکرمند نہ کیونکہ جس لیبارٹری میں انہیں بھیجا گیا ہے وہ انچارج سائنس کے ساتھ وہاں سے خاموشی سے شفٹ ہو کر کسی ایسی لیبارٹری

”لیس چیف“..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

کہا۔

”پاکیشیا۔ آپ کا مطلب ہے پسماندہ ایشیائی ملک۔ نہیں چیف۔ مجھے کیا ضرورت ہے پتھر کے دور میں جانے کی“..... جولین نے منہ بناتے ہوئے کہا تو چیف بے اختیار ہنس پڑا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور کمرے میں ادھیر عمر بنری اور نوجوان گیری گیري داخل ہوا اور ہائے ہائے کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

”آج تو لگتا ہے کہ کسی فٹنشن سے اٹھ کر آ رہی ہو“..... گیری نے جولین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”تم تو بنری سے بھی زیادہ بوڑھے دکھائی دے رہے ہو۔ یہ کیا پہن رکھا ہے“..... جولین نے منہ بناتے ہوئے کہا تو گیری اور بنری کے ساتھ ساتھ چیف گریگ بھی بے اختیار ہنس پڑا کیونکہ گیری نے ڈارک کھر کا سوٹ پہن رکھا تھا اور یہاں کرائس میں ڈارک کھر بوڑھے لوگ استعمال کرتے تھے اس لئے جولین نے اسے بوڑھا ہونے کا طعنہ دیا تھا۔

”بس باتیں ہو گئیں۔ اب ہم معاملات کو دیکھ لیں“..... گریگ نے کہا۔

”لیس باس۔ آپ اس پسماندہ ایشیائی ملک پاکیشیا کا ذکر کر رہے تھے۔ کیا ہوا ہے اسے“..... جولین نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”پاکیشیا۔ کیا ہوا ہے“..... بنری اور گیری دونوں نے بے اختیار چمکتے ہوئے کہا۔

”گیری اور بنری کو کال کرو کہ وہ فوراً میرے آفس پہنچیں اور جولین کو بھی کال کرو کہ وہ بھی میرے آفس پہنچے“..... گریگ نے تیز اور سخت لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ بارڈر ایجنسی کو پوری طاقت سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف استعمال میں لائے گا اس لئے اس نے گریگ اور بنری کے ساتھ ساتھ جولین کو بھی کال کر لیا تھا۔ بین اور بنری بارڈر ایجنسی کے ایک سیشل سیکشن سے متعلق تھے تو دوسرے سیشل سیکشن کی انچارج جولین تھی جس کے کارنامے بھی کم نہیں تھے۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس نے جینز کی پینٹ اور براؤن لیڈر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے براؤن رنگ کے بال کندھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ آنکھوں پر سرخ شیشوں والی گاگل تھی۔ اسے لباس اور انداز سے وہ بارڈر ایجنسی کی ایجنٹ کی بجائے کسی ایکشن فلم کی خوبصورت ہیروئن دکھائی دے رہی تھی۔

”ہائے چیف“..... جولین نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”ہائے“..... چیف نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو جولین میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گئی۔

”کبھی پاکیشیا گئی ہو“..... چیف نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے

”پاکیشیا سیکرٹ سروس نے معلوم کر لیا ہے کہ ڈاکٹر کمال کو کرانس کی ہارڈ ایجنسی لے گئی ہے“..... گریگ نے کہا۔  
 ”نہیں چیف۔ یہ تو انہیں کسی صورت معلوم نہیں ہو سکتا“۔ گیری نے کہا۔

”ہو گیا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ہو گیا ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ انہیں یہاں تک معلوم ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر کمال کو اغوا کر کے لے جانے والے ایجنٹوں کے نام گیری اور ہنری ہیں“..... گریگ نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا تو ہنری اور گیری دونوں کے چہروں پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے انہیں چیف کی بات پر قطعی یقین نہ آیا ہو۔

”تم یقین نہیں کر رہے تو سنو۔ وہاں تمہاری مدد سائل کلب کے بروٹارڈ نے کی۔ اس نے تمہیں رہائش گاہ اور لوکارڈ گاڑی دی۔ تم نے گو اس کا رجسٹریشن نمبر جعلی لگا دیا لیکن وہ کار کسی بھی وجہ سے پہچان لی گئی اور وہ لوگ بروٹارڈ پر چڑھ دوڑے اور پھر بروٹارڈ سے انہوں نے سب کچھ معلوم کر کے اسے گولی مار دی“..... چیف نے کہا تو ہنری اور گیری دونوں نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”ٹھیک ہے چیف۔ اگر معلوم ہو گیا ہے تو پھر کیا ہوا۔ وہ یہاں لیبارٹری پر حملہ کرنے تو آئیں گے۔ ہم ان کا خاتمہ کر دیں گے“۔ ہنری نے کہا۔

”یہی تو اصل مسئلہ بنا ہے۔ میں نے سیکرٹری سائنس سے بات کی ہے۔ انہوں نے ایک نئی بات بتائی ہے کہ جس لیبارٹری میں ڈاکٹر کمال کو پہلے بھیجا گیا تھا وہاں سے وہ سب سائنس دانوں سمیت کسی اور لیبارٹری میں شفٹ ہو چکے ہیں جس کا علم صرف ان سائنس دانوں اور کرانس کے صدر کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے حتیٰ کہ سیکرٹری سائنس سر ہائمن بھی اس سے لاعلم ہیں۔ ایسی صورت میں پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں آ کر پہلے اس لیبارٹری کو ٹریس کرنے کی کوشش کرے گی جبکہ ہم نے ان کو ٹریس کر کے ان کا خاتمہ کرنا ہے اس لئے میں نے جولين کو بھی کال کیا ہے تاکہ ہارڈ ایجنسی کے دونوں سیکشنز بیک وقت کام کریں۔ اگر ہم پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ کر لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پوری دنیا میں ہارڈ ایجنسی کا بول بالا ہو جائے گا“..... گریگ نے مسلسل ہلٹے ہوئے کہا۔

”چیف۔ آپ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس قدر اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔ ہارڈ ایجنسی کے مقابلے میں تو ایکریمیا کی بلیک ایجنسی کبھی کامیاب نہیں ہو سکی۔ یہ بے جاری ایک پسماندہ ملک کی سیکرٹ سروس بھلا کیا کر سکے گی“..... جولين نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم نے ایڈوانس سپر کورس کیا تھا نا“..... چیف نے جولين سے مخاطب ہو کر کہا۔



ہیں لیکن میں نے آج تک یہی دیکھا ہے کہ بڑے بڑے ایجنٹ عمران کا نام سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں لیکن تم نے جس مسرت کا اظہار کیا ہے اس سے مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم عمران کا خاتمہ کر سکو گے..... گریگ نے کہا۔

”چیف۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لوگوں کو اتنے بڑے انسانوں کے جنگل میں ٹریس کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ کرائس میں روزانہ لاکھوں غیر ملکی آتے جاتے ہیں۔ پھر عمران اور اس کے ساتھی میک اپ کے بھی ماہر ہیں اس لئے ہم انہیں ویسے ٹریس نہ کر سکیں گے اور وہ سیدھے اس لیبارٹری میں پہنچ جائیں گے جہاں ان کا سائنس دان موجود ہے اس لئے ہمیں ہر صورت میں اس لیبارٹری کے بارے میں معلوم کرنا ہے“..... ہنری نے کہا۔

”وہ کیسے معلوم کر لیں گے۔ کیا وہ لوگ مافوق الفطرت صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ جب سیکرٹری سائنس کو علم نہیں ہے تو انہیں کیسے علم ہو جائے گا“..... جولین نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ان کی شہرت واقعی ایسی ہی ہے۔ ہنری کی بات درست ہے۔ ہمیں بہر حال ٹارگٹ کا علم ہونا چاہئے۔ ویسے ہم انہیں ٹریس کرتے رہیں گے لیکن اگر یہ لوگ لیبارٹری پہنچ گئے تو پھر ان کا راستہ وہاں روکا جاسکتا ہے“..... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور فون سیٹ کے نیچے لگا ہوا ایک مٹن پریس کر کے اس نے فون کو ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر

”ہاں۔ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ“..... جولین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس ایڈوانس پر کورس میں ایک شخص علی عمران کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یہ علی عمران پاکیشیا کا رہنے والا ہے۔ گو اس کا براہ راست کوئی تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے نہیں ہے لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف اسے بطور لیڈر ہائر کرتا ہے اور ہر مشن میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کا لیڈر علی عمران ہوتا ہے اور یہ علی عمران ہے جس سے پوری دنیا کی سرکاری ایجنسیاں اور مجرم تنظیمیں اس طرح خوفزدہ رہتی ہیں جیسے لوگ موت سے ڈرتے ہیں“..... چیف نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جولین کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

”کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ کیا واقعی ایسا ہے“..... جولین نے بے قرار سے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں درست کہہ رہا ہوں لیکن میرا خیال تھا کہ تم یہ سب سن کر حیران ہو جاؤ گی مگر تم تو اتنا خوش نظر آ رہی ہو“..... چیف نے کہا۔

”چیف۔ میں نے ہزاروں بار سوچا کہ کاش یہ عمران میرے مقابل آئے تو پھر اسے معلوم ہو کہ جولین کس کا نام ہے اور اب یہ نام سامنے آ گیا ہے اور وہ یہاں آ رہا ہے۔ ویری گڈ“..... جولین نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اندر عمران سے بھی بڑھ کر صلاحیتیں

دیئے۔ آخر میں شاید چیف نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا کہ دوسری طرف پہنچنے والی گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔

”ہیں“... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔  
”چیف گریگ بول رہا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ پاکیشیا سے لایا جانے والا سائنس دان اس وقت کہاں ہے“..... چیف نے کہا۔

”مجھے معلوم تو نہیں ہے لیکن اگر کہیں تو معلوم کیا جاسکتا ہے۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کتنا وقت لگے گا معلوم کرنے میں“..... چیف نے کہا۔  
”صدر صاحب کی پرنٹل سیکرٹری سے معلوم کرنا ہو گا۔ صرف فون کرنا ہو گا“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔ معلوم کر کے بتاؤ۔ میں تمہاری کال کا منتظر ہوں۔ ڈائریکٹ فون کرنا“..... چیف نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔  
”یہ کون ہے چیف“..... جولین نے حیران ہو کر کہا۔

”ہر محکمہ اور ادارے میں ہارڈ ایجنسی کے آدمی موجود ہیں۔ ان کی شناخت ظاہر نہیں کی جاتی تاکہ یہ اطمینان سے کام کرتے رہیں۔“ چیف نے جواب دیا تو جولین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ہارڈ ایجنسی تو اس انداز میں بھی معلوم کر سکتی ہے کیونکہ یہ سرکاری ایجنسی ہے لیکن یہ پاکیشیا سیکرٹ سروں کس طرح معلوم کر سکتی ہے“..... جولین نے کہا۔

”اس معاملے میں وہ لوگ بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ اب یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کس طرح معلومات حاصل کرتے ہیں لیکن کر لیتے ہیں“..... چیف نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو چیف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیں۔ چیف گریگ بول رہا ہوں“..... چیف نے کہا اور پھر دوسری طرف سے کچھ دیر تک بات سننے کے بعد اس نے رسیور رکھ دیا۔ چونکہ رسیور اٹھانے کے بعد لاؤڈر کا بٹن پریس نہ کیا گیا تھا اس لئے دوسری طرف سے آنے والی آواز کوئی اور نہ سن سکتا تھا۔  
”پاکیشیائی سائنس دان لائبریریا کی ماؤنٹ لیبارٹری میں شفٹ ہو گئے ہیں“..... چیف نے کہا۔

”ماؤنٹ لیبارٹری کا نخل وقوع کیا ہے اور وہاں ان کا اچھارج کون ہے“..... جولین نے کہا۔

”سنو۔ یہ لیبارٹری چونکہ ہارڈ ایجنسی سے چھپائی گئی ہے اس لئے ہم حکومت پر یہ بات اوپن نہیں کر سکتے کہ ہم نے خفیہ طور پر معلومات حاصل کر لی ہیں اس لئے ہم نے لیبارٹری سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا بلکہ اس لیبارٹری کو اس انداز میں کور کرنا ہے کہ ہماری وجہ سے کوئی بھی لیبارٹری کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اور لیبارٹری پر حملہ کرنے والوں کو بھی نہ صرف روکا جائے بلکہ ان کا خاتمہ بھی کیا جاسکے اور یہ کام گیری اور ہنری کریں گے۔ البتہ جولین کا سیکشن

پاکیشیا سیکرٹ سروس کو نہ صرف ٹریس کرے گا بلکہ لیبارٹری تک پہنچے سے پہلے اس کا خاتمہ بھی کرے گا“..... چیف نے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے چیف۔ لیکن یہ لیبارٹری انیسویں صدی میں ہے کہاں۔“  
 بنہری نے کہا۔

”تمہیں فائل مل جائے گی جس میں تمام تفصیل موجود ہوگی اور جولیئن، تمہیں بھی فائل مل جائے گی جس میں پاکیشیا سیکرٹ سروس اور عمران کے بارے میں تمام تفصیل موجود ہوگی“..... چیف نے کہا تو جولیئن، بنہری اور گیری تینوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

دانش منزل کے آپریشن روم میں جیسے ہی عمران داخل ہوا بلیک زیرو حسب روایت احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔  
 ”بیٹھو“..... رحمی سلام دعا کے بعد عمران نے بلیک زیرو سے کہا  
 ”ہ خود بھی وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔“

”وہ عمرو عیار کی زنبیل مجھے دو“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے میز کی دراز کھولی اور سرخ جلد والی ایک ضخیم بھڑی نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ اس ڈائری میں عمران نے اپنا نمبر کے نام، پتے اور فون نمبرز لکھے ہوئے تھے جن سے اس کا کام پڑ سکتا تھا اور چونکہ ڈائری سے اسے کوئی نہ کوئی فون نمبر مل سکتا تھا جس سے وہ آگے بڑھ سکتا تھا اس لئے وہ اکثر مذاقتاً اس بھڑی کو عمرو عیار کی زنبیل کہا کرتا تھا کیونکہ عمرو عیار کی زنبیل کے پتے میں مشہور تھا کہ اس میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔

”کیا کوئی کیس شروع ہو گیا ہے عمران صاحب“..... بلیک زیو نے ڈائری دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال ایک اہم دفاعی فارموں پر کام کر رہے تھے۔ وہ اکیلے کونوی میں رہتے تھے اور ہفتہ میں ایک روز اپنی رہائش گاہ پر آتے تھے۔ پھر وہ لاپتہ ہو گئے۔ ان کے ملازموں کی لاشیں ملیں۔ مجھے سرداروں نے کال کر کے تفصیل بتائی اور کہا کہ ڈاکٹر کمال انتہائی اہم دفاعی فارمولے پر کام کر رہے تھے اور حکومت پاکیشیا نے اس پر کثیر سرمایہ کاری کر رکھی ہے اس نے ڈاکٹر کمال کو لاڑنا واپس لایا جانا چاہئے۔ ملٹری انٹیلی جنس ان کا ورنہ سراغ نہیں لگا سکتی۔ میں نے یہ کام ٹائیگر کے ذمے ڈال دیا۔ ٹائیگر نے واقعی انتہائی تیز رفتاری سے کام کرتے ہوئے سراغ لگا دیا کہ کرانس کی سرکاری ایجنسی جس کا نام ہارڈ ایجنسی ہے، کے ایجنٹس ہنری اور گیری نے یہاں سائل کلب کے مالک اور جنرل مینجر بروناڈ سے مل کر اس کی لوکارڈ گاڑی استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر کمال کو اغوا کیا اور اسے بندرگاہ پر لے گئے۔ وہاں گاڑی چھپا دی گئی اور ڈاکٹر کمال کو سمندری راستے سے پہلے کافرستان لے جایا گیا اور پھر وہاں سے کرانس پہنچا دیا گیا“..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ویری گلد۔ کیا یہ باتیں کنفرم بھی ہیں یا صرف اندازے ہیں۔“ بلیک زیو نے کہا۔

”ٹائیگر نے ہارڈ ایجنسی کے چیف گریگ سے بروناڈ کی فون پر بات کرائی اور سارے معاملات کو کنفرم کرایا اور پھر بروناڈ کو بلک کر کے واپس آ گیا اس لئے یہ معلومات کنفرم تیں“..... عمران نے جواب دیا۔ ساتھ ساتھ وہ ڈائری کے ورق بھی پلٹاتا جا رہا تھا۔ ”بروناڈ کی موت سے تو گریگ چونک پڑے گا“..... بلیک زیو نے کہا۔

”چونکتا رہے۔ ویسے بھی ہم اس قابل ہیں کہ چھپائی ہوئی معلومات کہیں نہ کہیں سے حاصل کر لیتے ہیں اس لئے اس کے چھپنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ ہم نے اب یہ معلومات حاصل کرنی ہیں کہ ڈاکٹر کمال کس لیبارٹری میں موجود ہے۔ اس کے بعد آگے کارروائی ہو سکتی ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن کیا اس فارمولے پر کرانس میں بھی کام ہو رہا ہے جس پر ڈاکٹر کمال کام کر رہے تھے“..... بلیک زیو نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا ورنہ انہیں اغوا کر کے لے جانے کی کیا ضرورت تھی“..... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران کی نظریں اس وقت ڈائری کے ایک صفحے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے ڈائری کو الٹا کر میز پر رکھا اور رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پر فون کر دیئے۔

”لیس۔ انکوائری پلیز“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”یہاں سے کرانس کا رابطہ نمبر اور کرانس کے دارالحکومت پارہ کا رابطہ نمبر دیں“..... عمران نے کہا۔  
 ”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی چھا گئی۔  
 ”ہیلو۔ کیا آپ لائن پر ہیں“..... تھوڑی دیر بعد انکو آڑی آپرین کی آواز سنائی دی۔

”یس“..... عمران نے جواب دیا تو دوسری طرف سے دونوں رابطہ نمبر بتا دیئے گئے تو عمران نے کریڈل دہایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ لاؤڈر کا بزن چونکہ اس کے فون میں مستقل پریسڈ رہتا تھا اس لئے عمران کو اسے پریس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

”کافن کلب“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”پاکیٹیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ کافن سے بات کراؤ“..... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو۔ کافن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”پاکیٹیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ میں نے سوچ

وچھڑوں کو ہارڈ ایجنسی نے تمہارے کلب کو میزائلوں سے اڑا دیا ہے یا نہیں لیکن تمہاری آواز میں بھرا ہوا سکون محسوس کر کے پتہ چلا کہ تمہاری تو انا ہارڈ ایجنسی سے دوستی ہو گئی ہے“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کون پرنس آف ڈھمپ۔ کون بول رہا ہے“..... دوسری طرف سے جبرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”وہی پرنس آف ڈھمپ کہ جب کافن کلب کے سپر جوئے کاغذ میں ریڈ بڈ کے آدمیوں نے دس لاکھ ڈالر جیت لئے تھے اور کافن کے پاس دس لاکھ ڈالر نہیں تھے اور پھر اس سے پہلے کہ ریڈ کلب پر قبضہ کر لیتی پرنس آف ڈھمپ نے دس لاکھ ڈالر ادا کر دیئے۔ بولو۔ یاد آیا پرنس آف ڈھمپ یا کوئی اور واقعہ سناؤں“۔  
 عمران نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ اوہ۔ اوہ۔ میں اپنے سب سے بڑے محسن کو ہی بھول گیا۔ شیم فارمی۔ ویری بیڈ۔ پرنس آف ڈھمپ میرا محسن۔ اوہ۔ اوہ“..... کافن نے یگانہ جیج جیج کر کہنا شروع کر دیا۔

”یہ محسن، احسن کا کھاتا بند کرو۔ میں نے اس لئے نہیں یہ بات کی کہ تم انا مجھے شرمندہ کرنا شروع کر دو۔ میں نے تو تمہیں اس لئے یہ سب یاد دلایا ہے کہ تم پرنس کو پہچان ہی نہ رہے تین۔“  
 عمران نے منہ بناتے ہوئے قدرے بخیدہ لہجے میں کہا۔

”پرنس ویری سوری۔ دراصل آپ نے بڑے طویل عرصے بعد یاد کیا ہے اس لئے مجھ سے گفتنی ہوئی۔ آپ حکم دیں“..... کافن نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

”کرنس کی سرکاری ایجنسی ہے جس کا نام ہارڈ ایجنسی ہے۔ یہ تمہارا اس سے کوئی رابطہ ہے“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ اس کا چیف گریگ میرا اچھا دوست ہے اور میرے کلب میں آتا جاتا رہتا ہے۔ اس طرح اس ایجنسی کے لوگ بھی آتے جاتے رہتے ہیں۔ آپ بتائیں کیا مسئلہ ہے“..... کافن نے کہا۔

”پاکیشیا سے ایک سائنس دان کو اس ہارڈ ایجنسی کے دو ایجنٹس ہنری اور گیری اغوا کر کے کرنس لے گئے ہیں۔ میں نے صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ وہ سائنس دان اس وقت کون سی لیبارٹری میں موجود ہے۔ کیا تم معلوم کر سکتے ہو“..... عمران نے کہا۔

”معلوم تو کر سکتا ہوں لیکن سوری پرنس۔ چونکہ یہ سرکارڈ معاملہ ہے اس لئے میں اس معاملے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور کوئی حکم ہو تو میں حاضر ہوں“..... دوسری طرف سے دو ٹوک لہجے میں کہا گیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”گنڈ شو کافن۔ تم نے یہ جواب دے کر مجھے خوش کر دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اتنے طویل عرصے نے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑا“..... عمران نے کہا۔

”میں ملک کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ دار نہیں بن سکتا پرنس۔ یہ میری مجبوری ہے“..... کافن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اپنے ملک کے مفادات کے خلاف کوئی کام کرو کیونکہ میں خود بھی اس نظریہ کا علمبردار ہوں۔ لہذا ایک کام تو کر سکتے ہو“..... عمران نے کہا۔

”کون سا کام پرنس“..... کافن نے چونک کر پوچھا۔

”یہ تو معلوم کر سکتے ہو کہ پاکیشیائی سائنس دان کرنس کی حدود میں ہے یا کرنس کی حدود سے باہر کسی علاقے میں ہے۔ تفصیل تمہیں چاہئے۔ صرف کنفرم کرنا چاہتا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ اپنا نمبر بتا دیں۔ میں معلوم کر کے آپ کو فون کر دوں گا“..... کافن نے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

”کتنا وقت یا عرصہ لو گئے معلوم کرنے کے لئے“..... عمران نے کہا۔

”چیف کی فون سیکرٹری کو فون کر کے معلوم کر لوں گا۔ زیادہ سے زیادہ نصف گھنٹہ“..... کافن نے کہا۔

”میں تمہیں ایک گھنٹے بعد خود فون کر لوں گا“..... عمران نے کہا۔

”کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اسے کرنس کی حدود سے باہر لے جائیں۔ وہاں وہ سیکورٹی کیسے قائم رکھیں گے“..... بلیک زیرو

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بحیرہ روم میں ایسے کئی چھوٹے بڑے جزیرے موجود ہیں جو دنیا کے نقشے پر بھی موجود نہیں ہیں لیکن ان پر کرانس کا قبضہ ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح گریٹ لینڈ کا بحیرہ ادقیانوس شمالی میں نامعلوم جزیروں پر قبضہ ہے۔“ عمران نے وضاحت سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کافن سے جواب لے کر پھر آپ کسی اور سے معلوم کریں گے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”باقی کام آسانی سے ہو جائے گا۔ اصل مسئلہ یہی ہے جو کافن نے معلوم کرنا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے عمران صاحب؟“ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہ کرانس کی وزارت سائنس کے دو شعبے ہیں۔ ایک کو لیبارٹریز سیکشن کہا جاتا ہے جبکہ دوسرے کو سپلائی سیکشن کہا جاتا ہے اور بظاہر سیٹ اپ ایسا رکھا گیا ہے کہ پہلا شعبہ لیبارٹریز سے سائنس دانوں کو کور کرتا ہے جبکہ دوسرا شعبہ لیبارٹریز میں سائنس دانوں کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے دیگر سامان کی سپلائی کا ذمہ دار ہے لیکن اصل صورت حال اس سے مختلف ہے۔ پہلا شعبہ کرانس کے اندر موجود لیبارٹریز کو کور کرتا ہے جبکہ دوسرا شعبہ کرانس کے اندر سے باہر خفیہ لیبارٹریز کو کور کرتا ہے۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو

جائے کہ ڈاکٹر کمال کو کرانس کی حدود کے اندر رکھا گیا ہے یا باہر تو متعلقہ شعبے سے اس بارے میں آسانی سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ صرف بھاری معاوضہ دینا ہو گا اور یہ کام کرانس میں تمہارا فارن ایجنٹ مکمل بھی کر سکتا ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر ایک گھنٹہ اسی طرح کی باتوں اور چائے پینے میں گزر گیا تو عمران نے ایک بار پھر کافن سے رابطہ کیا۔

”پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں کافن۔ کیا معلومات ہیں۔“ عمران نے کافن کے لائن پر آ جانے پر پوچھا۔

”پرنس۔ یہ بے حد ہائی پروفائل معاملہ ہے۔ میں نے پہلے سیکرٹری سائنس کے پی اے سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ صرف صدر مملکت کو اس کا علم ہے۔ میرے تفصیل پوچھنے پر بتایا گیا کہ پہلے پاکیشیائی سائنس دان کو ایک خفیہ لیبارٹری میں جو کرانس کی حدود سے باہر تھی، رکھا گیا لیکن پھر پاکیشیائی سائنس دان نے لیبارٹری کے سائنس دانوں کے ساتھ مل کر وہ خود ہی کسی اور لیبارٹری میں شفٹ ہو گئے جس کا علم صرف صدر مملکت یا ان سائنس دانوں کو ہے اور کسی کو اس بارے میں معلوم نہیں ہے لیکن چونکہ میں نے آپ سے وعدہ کیا ہوا تھا اس لئے میں نے چیف گریگ کی فون سیکرٹری سے بات کی لیکن وہ بھی لاعلم تھی۔ پھر میں نے اپنے دیگر ذرائع سے معلومات حاصل کیں تو حتمی طور پر پتہ چل گیا کہ اب پاکیشیائی سائنس دان ایسی لیبارٹری میں موجود ہیں

جو کرائس کی حدود میں ہی ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم ہو سکا ہے اور نہ ہی میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس بارے میں مزید نہ کہیں گے۔ گڈ بائی“..... کفن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے کریڈل دیا اور پھر نوٹوں آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پرپس کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کے بعد رسیور اٹھا لیا گیا۔

”گمیل بول رہا ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”چیف فرام دس اینڈ“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ حکم“..... دوسری طرف سے چونک کر لیکن مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”کیا تمہارا فون محفوظ ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”لیس چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”پاکیشیا سے ایک سائنس دان ڈاکٹر کمال کو اغوا کیا گیا ہے۔ اغوا کرنے والوں کا تعلق ہارڈ ایجنسی سے ہے۔ ڈاکٹر کمال کو پہلے کرائس کی حدود سے باہر کسی خفیہ لیبارٹری میں رکھا گیا تھا لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ انہیں کرائس کی حدود میں واقع کسی لیبارٹری میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ اس کا علم وزارت سائنس کو بھی نہیں ہے بلکہ صرف صدر مملکت یا اس لیبارٹری کے سائنس دانوں کو ہے جبکہ ہم اپنے سائنس دان کو واپس لانا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں درست

مارگٹ کا علم ہونا ضروری ہے“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”چیف۔ میں معلوم کر لوں گا“..... گمیل نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”کیسے“..... عمران نے پوچھا۔

”پریذیڈنٹ ہاؤس میں دفاعی ہتھیاروں کا علیحدہ شعبہ موجود ہے اور اس شعبے کے تحت چند لیبارٹریاں ہیں جہاں دفاعی ہتھیاروں پر کام ہوتا رہتا ہے لیکن ان کا علم اور کسی کو نہیں ہوتا۔ وہاں کی ایک ٹرکی بھاری معاوضہ کے عوض پہلے بھی کام کرتی رہی ہے اور اب بھی کرے گی“..... گمیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کتنا وقت لو گے“..... عمران نے پوچھا۔

”دو تین روز تو لگ جائیں گے چیف“..... دوسری طرف سے

کہا گیا۔

”او کے۔ لیکن معلومات حتمی ہونی چاہئیں“..... عمران نے کہا۔

”لیس چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور

رکھ دیا۔

”اب مزید آگے تو دو تین روز بعد ہی بڑھا جا سکتا ہے“۔ بلیک

زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ہمیں اس لیبارٹری کے بارے

میں تفصیلی معلومات حاصل ہوں کیونکہ لامحالہ اس لیبارٹری کی سیکورٹی

نہ صرف انتہائی سخت ہو گی بلکہ ہارڈ ایجنسی نے بھی ہمیں ٹرپس



کرنے کے لئے پورے کرائس میں جال پھیلا رکھا ہو گا۔ اگر یہ لیبارٹری کرائس کی حدود سے باہر ہوتی تو ہمیں زیادہ آسانی نہ جاتی..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹائیگر اپنے ہومل کے رہائشی کمرے میں تھا اور وہ بیٹھا اخبار چھانے اور تاشیتہ کرنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔  
”ٹائیگر بول رہا ہوں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”کارس بول رہا ہوں ٹائیگر“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر قدرے حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ کارس اس کا دوست تھا لیکن کبھی کبھار ہی اس سے ملاقات ہوتی تھی۔

”کارس تم اور اس وقت فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات۔“ ٹائیگر نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میرے علم میں ایک بات آئی ہے اور چونکہ تمہارا تعلق پاکیشیا میگزین سروس سے ہے اس لئے میں نے سوچا کہ تمہیں بتا دوں

شاید تمہارے کسی کام آجائے..... کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ٹائیگر پاکیشیا سیکرٹ سروس کا حوالہ سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا ہوا ہے۔“ تفصیل سے بات کرو..... ٹائیگر نے کہا۔  
 ”بلیک سٹار کلب کی میڈم لوزین کو تم جانتے ہو..... کارس نے کہا۔

”ہاں۔ اچھی طرح جانتا ہوں..... ٹائیگر نے کہا۔  
 ”تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ اس کا تعلق گریٹ لینڈ ت ہے..... کارس نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن مسئلہ کیا ہے۔ وہ بتاؤ..... ٹائیگر نے قدرے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

”میڈم لوزین کو بڑے بھاری معاوضہ پر ناسک دیا گیا ہے کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے علی عمران کی اس انداز میں نگرانی کرانے کہ جب وہ ایئر پورٹ سے کہیں جانے کے لئے روانہ ہو تو وہ اس کی اطلاع ناسک دہندہ کو دے اور لوزین نے اپنے خاص آدمی سمیتہ کو ایئر پورٹ پر تعینات کر دیا ہے۔ اس کا گروپ چوبیس گھنٹے ایئر پورٹ کی نگرانی کرے گا۔ اسی طرح لوزین نے بندرگاہ پر بھی اپنے دو آدمی تعینات کر دیے ہیں کہ اگر عمران سمندری راستے سے کہیں جائے تو لوزین اس کی اطلاع ناسک دہندہ کو دے سکے..... کارس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہوا..... ٹائیگر نے پوچھا۔  
 ”سمیتہ میرا دوست ہے۔ آج رات اس نے میرے ساتھ فیروز پور جانا تھا۔ وہاں ایک کام تھا لیکن اس نے مجھے فون کر کے کہا کہ اب وہ نہیں آ سکے گا۔ میرے پوچھنے پر اس نے مجھے تفصیل بتا دی۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ وہ میڈم لوزین کا خاص آدمی ہے اس لئے میں نے سوچا کہ تمہیں بتا دوں لیکن خیال رکھنا کہ میرا نام درمیان میں نہ آئے..... کارس نے کہا۔

”فکر مت کرو اور ہاں سنو۔ اگر تم کوئی معاوضہ لینا چاہو تو مجھے بتاؤ..... ٹائیگر نے کہا۔

”ٹائیگر۔ تمہارے ویسے ہی مجھ پر بڑے احسان ہیں۔ اب میں تم سے معاوضہ لوں گا۔ آئندہ ایسی بات نہ کرنا۔ گڈ بائی۔“ دوسری طرف سے کارس نے ناراض سے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”باس کا مسئلہ تو کرانس کی ہارڈ ایجنسی کے ساتھ تھا۔ یہ گریٹ لینڈ درمیان میں کیوں کود پڑا ہے..... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر کچھ سوچ کر اس نے رسیور اٹھایا لیکن پھر واپس رکھ کر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے کاشان کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کاشان کالونی دارالحکومت کے مضافات میں جدید تعمیر ہوئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ بلیک سٹار کلب کی مالک اور جنرل میجر لوزین کی رہائش گاہ

کاشان کالونی میں ہی ہے۔ لوزین اوجھڑ عمر عورت تھی اور اس کا تعلق گریٹ لینڈ سے تھا۔ گریٹ لینڈ کی کسی سرکاری ایجنسی میں وہ طویل عرصہ تک کام کرتی رہی تھی۔ وہ مارشل آرٹ کی ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی سفاکی اور بے رحم طبیعت کی وجہ سے بہت مشہور تھی۔ کسی بھی انسان کو ہلاک کرتے ہوئے اس کی پیشانی پر ہل تک نہ آتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ وہ انسانوں کو چیونٹیوں جتنی اہمیت بھی نہ دیتی تھی لیکن یہ اس کی فطرت کا ایک پہلو تھا۔

دوسرا پہلو اس سے سراسر مختلف تھا۔ عام حالات میں وہ ہنستی مسکراتی نظر آتی تھی اور جس سے خوش ہوتی تو اسے بڑی مالیت کے انعامات اور معاوضہ اس انداز میں بخش دیتی تھی کہ جیسے پوری دنیا کی دولت کی مالکہ ہو۔ ٹائیگر بھی کئی بار اس سے مل چکا تھا۔ وہ شام کو کلب پہنچتی تھی۔ اس سے پہلے اپنی رہائش گاہ پر ہی رہتی تھی جہاں وہ واقعی کسی ملکہ کی طرح رہتی تھی کیونکہ اس نے آج تک شادی نہیں کی تھی۔ اس کی رہائش گاہ میں مسلح محافظوں کی خاصی تعداد موجود رہتی تھی۔ ٹائیگر نے سوچا کہ اس سے براہ راست مل کر معلومات حاصل کرے کیونکہ اسے یہ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ گریٹ لینڈ باس عمران کی گمرانی کیوں کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ لوزین نے انکار کر دینا ہے لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سمجھ واقعی لوزین کا خاص آدمی تھا اس لئے کارس کو اگر سمجھ نے بتایا ہے تو پھر یہ بات غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ تقریباً دو گھنٹوں کی لائگ ڈرائیونگ کے بعد وہ

یہ انداز میں تعمیر شدہ کاشان کالونی میں داخل ہو گیا۔ یہاں کی بچی اپنے انداز میں محل کا درجہ رکھتی تھی۔ ٹائیگر چونکہ ایک دو بار اس ایک غیر ملکی دوست کے ساتھ آ چکا تھا اس لئے اسے کوئی لمبا بارے میں بخوبی معلومات تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک لمبا گاڑی کے جہازی سائز کے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ ٹائیگر نے مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو گیٹ کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک مسلح باوردی نو جوان باہر آ گیا۔

”میڈم لوزین سے کہو کہ ٹائیگر آیا ہے اور بلیک سٹار کلب کے بارے میں ایک اہم بات کرنی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو سکی تو میڈم کلب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے“..... ٹائیگر نے آنے والے باوردی گاڑی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس سر“..... گاڑی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور ڈرائیور سے مڑ کر واپس چلا گیا۔ اس کے اندر جانے کے بعد چھوٹی لڑکی بند ہو گئی۔ ٹائیگر اطمینان بھرے انداز میں کار میں بیٹھا ہوا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کلب کو نقصان پہنچنے کی بات سن کر میڈم مزین اسے لازماً بلوا لے گی۔ وہ کلب کے بارے میں بے حد چٹنی مانی اور پھر تھوڑی دیر بعد چھوٹی کھڑکی ایک بار پھر کھلی اور وہی گاڑی ہر آ گیا۔

”میڈم نے ملاقات کی اجازت دے دی ہے۔ میں بڑا پھانک کھولتا ہوں“..... گاڑی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ٹائیگر کے اثبات

”میڈم ابھی آ رہی ہیں“... گاؤڈ نے اس کے سامنے مشروب کی بوتل رکھتے ہوئے کہا تو نائیگر کے سر ہلانے پر وہ واپس چلا آیا تو نائیگر نے مشروب کی بوتل اٹھائی اور اس میں موجود سٹرا سے منہ لگا لیا۔ وہ اطمینان بھرے انداز میں مشروب سپ کرتا رہا اور بوتل ختم ہونے پر اس نے بوتل کو واپس میز پر رکھ دیا اور جیب سے نشوونکال کر منہ صاف کیا۔ اسی لمحے کمرے کا پردہ ہٹا اور اڈیٹر عمر لوزین اندر داخل ہوئی۔ وہ اڈیٹر عمر ضرور تھی لیکن جسمانی طور پر خاص مضبوط اور پھرتیلی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ باقاعدگی سے سخت ورزش کرنے کی عادی ہے۔ نائیگر اس کے آنے

گروپ کے ساتھ بندرگاہ پر ڈیوٹی دے رہا ہے تاکہ اگر میرا باس علی عمران کہیں جائے تو وہ تمہیں رپورٹ دیں اور تم ٹانگ دینے والے کو رپورٹ دو..... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

”میرا تمہارے باس سے کیا تعلق ہے جو تم یہ احمقانہ باتیں کر رہے ہو۔ یہ کام تو ضرور ہو رہا ہے لیکن مارگٹ تمہارا باس نہیں ہے کوئی اور ہے جس کا تعلق تم سے نہیں ہے اس لئے تم جا سکتے ہو.....“ لوزین نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”بیٹھ جاؤ اور میری بات تفصیل سے سنو۔ تم کافی عرصے سے یہاں رہ رہی ہو اور میرے بارے میں بھی تمہیں معلوم ہے اس لئے بیٹھ جاؤ.....“ ٹائیگر نے کہا۔

”تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ میرے ہی گھر میں۔ گٹ آؤٹ۔ آئی سے گٹ آؤٹ.....“ لوزین نے یکھٹ چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیکٹ کی جیب سے مشین پستل نکال لیا۔ اسی لمحے گارڈ اندر داخل ہوا جو مشین گن پہلے اس کے کاندھے پر لٹک رہی تھی وہ اب اس کے ہاتھ میں نظر آ رہی تھی۔

”اوکے۔ اب مزید کیا کہا جا سکتا ہے.....“ ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف چل پڑ جہاں مشین گن بردار گارڈ کھڑا تھا۔ وہ ٹائیگر کو راستہ دینے کے لئے سائیڈ پر ہٹ گیا اور ٹائیگر کو واپس جاتے دیکھ کر کتن کر کھڑا ہو گیا۔

لوزین بھی قدرے ڈھیلی پڑ گئی۔ ٹائیگر جیسے ہی مسلح گارڈ کے قریب پہنچا اس کا جسم یکھٹ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے گارڈ چیختا ہوا فضا میں اڑتا ہوا پوری قوت سے لوزین سے جا ٹکرایا۔ پھر لوزین بھی چیخ مار کر سامنے موجود میز پر منہ کے بل گری جبکہ گارڈ لوزین سے ٹکرا کر اچھل کر آگے موجود صوفے پر منہ کے بل گرا اور پھر تیزی سے مڑ کر نیچے گرایا تھا کہ ٹائیگر نے جیب سے پستل نکال کر ٹائیگر کا سر پر دیا اور ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی نیچے گر کر اٹھتا ہوا گارڈ گولیوں کا شکار ہو کر ایک بار پھر چیختا ہوا نیچے جا گرا جبکہ لوزین نیچے گرتے ہی تیزی سے مڑ کر اٹھنے لگی ہی تھی کہ ٹائیگر نے تیزی سے آگے بڑھ کر اٹھتی ہوئی لوزین کی گردن ایک ہاتھ سے پکڑی اور دوسرے لمحے لوزین ہوا میں اڑتی ہوئی قلابازی کھا کر چیختی ہوئی ایک دھماکے سے سائیڈ پر ٹکرائی۔ ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے جھک کر ایک ہاتھ اس کے کاندھے پر اور دوسرا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر مخصوص انداز میں جھکا دیا تو لوزین کا سیاہ پڑتا ہوا چہرہ دوبارہ نارمل ہوا شروع ہو گیا۔ اس کی گردن میں آیا ہوا بل نکل گیا تھا اس لئے وہ موت کی طرف بڑھنے کی بجائے واپس زندگی کی طرف آنے لگ گئی تھی لیکن بہر حال وہ بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

ٹائیگر تیزی سے مڑا اور اس نے ایک نظر گارڈ پر ڈالی لیکن گارڈ کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ اسی لمحے اسے دور سے بھاگتے ہوئے

کے بعد ٹائیگر نے اس کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر رکھے۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر ایک کرسی پر اس انداز میں بیٹھ گیا کہ لوزین کے ساتھ ساتھ کمرے کے دروازے پر بھی نظر رکھ سکے۔ چند لمحوں بعد لوزین نے کراہت سے آ نکھیں کھولیں اور لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گئی۔ پھر اس کی طرف سے کوئی حرکت نہ ہوئی۔ ٹائیگر پر جم گئیں۔ پھر اس نے نظریں اٹھائیں اور دروازے کے قریب ہی پڑے اپنے گارڈز کی لاشیں دیکھ کر وہ بے اختیار اچھل پڑی۔

”یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ انہیں کیا ہوا ہے؟“..... لوزین نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ مر چکے ہیں“..... ٹائیگر نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے سب کو مار ڈالا ہے۔ ویری بیڈ۔ میرے ملازموں کو مار ڈالا ہے۔ ویری بیڈ“..... لوزین نے ویری بیڈ کی گردان کرتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”یہ سب ویری بیڈ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ اب بہر حال تم بتاؤ کہ ہمیں باس کی گمرانی کا ٹاسک کس نے دیا ہے؟“..... ٹائیگر نے کہا۔

قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ دو آدمیوں کے قدموں کی آوازیں تھیں جو اس کمرے کی طرف ہی آ رہی تھیں۔ ٹائیگر دروازے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد یکے بعد دیگر۔ مشین گنوں سے مسلح دو آدمی اندر داخل ہوئے اور پھر دو قدم چلتے ہی سامنے بے ہوش پڑی لوزین کو دیکھ کر وہ بے اختیار ٹھٹھک کر رہ گئے۔ ان کے عقب میں موجود ٹائیگر نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پستل کا ٹریگر دبایا اور وہ دونوں گولیوں کا شکار ہو کر پیچھے مڑنے ہی لگے تھے کہ پہلوؤں کے بل دھماکوں سے نیچے گرے اور چند لمحوں تک تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے۔ پشت پر پڑنے والی گولیاں ان کے دلوں میں جا گھسی تھیں اس لئے انہیں زیادہ تڑپنے کی بھی مہلت نہ مل سکی تھی۔ ان کے بے حس و حرکت ہوتے ہی ٹائیگر تیزی سے گھوما اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے پوری کوشش کا راؤنڈ لگایا اور پھر جب وہ واپس آیا تو کوشی میں موجود چار مزید ملازم بھی اس کے ہاتھوں ختم ہو چکے تھے۔ اب کوشی میں کوئی زندہ آدمی سوائے ٹائیگر اور لوزین کے نہ بچا تھا۔ ٹائیگر نے راؤنڈ کے دوران ایک سٹور میں موجود رسی کا بندل بھی اٹھ لیا تھا۔

چنانچہ اس نے بے ہوش پڑی ہوئی لوزین کو اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا اور پھر رسی کی مدد سے اس نے اسے اس انداز سے باندھ دیا کہ یہ تربیت یافتہ ہونے کے باوجود آسانی سے رسی نہ کھول سکے۔ اس

”میں کہہ رہی ہوں کہ کسی نے نہیں دیا تو پھر تم ضد کیوں رہے ہو نانسس۔ تمہارے دماغ میں بھوسہ بھرا ہوا ہے“..... لوزی نے لیکھت ہدیبانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی پاگل ہو۔ میں نے تمہارے بارے میں سنا ضرور تھا لیکن آج یہ بات کنفرم ہو گئی ہے۔ بتیگا نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اس نے جیب سے مشین پسل نکالا اور آگے بڑھ کر اس پسل کی نال لوزین کی پیشانی پر رکھ دی۔

”میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد ٹریگر دبا دوں گا تم نہیں بھی بتاؤ گی تو میں بہر حال معلوم کر لوں گا۔ تمہارے ذہن آدمی سمجھ کو یقیناً اس کا علم ہو گا لیکن تم زندگی کی رنگینیوں ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤ گی۔ ایک۔ دو۔ تین..... ٹائیگر نے تپ کا آغاز کرتے ہوئے کہا اور پھر جیسے ہی وہ تین تک پہنچا لوزین کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے۔ اس کی قوت ارادہ ٹکست کھاتی جا رہی تھی۔

”بولو ورنہ۔ چار..... ٹائیگر نے رک کر کہا۔  
”ہٹاؤ مشین پسل۔ میں بتاتی ہوں۔ ہٹاؤ..... خاموش بیچہ ہوئی لوزین نے ہدیبانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”بولتی جاؤ ورنہ نکتی ختم ہونے والی ہے“..... ٹائیگر نے سردی میں کہا۔

”مجھے یہ ٹاسک کرانس کی سرکاری بارڈ ایجنسی کی سیکشن انچارج جولیٹن نے دیا ہے“..... لوزین نے کہا تو ٹائیگر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ چونکہ لوزین گریٹ لینڈ نژاد ہے اس لئے یہ ٹاسک اسے گریٹ لینڈ سے ہی ملا ہو گا لیکن اس نے کرانس کی بارڈ ایجنسی کا نام لے دیا تھا اس لئے ٹائیگر کو حیرت ہوئی تھی۔  
”اسے کنفرم کراؤ تو میں خاموشی سے واپس چلا جاؤں گا۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”میں درست کہہ رہی ہوں۔ مجھ پر یقین کرو“..... لوزین نے کہا۔

”تم جولیٹن کو فون کرو۔ جو مرضی آئے بات کرو لیکن یہ کنفرم ہو جائے کہ اس نے تمہیں عمران کے خلاف ٹاسک دیا ہے لیکن تمہارا نام سامنے نہیں آئے گا۔ ہم خود باقی معاملات سے نمٹ لیں گے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے میری بات کراؤ“..... لوزین نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے سائیڈ میز پر پڑے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا اور پھر لوزین کا بتایا ہوا نمبر پر پریس کر کے اس نے فون اٹھایا اور ریسیور لا کر لوزین کے کان سے لگا دیا۔ لاؤڈر کا بٹن چونکہ اس نے آخر میں پریس کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف بجنے والی کھنٹی کی آواز ٹائیگر کو بھی بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

”یس“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ سے ہی بولنے والی کوئی نوجوان لڑکی محسوس ہوتی تھی۔

”لوزین بول رہی ہوں پاکیشیا سے۔ بلیک سٹار کلب کی لوزین۔“

لوزین نے کہا۔

”اوہ تم۔ جولین بول رہی ہوں۔ کیا ہوا۔ کیا کوئی خاص بات۔“

دوسری طرف سے چوتھتے ہوئے لہجہ میں کہا گیا۔

”تم نے عمران کی نگرانی کا جو ٹاسک دیا تھا وہ نگرانی تو ہو رہی ہے لیکن مجھے اطلاع ملی ہے کہ عمران کا شاگرد جس کا نام ٹائیگر ہے مختلف لوگوں سے ہارڈ ایجنسی کے بارے میں نہیں ٹریس کرتا پھر رہا ہے۔“

لوزین نے کہا۔

”کیوں۔ مقصد کیا بتاتا ہے۔“ جولین نے چونک کر پوچھا۔

”وہ کہہ رہا ہے کہ اس نے اپنے ہاں عمران کے لئے ہارڈ ایجنسی کے خلاف کوئی مشن مکمل کرنا ہے۔ اگر تم کہو تو اس کی بھی نگرانی شروع کرا دو۔“ لوزین نے کہا۔

”ہاں۔ کرا دو۔ ہو سکتا ہے کہ عمران اسے ساتھ نہ لے آئے بلکہ اسے علیحدہ بھیجے۔ ہمارا ٹارگٹ بہر حال عمران ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا۔“ جولین نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ میں جلد ہی تمہیں رپورٹ دوں گی۔“ لوزین نے کہا۔

رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے ریسورفون پر رکھا اور پھر فون کو لے جا کر اس نے سائیڈ میز پر رکھ دیا۔

”تم نے خصوصی طور پر میرا نام اس تک کیوں پہنچایا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”وہ بے حد مشکوک رہتی ہے۔ وہ میری عام سی بات پر لازماً شک میں پڑ جاتی اور ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے بھی یہاں کسی کو کہہ کر ہلاک کرا دیتی اس لئے مجھے یہ بات کرنا پڑی ہے۔ تم تو ساتھ نہیں جاؤ گے اس لئے کیا فرق پڑتا ہے۔“ لوزین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اب بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔“

ٹائیگر نے کہا تو لوزین بے اختیار چونک پڑی۔

”کیا مطلب۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ میں سچ بتا دوں تو مجھے جھوٹ دو گے۔ پلیز۔ دیکھو میں نے سب کچھ نہ صرف بتا دیا ہے بلکہ کنفرم بھی کرا دیا ہے۔“ لوزین نے اس بار منت بھرے لہجہ میں کہا۔

”سوری۔ تم میرے استاد کی نگرانی کرا رہی تھی جو میرے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم ہے۔“ ٹائیگر کا لہجہ یکفخت بدل گیا۔

”مم۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں نگرانی نہیں کراؤں گی۔“

”پلیز۔“ لوزین نے رو دینے والے لہجہ میں کہا۔ اس کے مزاج کا



جار ہانہ پن یکسر غائب ہو گیا تھا۔

”اوکے۔ میں تمہیں زندہ چھوڑ رہا ہوں لیکن یہ سن لو کہ آئندہ اگر مجھے اطلاع ملی کہ تم پاکیشیا میں رہ کر پاکیشیا کے مفادات کے خلاف کام کر رہی ہو تو تمہیں قبر میں بھی جگہ نہیں ملے گی۔“ ٹائیگر نے ہاتھ میں پکڑا ہوا مشین پسل واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ کر وہ اس کے عقب میں آیا اور اس نے ری ن ایک گانٹھ کھول دی۔

”اب یا تو ری خود کھول لینا یا اپنے ملازموں کی لاشوں سے بہن لیکن میری یہ بات یاد رکھنا ورنہ میں تمہیں پاتال سے بھی نکال لوں گا۔“..... ٹائیگر نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے کے بیرون دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا غیر ملکی سائنسی رسالہ پڑھنے میں مصروف تھا۔ سلیمان شاپنگ کے لئے مارکیٹ گیا ہوا تھا۔ البتہ جانے سے پہلے وہ فلاسک میں دو تین کپ چائے ڈال کر دے گیا تھا اس لئے عمران اطمینان سے بیٹھا رسالہ پڑھنے میں مصروف تھا۔ ٹرانس میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ مکمل نے چونکہ لیبارٹری کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے دو تین روز کی مہلت لی تھی اس لئے عمران نے بھی اس معاملے میں کسی مہمگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اسی لمحے پاس پڑے ہوئے فون کی ٹھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ البتہ اس کی فہرس رسالے پر جمی ہوئی تھیں۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بل رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

”ایکسو“..... دوسری طرف سے مخصوص لہجے میں کہا گیا۔  
 ”ایکس ون مارکیٹ گیا ہوا ہے اس لئے جو کہنا ہے کھل کر بہ  
 دو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ گھیل کی کال آئی ہے۔ اس کے مطابق ڈاکٹر  
 کمال حسین لائبریریا میں واقع کسی لیبارٹری میں موجود ہیں لیکن وہ  
 باوجود کوشش کے ابھی تک اس لیبارٹری کا محل وقوع ٹریس نہیں  
 سکا اور اس نے مزید دو دن کی مہلت مانگی ہے۔ میں نے اسے بہ  
 دیا ہے کہ وہ کام کرتا رہے“..... بلیک زیرو نے اس بار اپنے اصل  
 لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ عمران کا اشارہ سمجھ گیا تھا  
 کہ عمران فلیٹ پر اکیلا ہے۔

”ٹھیک ہے۔ اسے معلوم کرنے دو“..... عمران نے سپاٹ سچے  
 میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ اس کیس میں کوئی دلچسپی نہیں لے  
 رہے۔ کیا کوئی خاص وجہ ہے“..... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے  
 اختیار ہنس پڑا۔

”کیا دلچسپی لوں۔ لائبریریا میں وہ لیبارٹری بنانے کہاں ہوگی۔  
 جب تک ٹارگٹ فکس نہ ہو جائے اندھیرے میں لائٹس چلائے  
 سے کیا ہوتا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”پہلے تو آپ خود وہاں جا کر یا اپنے ذرائع سے معلومات  
 حاصل کرتے تھے لیکن اس بار آپ نے سب کچھ فارن ایجنٹ

چھوڑ دیا ہے اور خود فلیٹ میں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ اگر نہیں جانا  
 چاہتے تو آپ میری جگہ سنبھال لیں اور مجھے اجازت دیں۔ میں  
 ڈاکٹر کمال حسین کو واپس لے آؤں گا“..... بلیک زیرو نے کہا تو  
 عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”میں تمہاری جگہ ضرور لے لیتا لیکن اب کیا کروں۔ اپنے نام  
 چیک خود نہیں کاٹ سکتا۔ اس پر تمہارے دستخط ضروری ہیں۔“ عمران  
 نے ہنستے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ مذاق میں میری بات ٹال رہے ہیں۔“  
 بلیک زیرو نے کہا۔

”میں مذاق میں بات نہیں ٹال رہا۔ سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں  
 کیونکہ تم وہاں پہنچ بھی جاؤ تو کام تو مہر حال کھیل کو ہی کرنا پڑے گا  
 اور اس کے لئے تمہارا وہاں ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ البتہ اگر دانش  
 منزل سے اکتا گئے ہو تو میں سلیمان کو کہہ دیتا ہوں وہ عارضی طور پر  
 تمہاری جگہ سنبھال لے گا اور تم سندباد جہازی کی طرح دنیا کے گرد  
 چکر لگاؤ“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ واقعی کام تو کھیل نے ہی کرنا  
 ہے۔ اوکے“..... بلیک زیرو نے فوراً عمران کی بات مانتے ہوئے  
 کہا۔

”گھبراؤ نہیں۔ سلیمان نے مستقل قبضہ نہیں کرنا دانش منزل پر  
 اس لئے میں نے عارضی طور پر کہا تھا۔ تم خواہ مخواہ گھبرا گئے۔“

نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً  
خف گھٹنے بعد کال بیل بجی تو عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا رسالہ  
لے کر کے میز پر رکھا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔  
”کون ہے“..... عمران نے عادت کے مطابق لاک ہٹانے سے  
پہلے اونچی آواز میں پوچھا۔

”ٹائیگر ہوں باس“..... باہر سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو  
لوہان نے لاک ہٹا کر دروازہ کھولا تو باہر ٹائیگر موجود تھا۔

”ارے۔ خالی ہاتھ آ رہے ہو۔ میں سمجھا تھا کہ چلو ٹرک اور  
بلا نہ سہی دو چار شاہر تو ضرور ہاتھوں میں ہوں گے۔ اب کیا کیا  
ہئے۔ وہ ویکوں کے پیچھے لکھا ہوتا ہے اپنی اپنی قسمت اپنا اپنا  
نصیب۔ اب یہ ہماری قسمت اور ہمارا نصیب کہ ہمیں شاگرد بھی  
سمجھو ملا ہے“..... سٹنگ روم تک پہنچتے پہنچتے عمران کی بات جاری  
ہی۔

”باس۔ میں نے آرڈر دینے کی کوشش کی تھی۔ میرا خیال تھا  
کہ آپ کا نام سننے ہی بسکٹ فیکٹری والے اور ڈرموں کے حساب  
سے چائے بنانے والے اٹھ کھڑے ہوں گے اور مجھے سیلوٹ کریں  
گے لیکن باس انہوں نے یہ کہہ کر آرڈر سننے سے ہی انکار کر دیا کہ  
پہلے آپ کے استاد کی طرف اتنا ادھار ہو چکا ہے کہ ہمیں اپنی  
فیکٹری فروخت کرنے پر بھی اتنی رقم نہیں مل سکتی اس لئے کیا کر رہا  
ہے لکائے خالی ہاتھ آ گیا“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا اور  
عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر رسالے کی  
طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر نجانے کتنی دیر گزری تھی کہ فون کی تھنٹی ایک  
بار پھر بج اٹھی تو عمران نے رسالے سے نظریں ہٹائے بغیر ہاتھ  
بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود  
بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں  
تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ میں آپ کے فلیٹ پر آ رہا ہوں  
ایک ضروری بات کرنی ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔  
”کیا یہ ضروری بات فون پر نہیں ہو سکتی کہ تم مجھے چائے اور  
بسکٹ سے زیر بار کرو گے۔ پہلے ہی سلیمان اپنے واجبات کی ادائیگی  
کا آخری نوٹس دے چکا ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے  
کہا۔

”میں نہ چائے پیوؤں گا اور نہ ہی بسکٹ کھاؤں گا۔ آپ بے  
فکر رہیں“..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔  
”اس سے کیا خاک بچت ہو جائے گی۔ تم نے لینا ہی کیا ہے  
ایک بسکٹ اور ایک کپ چائے۔ البتہ اگر تم کہتے کہ میں آتے  
ہوئے دو چار ٹرک بسکٹوں کے اور چار پانچ ڈرم چائے کے بھروا کر  
ساتھ لا رہا ہوں تو چلو کوئی بات بھی ہوتی۔ بہر حال آ جاؤ“۔ عمران

دیا تو عمران اس کے خوبصورت جواب پر اپنی عادت کے برخلاف بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”چلو شاپرز کی بجائے تم نے منہ لٹکا لیا ہے یہی کافی ہے بیٹھو“..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور خود اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔  
نائیگر ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”اگر ہوا بند چائے پینا چاہتے ہو تو فلاسک میں موجود ہے پیالی میں ڈال لو“..... عمران نے میز پر رکھے ہوئے فلاسک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ کے خیال کے مطابق یہ چائے نقصان دہ ہے؟ آپ سلیمان سے سنو اتے کیوں ہیں؟“..... نائیگر نے کہا کیونکہ عمر فلاسک میں بند چائے کو ہوا بند چائے اور وائر کولر میں بند پانی ہوا بند پانی کہا کرتا تھا اور وہ بات اس انداز میں کرتا تھا جیسے یہ ہوا بند چائے یا پانی پی کر کوئی بڑی بیماری لگ سکتی ہے جبکہ وہ خود چائے بھی پیتا رہتا تھا اور پانی بھی۔

”تاکہ سلیمان چائے بنانا نہ بھول جائے۔ بہر حال تم پیسے چائے پی لو اور پھر اوپر سے زور سے دو تین سانس لے کر ہوا بھی ساتھ شامل کر لو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکریہ باس“..... نائیگر نے کہا اور پھر اس نے میز پر موجود پیالی اٹھائی اور اٹھ کر کچن میں چلا گیا۔ وہاں سے اس نے ایک اور پیالی اٹھائی اور دونوں پیالیوں کو دھو کر واپس شنگل روم میں آیا۔

اس نے فلاسک سے دونوں پیالیوں میں چائے ڈالی اور ایک پیالی عمران کے سامنے رکھ کر دوسری پیالی اس نے اپنے سامنے رکھ لی۔ پھر اس نے اپنے دوست کارس کے فون آنے سے لے کر بلیک سٹار کلب کی میڈم لوزین کی رہائش گاہ پر جانے اور وہاں پیش آنے والے حالات کی تفصیل بتا کر اس نے میڈم لوزین سے ہونے والی بات چیت کی تفصیل بھی بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ اس نے فون پر مجھڑین کی اور ہارڈ ایجنسی کی سیکشن انچارج جولیسن سے ہونے والی بات چیت سب دوہرا دی۔ ساتھ ساتھ وہ چائے کی چسکیاں بھی لیتا رہتا تھا۔

”تم نے جو کچھ بتایا ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کرنس والوں کو یقین ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس ڈائریکٹ کال کو واپس لانے کے لئے کرنس پہنچے گی اور وہ بیٹنگی اطلاع چاہتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”بس باس“..... نائیگر نے جواب دیا۔

”یہ تمام تفصیل فون پر بھی تو بتا سکتے تھے“..... عمران نے کہا۔  
”باس۔ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں ہارڈ ایجنسی کے خلاف کام کروں“..... نائیگر نے کہا۔

”ہارڈ ایجنسی سرکاری ایجنسی ہے جس طرح پاکیشیا سیکرٹ سروس سرکاری ایجنسی ہے۔ انہیں اپنا کام کرنے دو۔ ہمارا جب وہ راستہ روکیں گے تب ہم ان کے خلاف کام کر سکتے ہیں ویسے نہیں۔ ہمیں

ہارڈ ایجنسی سے براہ راست کوئی ٹکراؤ نہیں لینا۔ ہم نے ڈاکٹر کمال کو واپس لانا ہے اور یہاں تک معلومات ملی ہیں کہ ڈاکٹر کمال انہوں نے ایک بڑے لیکن ساحلی شہر لائیریا کی کسی لیبارٹری میں رکھا ہے۔ چیف کا فارن ایجنٹ اس لیبارٹری کا کھوج لگا رہا ہے جب کوئی ٹارگٹ فکس ہو جائے گا تب میں ٹیم لے کر یہاں سے وہاں جاؤں گا۔ عمران نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو میں لیبارٹری کا سراغ لگانے کی کوشش کروں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”تمہاری انڈر ورلڈ کا لیبارٹریوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔“ عمران نے چوک کر کہا۔

”کرائس میں ایک کاروباری ادارہ ہے ماسٹر ٹریڈرز۔ یہ مختلف نوعیت کے بزنس کرتا ہے۔ ان میں ایک بزنس سرکاری سائنسی لیبارٹریوں کو مختلف مشینری اور دیگر سامان مہیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خفیہ طور پر یہ لوگ خصوصی ساخت کے اسلحہ کی بھی پوری دنیا میں خرید و فروخت کرتے ہیں اس کے خصوصی اسلحہ کے بزنس کا ہیڈ ایک آدمی گروز ہے۔ یہ گروز یہاں پاکیشیا بھی آتا رہتا ہے۔ میرے ساتھ بھی اس کی دوستی ہے۔ یہ شخص یہودی نہیں ہے لیکن یہودی فطرت ضرور ہے۔ اسے اگر معاوضہ دیا جائے تو یہ کرائس کی تمام لیبارٹریوں کے بارے میں تفصیلی رپورٹ مہیا کر سکتا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اس وقت وہ کہاں ہوگا۔“ عمران نے پوچھا۔

”اس کے پاس ایک سپیشل سیلینٹ نمبر ہے۔ وہ جہاں بھی ہو اس خصوصی نمبر سے رابطہ ہو سکتا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ بات کرو۔ لیکن اسے کیسے معلوم ہوگا کہ ڈاکٹر کمال کس لیبارٹری میں ہے۔“ عمران نے کہا۔

”وہ کچھ وقت تو لے گا لیکن اس کی ساری معلومات بہر حال حتمی ہوں گی۔“ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کو اٹھا کر اس نے اپنے سامنے رکھا اور پھر ریسور اٹھا کر اس نے پہلے اکوآری سے کرائس اور اس کے دارالحکومت کا رابطہ قیمر معلوم کر کے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر ایک بار پھر نمبر پر لیس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پر لیس کر دیا۔

”لیس۔ گروز بول رہا ہوں۔“ رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”پاکیشیا سے ٹائیگر بول رہا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ارے ٹائیگر تم۔ کیسے فون کیا ہے آج۔ کوئی خاص بات۔“ گروز نے یکنخت بے تکلفانہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ایک پارٹی سے سودا ہوا ہے۔ میں نے سوچا کہ تم بھی اچھا معاوضہ حاصل کر لو۔ کیا خیال ہے۔ دس ہزار ڈالرز مل جائیں گے تمہیں بھی۔“ ٹائیگر نے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا عمران بے اختیار

مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ٹائیگر نے بہت کم رقم اس لئے کہی ہے۔  
 سو دے بازی کر کے آگے بڑھا جاسکے ورنہ گروز بڑی رقم سے بچی  
 آگے بڑھ جاتا۔  
 ”یہ کیا کہہ رہے ہو۔ دس ہزار ڈالر صرف۔ مسئلہ کیا ہے۔“ گروز  
 نے کہا۔

”کرائس کے شہر لائیریا میں کوئی سائنسی لیبارٹری ہے جس میں  
 ایک پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر کمال حسین کام کرتا ہے لیکن ڈاکٹر  
 کمال حسین کی خواہش پر اس لیبارٹری کو اوپن نہیں کیا جا رہا جبکہ  
 ایک پارٹی اپنے کسی سائنسی معاملے پر ڈاکٹر کمال حسین سے مت  
 چاہتی ہے۔ اگر تم لیبارٹری کے محل وقوع کے بارے میں بتا دو تو  
 شرط یہی ہے کہ اس لیبارٹری کا محل وقوع بتایا جائے جس لیبارٹری  
 میں پاکیشیائی ڈاکٹر کمال حسین کام کرتا ہے تو تمہیں اتنی معمولی  
 معلومات پر دس ہزار ڈالر دیے جا سکتے ہیں لیکن ہمارے پاس  
 وقت زیادہ نہیں ہے جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام ہوتا ہو گا۔“  
 ٹائیگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارے پاس وقت نہیں ہے تو میرے پاس بھی وقت نہیں  
 ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں اس بارے میں ابھی اور اسی وقت فون  
 پر درست معلومات تمہیں مہیا کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ  
 لائیریا میں دو سائنسی لیبارٹریاں ہیں۔ ان میں سے ایک گزشتہ دو  
 سالوں سے بند پڑی ہے کیونکہ وہاں موجود تمام مشینری پانی کی کمی

وجہ سے بے کار ہو گئی ہے۔ اس کے لئے مشینری خصوصی طور پر  
 لائی جا رہی ہے جس میں ابھی ڈیڑھ دو سال اور لگیں گے اس  
 لئے باقی ایک ہی لیبارٹری رہ جاتی ہے جہاں ڈاکٹر کمال حسین  
 موجود ہو گا لیکن تم نے شاید رقم کے بارے میں مذاق کیا ہے۔  
 گروز نے کہا۔

”چلو تم بتا دو۔ کیا معاوضہ لینا چاہتے ہو۔ بولو۔ لیکن معلومات  
 تحصیل سے بتانا ہوں گی۔“ ٹائیگر نے کہا۔  
 ”پہلے یہ بتاؤ کہ حکومت کرائس تو اس میں ملوث نہیں ہے۔“  
 گروز نے کہا۔

”حکومت کرائس کا اس سے کیا تعلق۔ یہ تو ڈاکٹر کمال حسین کا  
 مسئلہ ہے۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔  
 ”اوکے۔ پھر سن لو اس لیبارٹری کے محل وقوع کی نشاندہی کرنے  
 کے دس لاکھ ڈالروں کا۔ اس سے ایک ڈالر بھی کم نہیں۔“ گروز  
 نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اتنی بھاری رقم۔ چھوڑو۔ میں کسی اور ذریعے  
 سے معلوم کر لوں گا۔ اتنی رقم تو مجھے نہیں مل رہی۔ میں تمہیں کہناں  
 سے دے سکتا ہوں۔ اب کھل کر بات ہو جائے تو بہتر ہے۔ مجھے  
 پانچ لاکھ ڈالرز مل رہے ہیں۔ تم اس میں سے کتنے لو گے۔ بولو۔“  
 ٹائیگر نے کہا۔

”اگر تم دس لاکھ ڈالرز پر رضامند ہو جاتے تو میں سمجھتا کہ

حکومت ملوث ہے کیونکہ بھاری رقمیں اس وقت دی جاتی ہیں جب حکومت ملوث ہو..... گروز نے باقاعدہ فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں بتائیے میں چار لاکھ ڈالرز آن لائن بھجوا دیتا ہوں۔ تم فون پر تفصیلات دو..... ٹائیگر نے کہا تو دوسری طرف سے گروز نے اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں بتا دیا جسے ٹائیگر نے ایک کانٹا نوٹ کر لیا۔

”میں نے نوٹ کر لیا ہے۔ اب اگر مجھ پر اعتماد ہے تو یہ ورنہ مجھے پھر تمہیں فون کرنا پڑے گا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”سوری ٹائیگر۔ ایسے معاملات میں خالی اعتماد نہیں ہوا کرتا۔ میں اسی نمبر پر ہوں۔ جیسے ہی تمہاری بھیجی ہوئی رقم بینک پہنچے مجھے اطلاع مل جائے گی۔ پھر تم فون کرنا میں بتا دوں گا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسا کر لو۔ میں تمہیں دوبارہ فون کرتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر کریڈٹ دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ پھر اس نے اپنے بینک منیجر کو اپنے اکاؤنٹ سے چار لاکھ ڈالرز آن لائن کرائس کے بینک اور اکاؤنٹ میں فوری بھجوانے کا کہہ کر ساتھ ہی گروز کا بینک اور اکاؤنٹ کی تفصیل بتا دی۔

”کتنی دیر میں رقم کرائس اکاؤنٹ میں پہنچ جائے گی“..... ٹائیگر نے پوچھا۔

”صرف دس منٹ میں جناب“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”میں پندرہ منٹ بعد تمہیں فون کروں گا تاکہ تم کنفرم کرا سکو“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”نیس سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے ریسپورڈ کریڈٹ پر رکھ دیا۔

”یہ آدمی گروز واقعی قابل اعتماد ہے یا شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے“..... عمران نے کہا۔

”باس۔ میں نے پہلے ہی بتایا ہے کہ یہ اصل یہودی نہیں ہے لیکن فطرتاً دولت کی حد تک یہودی ہے اس لئے مجھے اس سے باقاعدہ سودے بازی کرنا پڑی ہے لیکن معاملات میں یہ کھرا آدمی ہے۔ جو کچھ بتائے گا وہ درست ہو گا“..... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً بیس منٹ بعد ٹائیگر نے ایک بار پھر گروز سے رابطہ کیا۔

”نیس۔ گروز بول رہا ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی گروز کی آواز نکلی وی۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں۔ رقم پہنچ گئی ہے تمہارے اکاؤنٹ میں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ ٹھیک یو۔ ابھی کال آئی ہے بینک کی طرف سے۔“

گروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب تفصیل سے لیبارٹری کے بارے میں بتا دو“..... ٹائیگر نے کہا۔

”کرائس کے بحیرہ روم کی طرف ساحلی علاقہ ہے جسے ماؤنٹ پلیسز کہا جاتا ہے۔ یہ خاصا وسیع علاقہ ہے جو سوئٹزر لینڈ تک چلا گیا ہے۔ یہ تمام علاقہ پہاڑی بھی ہے اور برفانی بھی۔ یہیں کرائس پارس کے بعد سب سے بڑا شہر لائبریا ہے جو وسیع پہاڑی علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقے میں بھی سارا سال دنیا بھر کے سیانے آتے جاتے رہتے ہیں کیونکہ یہاں سارا سال موسم انتہائی سرد رہتا ہے اور یہاں کے برفانی نظارے اس قدر دیدہ زیب ہوتے ہیں کہ لوگوں کا واپس جانے کو دل ہی نہیں کرتا۔ لائبریا کے شمال میں ایئر فورس کا اڈا بھی ہے اور فوجی چھاؤنی بھی ہے۔ اس فوجی چھاؤنی کے لاسٹ گیٹ کے قریب سے اس لیبارٹری جسے ماؤنٹ لیبارٹری کہا جاتا ہے کا راستہ جاتا ہے جو آگے جا کر ایک پہاڑی وادی میں ختم ہو جاتا ہے۔ وہاں لیبارٹری کی سیکورٹی موجود رہتی ہے۔ لیبارٹری زیر زمین ہے۔ ہم بھی سیکورٹی زون سے آگے کبھی نہیں گئے اور نہ ہی کوئی جاسکتا ہے سوائے سائنس دانوں کے۔ یہ ہے اس ماؤنٹ لیبارٹری کا محل وقوع“..... گروز نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اور دوسری لیبارٹری جو تم کہہ رہے ہو کہ بند پڑی ہے وہ کہاں

ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔

”وہ بھی اسی علاقے میں ہے لیکن اس کا راستہ بھی اس سیکورٹی زون سے تبدیل ہو کر مشرق کی طرف چلا جاتا ہے۔ آگے اس لیبارٹری کا سیکورٹی زون ہے لیکن وہ سیکورٹی زون بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ اس لیبارٹری کی مشینری ناکارہ ہو کر ضائع ہو چکی ہے“۔ گروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم یہ کنفرم کرا سکتے ہو کہ پاکیشیائی ڈاکٹر کمال حسین واقعی اس لیبارٹری میں ہے۔ معاوضہ بے شک مزید لے لیتا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”اس لیبارٹری میں ایک سائنس دان ڈاکٹر جیرالڈ کام کرتا ہے۔ اس کا ایک سیل فون نمبر ہے جو کہ خفیہ ہے اور میرے پاس ہے۔ میں تمہیں نمبر بتا دیتا ہوں اور اسے کہہ دیتا ہوں کہ وہ تم سے بات کر لے۔ ایک لاکھ ڈالرز مزید بھیج دینا جو میں ڈاکٹر جیرالڈ کو دے دوں گا۔ اس طرح وہ خوش ہو کر تم سے بات کر لے گا“..... گروز نے کہا۔

”ٹھیک ہے بتاؤ نمبر“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہولڈ کرو۔ میں ڈائری لے لوں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو۔ کیا تم لائن پر ہو“..... کچھ دیر بعد گروز کی آواز سنائی

دی۔



”ہاں بولو“..... ٹائیگر نے کہا تو دوسری طرف سے گردز نے اسے نمبر کھواتا شروع کر دیا۔

”اب میں اسے کتنی دیر بعد فون کروں“..... ٹائیگر نے پوچھا۔  
”جب ایک لاکھ ڈالرز میرے اکاؤنٹ میں پہنچ جائیں۔“  
دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے“..... ٹائیگر نے کہا اور کریڈٹ دبا دیا۔

”واقعی دولت کے معاملے میں یہ یہودی ہے“..... عمران نے ہنستے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے بھی اثاثات میں سر ہلا دیا۔ پھر ٹائیگر نے اپنے بینک سے رابطہ کر کے آن لائن پر ایک لاکھ ڈالرز گردز کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرنے کی ہدایات دیں اور جب اسے کنفرم کرایا گیا کہ ایک لاکھ ڈالرز گردز کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو گئے ہیں تو اس نے گردز کو فون کیا۔

”نیں۔ گردز بول رہا ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی گردز کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں۔ ایک لاکھ ڈالرز مل گئے ہیں تمہیں۔“  
ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں ٹھیکس۔ میری ڈاکٹر جیرالڈ سے ابھی بات ہوئی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ ڈاکٹر فلپ کی سرکردگی میں سائنس دانوں کی ایک پوری ٹیم ماؤنٹ لیبارٹری میں شفٹ ہوئی ہے۔ اس ٹیم میں ایک ایشیائی نژاد سائنس دان بھی ہے جس کا نام ڈاکٹر کمال ہے۔ میں

نے اسے تمہارے بارے میں بھی بتا دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ایک لاکھ ڈالرز اس کے نام کے میرے پاس موجود ہیں وہ جب چاہے مجھ سے لے سکتا ہے۔ وہ خوش ہو گیا ہے۔ تم اس سے بات کر لینا“..... گردز نے کہا۔

”اوکے“..... ٹائیگر نے کہا اور کریڈٹ دبا کر اس نے ٹون آنے پر ایک بار پھر وہ نمبر پر پس کرنے شروع کر دیئے جو گردز نے بتائے تھے۔

”ہیلو۔ کون بول رہا ہے“..... رابطہ ہوتے ہی ایک اجنبی مردانہ آواز سنائی دی۔

”میرا نام ٹائیگر ہے۔ گردز نے میرے بارے میں آپ سے بات کی ہوگی“..... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”میں نے گردز کو آپ کے لئے ایک لاکھ ڈالرز دیئے ہیں لیکن اگر آپ میری بات براہ راست ڈاکٹر کمال سے کرا دیں تو میں آپ کے اکاؤنٹ میں ایک لاکھ ڈالرز مزید جمع کرا دوں گا۔“  
ٹائیگر نے کہا۔

”گردز نے تو مجھے دس ہزار ڈالرز بتائے ہیں“..... ڈاکٹر جیرالڈ نے تقریباً روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس کی فکر مت کریں۔ میں وہ رقم بھی دے دوں گا جو اس

نے رکھ لی ہے۔ مطلب ہے کہ آپ کے اکاؤنٹ میں دو لاکھ ڈالرز جمع کرا دیتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ آپ میری بات ڈاکٹر کمال حسین سے کرا دیں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا کسی کو علم نہ ہو۔۔۔۔۔ ڈاکٹر جیرالڈ نے کہا۔

”نہیں ہوگا۔ آپ فکر مت کریں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”آپ مجھے دس منٹ بعد دوبارہ فون کریں۔ مجھے ڈاکٹر کمال کے کمرے میں جانا ہو گا لیکن میں انہیں کیا کہوں کہ کون بات کرنا چاہتا ہے اور کیا بات کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر جیرالڈ نے کہا۔

”آپ انہیں کہیں کہ کافرستان کے ڈاکٹر اشوک بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ڈاکٹر اشوک جو ریز کے ماہر ہیں۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے ٹائیگر کی اس بات کی تحسین کر رہا ہو۔

”اوکے۔ دس منٹ بعد فون کریں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر جیرالڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے بھی ریسور رکھ دیا۔

”اب تم میں واقعی چٹکی آ گئی ہے۔ اب روزی راسکل کو گرین سگنل دینا پڑے گا۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”باس۔ اس کا نام نہ لیں۔ اس کا نام لیتے ہی وہ خود آ جاتی ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”آج کل نظر نہیں آ رہی۔ کہاں ہے وہ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اپنے کلب کو دوبارہ تعمیر کرا کر اس کی آرائش و زیبائش میں لگی ہوئی ہے۔ کبھی کبھار فون آ جاتا ہے۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ تو کبھی کبھار فون کرتی ہوگی تم تو روزانہ بلکہ صبح شام حال احوال پوچھنے کے بہانے فون کرتے ہو گے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”نہیں باس۔ میں نے تو اسے اب تک ایک بار بھی فون نہیں کیا۔ وہ زچ کر دیتی ہے۔ اگر وہ خاتون نہ ہوتی تو اب تک یقیناً میرے ہاتھوں ماری جا چکی ہوتی۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے۔ ارے۔ اتنی سنجیدگی کا مطلب ہے کہ کچھ نہ کچھ بھرا حال ہے تمہارے اندر بھی۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”تو نوبت اب ٹھنڈی سانسیں بھرنے تک پہنچ چکی ہے۔ ہو کے۔ اب کچھ کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا لیکن ٹائیگر نے کوئی جواب دینے کی بجائے فون کا ریسور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

”لیں۔ ڈاکٹر جیرالڈ بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ڈاکٹر جیرالڈ کی آواز سنائی دی۔

”کافرستان سے ڈاکٹر اشوک بول رہا ہوں۔ کیا میری بات

ڈاکٹر کمال حسین صاحب سے ہو سکتی ہے“..... ٹائیگر نے کہا۔  
 ”نہیں۔ کریں بات“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ میں ڈاکٹر کمال حسین بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں اور  
 کہاں سے بات کر رہے ہیں“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ  
 آواز سنائی دی۔ لہجہ ایشیائی ہی تھا۔

”میں کافرستان سے ڈاکٹر اشوک مہتہ بول رہا ہوں۔ ہم کلونی  
 ریز پر یہاں کام کر رہے ہیں۔ اس میں ایک ایسا مرحلہ آ گیا ہے  
 کہ ہم آگے نہیں بڑھ پا رہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ یہ مسئلہ  
 حل کر سکتے ہیں اس لئے میں نے آپ سے رابطے کی کوشش کی  
 ہے۔ اگر آپ ہماری مدد کریں تو ملاقات کا وقت دے دیں۔“  
 ٹائیگر نے کہا۔

”سوری ڈاکٹر اشوک مہتہ۔ کلونی ریز میرا فیلڈ نہیں ہے۔ کسی  
 نے آپ کو غلط بتایا ہے۔ البتہ پاکیشیا میں ڈاکٹر الطاف الرحمن اس  
 سبجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ آپ ان سے مل لیں۔ آئی اے  
 سوری“..... ڈاکٹر کمال حسین نے کہا۔  
 ”اوکے۔ اس ٹپ کا بھی شکریہ۔ تھینکس سر۔ گڈ بائی“..... ٹائیگر  
 نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”باس۔ اب تو یہ معاملہ کنفرم ہو گیا ہے“..... ٹائیگر نے مسرت  
 بھرے لہجے میں کہا۔

”صرف یہ کنفرم ہوا ہے کہ ڈاکٹر کمال سے بات ہو گئی ہے لیکن

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی ڈاکٹر کمال حسین اس لیبارٹری میں ہے  
 جس کے بارے میں گروز نے بتایا ہے اور کیا گروز کا بتایا ہوا محل  
 وقوع درست ہے یا نہیں“..... عمران نے کہا۔

”یہ تو وہاں جا کر کنفرم ہو گا“..... ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ یہاں بھی ہو سکتا ہے۔ میں آ رہا ہوں“..... عمران نے  
 کہا اور اٹھ کر سٹنگ روم سے باہر آ گیا اور پھر سیشل روم سے اس  
 نے ایک الماری میں سے دنیا کا خصوصی طور پر بنایا گیا نقشہ اور چند  
 سفید کاغذ اٹھائے اور الماری بند کر کے وہ واپس سٹنگ روم میں آ  
 گیا۔ ٹائیگر احتیاطاً اٹھ کھڑا ہوا۔

”بیٹھو“..... عمران نے کہا اور پھر کاغذ اور نقشہ میز پر رکھ کر اس  
 نے جیب سے بال پوائنٹ نکالا اور ایک کاغذ اٹھا کر سامنے رکھ لیا۔  
 ”ہاں۔ اب بتاؤ ڈاکٹر جیرالڈ کا نمبر کیا ہے“..... عمران نے کہا۔  
 ”لیکن باس۔ یہ تو کسی سیشل سیلائٹ کا نمبر ہے کیونکہ اس کے  
 آغاز میں دو زریو ڈائل کرنے پڑتے ہیں“..... ٹائیگر نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ یہ یورپ کا ایک بزنس مواصلاتی سیشل  
 سیلائٹ ہے۔ اس کا نمبر ٹاپ سیکرٹ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔  
 قم نمبر بتاؤ“..... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے نمبر بتا دیا جسے عمران  
 نے کاغذ پر لکھ لیا اور پھر اس نے نقشہ کھول کر میز پر رکھ لیا اور نقشے  
 کی سائیزوں پر لکھے ہوئے خصوصی نمبرز اس نے کاغذ پر لکھے اور  
 اس کے بعد اس نے انہیں آپس میں ضرب، تقسیم کرنا شروع کر

دیا۔ کافی دیر بعد اس نے ایک نمبر کو نقشے پر چیک کیا اور پھر اس جگہ دائرہ لگا دیا۔ اس طرح نقشے کے چاروں طرف نشانات لگا کر اس نے ان نشانات کو آپس میں ملانا شروع کر دیا۔ آخری لائن ڈالنے پر وہ مسکرا دیا اور پھر اس نے نقشے پر ایک جگہ دائرہ لگا دیا۔ ”یہاں کال موصول کی گئی ہے“..... عمران نے اس دائرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نقشے پر جھک گیا۔

”ماؤنٹ پلیسر۔ یہ وہی علاقہ ہے جو گروڈ نے بتایا تھا“۔ ٹائیگر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ وہی ہے۔ مجھے پہلے خطرہ تھا کہ تم سے ہونے والی بات چیت چیک ہو جائے گی اور وہ لوگ لیبارٹری بدل بھی سکتے ہیں لیکن تم نے کافرستان کا ڈاکٹر اشوک مہتہ بن کر جن ریز کی بات کی ہے اس پر ان کو کوئی شک نہ ہو گا اس لئے اب طے ہو گیا کہ ڈاکٹر کمال حسین اس ماؤنٹ لیبارٹری میں موجود ہیں“..... عمران نے نقشے کو لپیٹتے ہوئے کہا۔

”باس۔ اس مشن میں آپ مجھے بھی ضرور شامل کر لیں“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”یہ کام چیف کا ہے کیونکہ یہ سرکاری مشن ہے۔ تمہاری کارکردگی کی رپورٹ چیف کو پہنچ جائے گی۔ اس کے بعد فیصلہ کرے گا کہ اس کا کام ہے۔ فی الحال تم جا سکتے ہو“..... عمران نے کہا۔

”لیس باس“..... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر سلام کر کے

اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بیرونی دروازہ کھلے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی تو اس نے رسیور اٹھایا اور واپس کرنے شروع کر دیئے۔

”ایکسفو“..... رابطہ ہوتے ہی مخصوص آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں بلکی زیرو“..... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”بولیں جناب بولیں۔ آپ کو بولنے سے کون روک سکتا ہے“..... اس بار دوسری طرف سے بلکی زیرو نے اپنی اصل آواز نہ بھٹے ہوئے کہا۔

”ارے۔ بولنے کو غنیمت سمجھو۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جب زبان کھلے تو ہاتھ حرکت میں آ جاتے ہیں۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ ہر ملک میں دوسرے ممالک کی طرح انقلاب نہیں آ سکتا بلکہ میڈیا دن رات بولنے میں مصروف ہے۔ کوئی کام کی بات نہیں کر سکتا۔ یہ وہ دن رات بولے چلا جا رہا ہے اور پوری قوم دن رات فوٹوز پر بول رہی ہے اور تم بولنے سے روکنے کی بات کر رہے“..... عمران کی زبان جب رواں ہو گئی تو اسے کون روک سکتا

”اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ بولیں“..... بلکی زیرو نے ہنسنے لگے کہا۔

”مگنیل کی رپورٹ آئی ہے مزید“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ اس نے دو تین روز کا وقت لیا ہے“..... بلیک نے کہا۔

”ٹائیگر نے میرے فلیٹ پر بیٹھ کر نہ صرف اس لیبارٹری کا مقرر معلوم کر لیا ہے بلکہ وہاں موجود ڈاکٹر کمال حسین سے اس فون پر بات بھی ہوئی ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا واقعی۔ نہیں۔ آپ مذاق کر رہے ہیں“..... بلیک زیرو۔ انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ سب کچھ میرے سامنے ہوا ہے اور پھر میں نے اسے فلیٹ پر چیک کر کے کفرم بھی کر لیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”کیسے ہوا یہ سب۔ حیرت ہے۔ اس کا تو مطلب ہے کہ“..... کا شاگرد آپ سے آگے جا رہا ہے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ خیال رکھنا۔ یہ نہ ہو کہ بے چارہ عمران۔ فلیٹ میں بیٹھا اس چھوٹے سے چیک کے انتظار میں سوختہ

جائے اور ٹائیگر صاحب وہ چھوٹا سا چیک وصول کر کے جا رہے ہوں“..... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا تو دوسری طرف

بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ کا شاگرد آپ کا بہت احترام کرتا ہے اس لئے اگرچہ چیک لے بھی گیا تو احتراماً وہ چیک آپ کی ہی خدمت میں پیش دے گا“..... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران بھی بے اختیار

ہنسا پڑا اور پھر اس نے ٹائیگر کے فلیٹ میں آنے سے لے کر اس کو واپس جانے تک کی تمام تفصیل بتا دی۔

”تو پھر اب گیلیب کی رپورٹ کا آپ کیوں انتظار کر رہے ہیں“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”جیسے ہی پوچھ رہا تھا تاکہ اگر اس کی رپورٹ بھی ٹیلی کر لی جاتی تو اچھا تھا۔ بہر حال اب ہمیں روانہ ہونا ہے۔ میں جولیہ کو تیار

ہوں اور ٹیم کو بھی تیار کرنے کے احکامات دے دیتا ہوں۔ تم ہماری ٹیم کی تیاریاں کر دو“..... عمران نے کہا۔

”وہ تو ہو جائیں گی لیکن عمران صاحب۔ ٹائیگر نے اس لوژین کے آدھیوں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ ایئر پورٹ پر اور بندرگاہ

اپ کی چیکنگ کر رہے ہیں۔ ان کا کیا ہو گا۔ کیا آپ میک اپ کی تیاریاں کریں گے۔ یہ تو مجھے بتا دیں تاکہ اس میک اپ کے مطابق

کے کاغذات تیار کرائے جائیں“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”میک اپ کی ضرورت تو بہر حال پڑے گی کیونکہ ہم اصل میں کرائس نہیں جاسکتے۔ جو لوگ یہاں نگرانی کر رہے ہیں

ہم وہاں بھی زیادہ سختی سے نگرانی کر رہے ہوں گے۔ میک اپ کی تیاریاں بھی ضروری ہیں۔ اس کے کاغذات بھی تیار کروا لینا“..... عمران نے

جواب دیا۔ ہاتھ بڑھا کر کریڈل دیا اور پھر ہاتھ ہٹا کر ٹون آنے پر اشارہ کیا۔ ایک بار پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”جولیا بول رہی ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف نہ جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ایکسو“..... عمران نے مخصوص انداز اور آواز میں کہا۔

”یس باس“..... جولیا کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

”عمران کی سربراہی میں ٹیم ڈاکٹر کمال حسین کو کرائس لیبارٹری سے واپس لانے کے لئے بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ تم مضہ تویر، کیپٹن ثلیل اور صالحہ کو تیار رہنے کا کہہ دو اور خود بھی تیار رہنا تم سمیت سب میک اپ نمبر تھری میں یہاں سے جائیں گے کیٹہ ایئر پورٹ پر باقاعدہ نگرانی کی جا رہی ہے۔ عمران تمہیں خود بریجہ کرے گا“..... عمران نے کہا اور پھر بغیر کوئی جواب سننے اس رسیور رکھ دیا۔

جولین اپنے سیکشن آفس میں بیٹھی بار بار عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں فائل دیکھ رہی تھی۔ اس نے اتنی بار یہ فائل پڑھی تھی کہ شاید پوری فائل کا ایک ایک لفظ اسے حفظ ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے بار بار اس طرح پڑھ رہی تھی جیسے پہلی بار پڑھ رہی ہو۔ اس کی نظریں فائل میں موجود عمران کی تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ یہ ایک نوجوان کی تصویر تھی جو کسی ہوٹل کے دروازے سے باہر آ رہا تھا۔ جولین کو یقین نہ آ رہا تھا کہ جس عمران کے بارے میں وہ مارشل کورس میں بطور مثال پڑھتی رہی ہے وہ یہی ہو سکتا ہے۔ احتیاطاً مصیبت اس کے چہرے پر نمایاں طور پر جھلک رہی تھی جبکہ چیف گریگ سمیت سارے اس کے گنہگار تھے اور اسے دنیا کا سب سے بڑا اور خطرناک ایجنٹ کہتے تھے جبکہ کورس کے دوران اس کے استاد بھی عمران کی تعریفوں میں

زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے تھے۔

”یہ ایشیائی پروپیگنڈہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب وہ یورپی ملکوں کی طرح ترقی نہ کر سکے تو ترقی کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور ہم بھی کیسے معصوم لوگ ہیں کہ ان کے اس پروپیگنڈے پر یقین کر لیتے ہیں۔ ہونہ۔۔۔۔۔ جولین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور فائل بند کر کے ایک طرف رکھ دی۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”لیس۔۔۔۔۔ جولین نے تیز لہجے میں کہا۔

”میڈم۔ چیف کی کال ہے بات کریں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد چیف گریگ کی آواز سنائی دی۔

”لیس چیف۔ میں جولین بول رہی ہوں۔۔۔۔۔ جولین نے کہا۔

”کیا ہوا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی

اطلاع۔۔۔۔۔ چیف نے کہا۔

”وہاں پاکیشیا میں ایک گروپ ایئر پورٹ اور بندرگاہ پر نگرانی کر رہا ہے۔ ابھی تک عمران پاکیشیا دارالحکومت میں ہی ہے۔ نہ جانے وہ کیوں ادھر نہیں آ رہا۔ وہ شاید خوفزدہ ہے کرائس کی ایجنسیوں سے۔۔۔۔۔ جولین نے کہا تو دوسری طرف گریگ بے اختیار ہنس پڑا۔

”وہ اس وقت تک وہاں سے نہیں نکلے گا جب تک وہ اپنے

گروپ فکس نہ کر لے گا۔۔۔۔۔ گریگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے کہ اسے معلوم ہو سکے کہ ان کا سائنس دان کہاں ہے۔ آپ نے بھی اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کی ہیں۔ اب وہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ جولین نے جواب دیا۔

”اس نے نہ صرف معلومات حاصل کر لی ہیں بلکہ لیبارٹری میں موجود پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر کمال سے فون پر بات بھی کر لی ہے اسی لئے تو میں نے تمہیں فون کیا ہے کہ اب وہ لازماً یہاں آئے گا۔۔۔۔۔ چیف نے کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے چیف۔ کیا اس کے پاس مافوق الفطرت قوتیں ہیں۔۔۔۔۔ جولین کے لہجے میں انتہائی حیرت تھی۔

”نہیں۔ وہ اپنا ذہن اور اپنے تعلقات استعمال کرتا ہے۔ میں نے سیکرٹری سائنس کو بتا دیا تھا کہ میں نے لیبارٹری کا پتہ چلا لیا ہے اور میرے آدمی وہاں حفاظت کے لئے پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے ناراض ہونے کی بجائے مجھے شاباش دی کہ میں نے واقعی کام لیا ہے۔ مجھے چونکہ خدشہ تھا کہ عمران کوئی نہ کوئی چکر چلائے گا اگلے میں نے لیبارٹری انچارج ڈاکٹر قلم کے ذریعے لیبارٹری میں ایسا خفیہ نظام نصب کرا دیا کہ لیبارٹری میں داخل ہونے والا کوئی بھی اجنبی فوراً ٹریس کیا جا سکے اور اگر کوئی کال آئے تو وہ بھی ٹریس کی جا سکے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی ہے کہ ڈاکٹر قلم نے ایک اجنبی سے ڈاکٹر کمال کی بات کرائی ہے۔ کال

کرنے والا بتا رہا تھا کہ وہ کافرستان سے بول رہا ہے اور اس کا نام اشوک مہتہ ہے اور وہ کلونیئر ریز کا سائنس دان ہے اور اسے اس کام میں ڈاکٹر کمال کی مدد کی ضرورت ہے تو ڈاکٹر کمال نے ایسا کر دیا۔ اس سے پہلے اس آدمی نے ڈاکٹر جیرالڈ کو کال کیا۔ اسے میں اس نے اور باتیں کیں۔ بہر حال کال کرنے والے کی جگہ چیک کی گئی تو یہ کال کافرستان سے نہیں بلکہ پاکیشیائی دارالحکومت سے کی جا رہی تھی اور پھر جب چیکنگ کی گئی تو جس نمبر سے یہ کی جا رہی تھی یہ نمبر عمران کے فلیٹ کا نمبر تھا..... چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو جولین کے چہرے پر ایسے تاثرات نمود آنے لگے جیسے اسے چیف کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔

”حیرت ہے۔ لیکن یہ رابطہ کیسے ہوا۔ اسے معلوم کیسے ہوا۔ ڈاکٹر کمال حسین فلاں لیبارٹری میں ہے۔ پھر اسے وہاں کا نمبر یہ ملا..... جولین نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس بارے میں بھی انکوائری کی گئی ہے اور ان کے تہ سوالوں کے جواب بھی سامنے آ گئے ہیں۔ ماسٹر ٹریڈرز ایک فز ہے جو کرائس کی تمام لیبارٹریوں کو مشینری اور سائنسی سامان سپلائی کرتی ہے۔ اس کا ایک آدمی ہے گروز۔ یہ شخص بے حد لالچی ہے اسے پاکیشیا سے ایک آدمی ٹائیگر جو کہ انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اور عمران کا شاگرد ہے، نے فون کر کے بھاری معاوضے کا لالچہ دیا اور اس کے بینک اکاؤنٹ میں بھاری رقم جمع کرا دی تو اس نے

اسے بتایا کہ لائبریا میں ایک ہی لیبارٹری کام کر رہی ہے۔ لائبریا میں لیبارٹری کا اس ٹائیگر کو پہلے سے علم تھا۔ بہر حال اس کا محل وقوع گروز نے ٹائیگر کو بتا دیا اور پھر ٹائیگر نے کنفرمیشن کے لئے مزید بھاری رقم ادا کر دی تو گروز نے اس کی بات ڈاکٹر جیرالڈ سے کرا دی اور ڈاکٹر جیرالڈ نے اس کی بات ڈاکٹر کمال سے کرا دی۔“ چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میں اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھی پروپیگنڈہ کرتے ہیں لیکن اب تو مجھے یقین آتا جا رہا ہے کہ یہ لوگ واقعی کام کرتے ہیں۔ بہر حال آپ بے فکر رہیں۔ ایک بار انہیں کرائس آنے دیں پھر آپ دیکھیں گے کہ جولین کیا کرتی ہے..... جولین نے کہا۔

”ایک بات اور بتا دوں۔ عمران کی عادت ہے کہ وہ پہلے کسی ہمسایہ ملک میں رک جاتا ہے۔ پھر وہاں سے تمام معلومات حاصل کر کے ٹارگٹ کی طرف روانہ ہوتا ہے اور اب چونکہ اس کا ٹارگٹ لائبریا ہے اس لئے وہ یہاں آنے کی بجائے لائبریا جانے کی فوری کوشش کرے گا۔ تم اپنا میٹ ورک لائبریا میں رکھو..... چیف نے کہا۔

”یہیں چیف۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی..... جولین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کوئی خاص بات ہو تو مجھے ضرور ساتھ ساتھ اطلاع دیتی رہنا۔“



چیف نے کہا۔

”یس چیف۔۔۔ جولین نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا اور جولین نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک بار پھر رسیور اٹھا لیا۔

”یس۔۔۔ جولین نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”پاکیشیا سے میڈم لوزین کی کال ہے۔۔۔ دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ کراؤ بات جلدی۔۔۔ جولین نے اچھلتے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔ لوزین بول رہی ہوں پاکیشیا سے۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجے سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اوجیز عمرگورت ہے۔

”یس لوزین۔ کیا رپورٹ ہے۔۔۔ جولین نے تیز لہجے میں کہا۔

”عمران اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ جن میں تین مرد اور دو عورتیں شامل ہیں تھوڑی دیر پہلے اٹالی کے لئے روانہ ہوا ہے۔۔۔ لوزین نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”کیا عمران اپنے اصل چہرے میں ہے۔۔۔ جولین نے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ یورپی میک اپ میں ہے۔ یہ تو اتفاق ہے کہ میں نے اپنے خاص آدمی سمٹھ کی ڈیوٹی ایئر پورٹ پر لگائی تھی اور سمٹھ،

عمران کو ایک بار پہلے اس مخصوص یورپی میک اپ میں اس کے شاگرد ٹائیگر کے ساتھ دیکھ چکا تھا اس لئے وہ اسے پہچان گیا اور اس کے ساتھی بھی چونکہ یورپی تھے اس لئے اس نے اس پورے گروپ کو چیک کر لیا اور پھر یہ لوگ کرائس جانے والی پرواز کی بجائے اٹالی جانے والی پرواز میں سوار ہوئے تھے۔۔۔ لوزین نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ویری گنڈ لوزین۔ تم نے واقعی کام کیا ہے۔ میں ہمیشہ تمہیں کام دیتی رہوں گی۔ اس فلائٹ کی تفصیل بتاؤ اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ لوگ کن ناموں سے سفر کر رہے ہیں۔۔۔ جولین نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو لوزین نے اسے تفصیل بتا دی۔

”اب اس عمران کے میک اپ کی تفصیل بتا دو تاکہ اسے چیک کیا جاسکے۔۔۔ جولین نے کہا تو لوزین نے تفصیل بھی بتا دی۔

”اوکے۔ بے حد شکریہ۔ گنڈ بائی۔۔۔ جولین نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل کو دوبارہ دبا دیا۔

”یس میڈم۔۔۔ دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”راجر جہاں بھی ہو۔ اس سے میری بات کراؤ۔ فوراً۔۔۔ جولین نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”اب میں دیکھوں گی کہ یہ احمق عمران مجھ سے بچ کر کیسے آگے جاتا ہے۔ میں اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کی تمام ہڈیاں

توڑوں گی۔ میں اسے آسانی سے مرنے بھی نہیں دوں گی۔“ جولین نے خودکھای کے انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی کھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس..... جولین نے کہا۔

”راجر سے بات کریں میڈم..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو میڈم۔ میں راجر بول رہا ہوں..... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”راجر۔ فوراً آفس پہنچو۔ فوراً کام سامنے آ گیا ہے اور ہم نے بھرپور انداز میں کام کرنا ہے..... جولین نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس میڈم۔ میں پہنچ رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو جولین نے رسیور رکھ دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک ورزشی جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے جولین کو سلام کیا۔

”ہیفو راجر..... جولین نے کہا تو راجر میز کی دوسری طرف موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”یس میڈم۔ کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص بات..... راجر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو جولین نے اسے لوہڑیوں سے ہونے والی بات چیت کی تفصیل بتا دی۔

”کس وقت روانہ ہوئی ہے وہاں سے پرواز..... راجر نے کہا۔

”یہ تو میں نے نہیں پوچھا لیکن ظاہر ہے پاکیشیا سے اٹالی تک

پرواز کے پہنچنے میں پندرہ بیس گھنٹے تو لگتے ہوں گے۔ راستے میں دو تین ملکوں میں پرواز لینڈ بھی کرتی ہوگی۔ ویسے نمبر تو میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ تم ایئر پورٹ سے معلوم کر لو۔“ جولین نے کہا۔

”یہ تو اٹالی پرواز ہے۔ اس کے بارے میں اٹالی ایئر پورٹ پائلوں کو علم ہو گا لیکن یہاں پارس ایئر پورٹ پر میرا ایک آدمی ہے۔ وہ معلوم کر کے تفصیل بتا دے گا۔ فون مجھے دیں..... راجر نے اٹھتے ہوئے کہا تو جولین نے فون سیٹ دھکیل کر اس کی طرف اُگر دیا۔ راجر نے رسیور اٹھایا۔ فون سیٹ کے نیچے لگا ہوا بٹن پریس کر کے اس نے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

”پارس ایئر پورٹ انکوائری..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”پال میک سے بات کراؤ۔ میں راجر بول رہا ہوں..... راجر نے کہا۔

”بولڈ کریں..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو راجر۔ میں پال میک بول رہا ہوں۔ کوئی خاص مسئلہ۔“

چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ دوستانہ تھا۔

”میرے مہمان پاکیشیا سے اٹالی ایک جیٹ پرواز سے آ رہے ہیں۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پرواز کب اٹالی ایئر پورٹ

پہنچے گی اور راستے میں کہاں کہاں رکے گی۔۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

”کیا نمبر ہے پرواز کا اور کب روانہ ہوئی ہے پاکیشیا سے۔“

میک نے پوچھا۔

”نمبر تو بتا دیتا ہوں لیکن روانگی کے وقت کا پتہ نہیں۔ ویسے

ابھی راستے میں ہی ہو گی۔۔۔۔۔ راجر نے کہا اور ساتھ ہی نمبر بتا دی۔

”بس منت بعد دوبارہ فون کرنا۔۔۔۔۔ میک نے کہا اور اس کے

ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو راجر نے رسیور رکھ دیا۔

”آپ اب کیا چاہتی ہیں۔ کیا اس طیارے کو فضا میں ہی تہہ

کر دیا جائے یا جہاں یہ ٹھہرے وہاں ان کا خاتمہ کر دیا جا۔

کیونکہ یہ کرائی نہیں آ رہے بلکہ اٹالی جا رہے ہیں۔“ راجر نے کہا۔

”اس انداز میں مت سوچا کرو۔ طیارے کی تباہی بہت

مسئلہ بلکہ ورلڈ مسئلہ بن جائے گا اور ہماری پوری تنظیم تباہ ہو کر رہ

جائے گی۔ باقی دوسرے ملکوں کے اتنے افراد کو ہلاک کرنا بھی بہت

بڑا مسئلہ بن سکتا ہے اس لئے ایسی باتیں مت سوچا کرو۔۔۔۔۔ جولین

نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں میڈم۔ آپ درست کہہ رہی ہیں۔۔۔۔۔ راجر نے فوراً

سر ہڈر کرتے ہوئے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پر پریس

کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس

کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

”پارس ایئر پورٹ انکوائری۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک نونوڈ

آواز سنائی دی۔

”پال میک سے بات کراؤ میں راجر بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ راجر

نے کہا۔

”ہولڈ آن کریں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ پال میک بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے پال

میک کی آواز سنائی دی۔

”راجر بول رہا ہوں۔ کیا معلومات ملی ہیں۔۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

”پرواز ابھی راستے میں ہے اور راستے میں دو سٹاپس گزار چکی

ہے۔ اب آخری سٹاپ گوبائی رہ گیا ہے۔ اس کے بعد وہ اٹالی پہنچ

جائے گی اور ٹائم فریم کے مطابق یہ پرواز اب سے چھ گھنٹوں بعد

اٹالی ایئر پورٹ پر پہنچ جائے گی۔۔۔۔۔ پال میک نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

”اوکے۔ تھینک یو۔ گڈ بائی۔۔۔۔۔ راجر نے کہا اور اس کے

ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”تو ہمارے پاس چھ گھنٹے ہیں۔۔۔۔۔ جولین نے کہا۔

”آپ کیا اقدام کرنا چاہتی ہیں۔۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

”انہوں نے لازماً اٹالی سے یہاں کرائس آنا ہے اور وہ بھی

لائنبریا میں اس لئے میں چاہتی ہوں کہ ہم وہاں اٹالی میں ان کی

گمرانی کریں اور پھر جب وہ یہاں کرائس آئیں تو ان کا خاتمہ کر

دیا جائے لیکن چھ گھنٹوں میں سوائے چارٹرڈ فلائٹ کے اور کسی

دوسری طرح اطالی نہیں پہنچا جاسکتا۔۔۔۔۔ جولین نے کہا۔

”پھر تو آپ خود نہیں جائیں گی۔ میں چلا جاتا ہوں فلائٹ چارٹرڈ کرا کر۔۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

”اکیلے مت جاؤ۔ وہ چھ افراد ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ علیحدہ علیحدہ گروپس میں تبدیل ہو کر کام کریں اس لئے تمہارے ساتھ چار مزید ساتھی بھی ہونے چاہئیں اور یہ بھی بتا دوں کہ نگرانی اس انداز میں کرنی ہے کہ انہیں اس کا قطعی علم نہ ہو سکے۔ اگر انہیں علم ہو گیا تو پھر تم سب ان کے ہاتھوں مارے بھی جاسکتے ہو۔“ جولین نے کہا۔

”میڈم۔ ہم آپ کے سیکشن کے لوگ ہیں۔ ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ آپ حکم دیں تو میں انہیں اطالی ایئر پورٹ پر ہی ڈھیر کر دوں۔ پولیس بھی ہمیں نہ پکڑ سکے گی۔ آپ کی صرف اجازت کی ضرورت ہے۔“ راجر نے کہا۔

”کیا تم واقعی ایسا کر سکتے ہو۔“ جولین نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں میڈم۔ آپ جانتی تو ہیں کہ ہم سب نے مل کر کیا کیا کام نہیں کیا ہوا۔ یہ تو بڑا معمولی سا کام ہے۔“ راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے چیف سے بات کرنی چاہئے۔“ جولین نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”دیر ہو سکتی ہے میڈم۔ پھر چارٹرڈ فلائٹ بھی نہ پہنچ سکے گی۔“

نے کہا۔

”تم ایئر پورٹ پہنچو۔ اپنے ساتھیوں کو بھی ساتھ لے جاؤ۔“

لی ایئر پورٹ پر میں تمہیں تمہارے سیل فون پر فائل ہدایات لائی گی۔“ جولین نے کہا تو راجر سر ہلاتا ہوا اٹھا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد جولین نے اٹھایا اور فون ڈائریکٹ کر کے نمبر پر پریس کرنے شروع کر دی۔

”ہیں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے چیف کی فون سیکرٹری کی آواز آئی۔

”جولین بول رہی ہوں چیف سے بات کراؤ۔“ جولین نے کہا۔

”ہولڈ کریں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر ہوش طاری ہو گئی۔

”ہیلو۔ گریگ بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد چیف کی آواز آئی۔

”جولین بول رہی ہوں چیف۔ آپ کو ایک رپورٹ دینی ہے بخورہ لینا ہے۔“ جولین نے کہا۔

”کھل کر بات کرو۔“ چیف نے چونک کر کہا تو جولین نے ہنسنے سے ملنے والی رپورٹ کی تفصیل بتا دی۔ اس کے بعد راجر جو معلومات حاصل کیں ان کی تفصیل بھی بتا دی۔

”گڈ شو۔ تم نے تو آدھی جنگ جیت لی ہے لیکن عمران اور اس

کے ساتھی یہاں کرانس میں تو ہوشیار ہوں گے لیکن انہیں یہ توقع ہوگی کہ اطالی میں بھی ان پر ایک ہو سکتا ہے لیکن یہ حملہ ان اچانک تو ہو سکتا ہے اس انداز میں کہ وہ سنبھل نہ سکیں۔ اچانک ہوشیار ہو گئے تو پھر حملہ آور بھی ختم ہو سکتے ہیں۔ راجر تیز رفتاری سے۔ اسے کہہ دو کہ وہ اچانک اور فاصلہ انداز میں ایک کرے۔ از ٹم اس عمران کا خاتمہ وہیں کر دے۔ باقی افراد اگر ہلاک نہ ہو سکیں تب بھی ان کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ چیف نے بیٹھا دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے چیف۔ ایسا ہی ہو گا جیسے آپ نے کہا ہے۔“  
 ”ہائی“..... جولیئن نے کہا اور پھر ہاتھ سے کریڈل دبا کر اس رابطہ ختم کر دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے فون سیٹ سے موجود مین پر پریس کر کے فون ڈائریکٹ کیا اور پھر راجر کا تیل فم نمبر پر پریس کرنا شروع کر دیا۔ رابطہ ہوتے ہی اس نے چیف ہدایات دوہرا دیں۔

”آپ بے فکر رہیں میڈم۔ آپ کو اچھی خبریں ہی ملیں گے۔“  
 راجر نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”اوکے۔“ وہ یوگنڈ کٹ..... جولیئن نے کہا اور رسیور رکھ بیٹھا۔

# عمان سیریز

## ہارڈ ایجنسی

### حصہ دوم

مظہر کلیم ایم اے

ن برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

حصہ اول ختم شد

## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات،  
پیش کردہ چوینشتر قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جڑی  
کلی مطابقت محض اتفاق ہوگی۔ جس کے لئے پیش  
مصنف پر نظر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت طیارے میں سوار تھا۔ وہ سب  
یورپی میک اپ میں تھے حتیٰ کہ جولیا نے بھی یورپی میک اپ کیا  
ہوا تھا کیونکہ بعض ایجنسیاں اس بات سے واقف تھیں کہ عمران کی  
ساتھی عورت سوکس نژاد ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہارڈ ایجنسی کو بھی اس  
کا علم ہو اس لئے جولیا کا بھی یورپی میک اپ کر دیا گیا تھا اور اس  
وقت وہ سب آپس میں یورپی زبان میں گفتگو کر رہے تھے حتیٰ کہ  
ان کا لہجہ بھی یورپی تھا کیونکہ لہجوں کی ان سب نے باقاعدہ مشقیں  
کی ہوئی تھیں۔ عمران کے ساتھ صفدر بیٹھا ہوا تھا جبکہ درمیانی خلاء  
کے بعد سائیز سیٹ پر جولیا اور صالحہ اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ عمران  
کی سیٹ کے عقب میں کیپٹن کلکیل اور تنویر بیٹھے ہوئے تھے۔ طیارہ  
آخری سٹاپ گوبانی سے اڑ کر اب اطالی کے دارالحکومت مالان ایئر  
پورٹ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

ناشر ----- مظہر کلیم ایم اے

اہتمام ----- محمد ارسلان قہشب

ترتیب ----- محمد علی قہشب

طابع ----- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

کتب، مکتوبات کا پتہ

☎106573

☎3644440

☎3644441

☎4018666

ارسلان پبلی کیشنز، اوقاف بلڈنگ، ملتان  
پاک گیٹ

Address

arsalan.publications@gmail.com

”عمران صاحب۔ بقول آپ کے ٹارگٹ کرائس میں ہے اور چیف کے خاص نمائندے اور آپ کے شاگرد ٹائیکر نے ٹارگٹ فکس بھی کر دیا۔ پھر آپ اٹالی جا کر کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں“..... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا جبکہ عمران سیٹ سے سر دکائے آنکھیں بند کئے اپنی عادت کے مطابق بظاہر سو رہا تھا لیکن صفدر کو معلوم تھا کہ یہ سب ڈرامہ ہے۔ عمران اس طرح خاموش رہ کر سوچنے اور آئندہ کی جامع حکمت عملی بنانے میں مصروف رہتا تھا۔

”کرائس خاصا بڑا ملک ہے اور اگر تم نے چھٹی جماعت میں جغرافیہ پڑھا ہو تو تمہیں یاد ہو گا کہ کرائس کا دوسرا بڑا شہر لائبریا۔ اٹالی کی سرحد سے قریب ہے“..... عمران نے اسی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر بھی آپ کو ایئر پورٹ تو جانا ہی ہو گا چاہے پارس ایئر پورٹ پر یا لائبریا ایئر پورٹ پر“..... صفدر نے کہا۔

”مجھے جہاز میں سفر کرتے ہوئے بڑا ڈر لگتا ہے۔ نانی اماں کہہ کرتی تھیں کہ اڑن کھولے کا کیا ہے۔ کبھی بھی اڑن چھوڑ کر دھڑن کھولا بن جائے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم زمینی راستے سے لائبریا پہنچ جائیں عمران نے اسی طرح آنکھیں بند کئے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ میں سے علی عمران صاحب کون ہیں“..... اچانک ایک

ایئر ہوشس نے ان کے قریب رک کر کہا تو عمران نے آنکھیں کھول دیں۔ صفدر اور باقی ساتھی بھی چونک پڑے تھے۔

”یہ علی عمران ہیں“..... عمران کے منہ کھولنے سے پہلے صفدر نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ چاہے کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں عمران نے تفصیلی تعارف کرانے سے باز نہیں آتا۔

”آپ کا فون ہے“..... ایئر ہوشس نے کاروباری انداز میں مکرراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گئی۔

”یہ فون کس نے کر دیا۔ حیرت ہے“..... عمران نے اٹھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چیف کا ہو گا“..... صفدر نے جواب دیا لیکن عمران اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پائلٹ کیمین کی طرف بڑھ گیا۔ سائیڈ میں ایک بڑا کیمین تھا جس میں فون رکھا ہوا تھا۔ باہر ایک اسٹیورڈ کھڑا تھا۔

”آپ کا فون ہے۔ جائیں“..... اسٹیورڈ نے کہا تو عمران اندر داخل ہوا تو اسٹیورڈ نے خود ہی کیمین کا دروازہ بند کر دیا۔

”یس۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود لیکن چیتیتس ہزار فٹ کی بلندی سے بول رہا ہوں“..... ریسور کان سے لگاتے ہی عمران کی زبان رواں ہو گئی تھی۔

”مالان ایئر پورٹ سے فریڈ بول رہا ہوں۔ چیف نے مجھے آپ کے بارے میں ہدایات دی تھیں۔ میں نے گوبانی فون کیا تو

آپ کی فلائٹ وہاں سے روانہ ہو چکی تھی“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کوئی خاص بات سامنے آگئی ہے مالان میں“..... عمران نے کہا۔

”یسر۔ یہاں کرائس کی ہارڈ ایجنسی کے پانچ افراد آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”تم انہیں پہچانتے ہو“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں دس سال تک کرائس میں رہا ہوں۔ ان میں سے ایک آدمی سمجھ کو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ وہ ہارڈ ایجنسی کے جوئین سیکشن کا خاص آدمی ہے۔ باقی چار افراد اس کے ساتھی ہیں۔ انہوں نے یہاں آ کر باقاعدہ آپ کی فلائٹ کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر آپ کے بارے میں اطلاعات حاصل کی ہیں کہ کیا آپ راستے میں تو ڈراپ نہیں ہو گئے اور ان کا موڈ بے حد جارحانہ دکھائی دے رہا ہے اس لئے میں نے دوران پرواز سیکش فون کیا ہے“..... فریڈ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”کیا تم یہاں اکیلے ہو“..... عمران نے کہا۔

”جی ہاں“..... فریڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ایسا کرو کہ ہمیں کسی خفیہ راستے سے باہر نکال کر لے

ہنے کی کوشش کرو“..... عمران نے کہا۔

”سر۔ اسی لئے تو میں نے فون کیا ہے۔ یہاں صرف ایک اور ستر ہے۔ وی آئی پی روم۔ میں نے اس کے گارڈ سے بات کر لی ہے اور بھاری معاوضے پر اس نے آپ کو باہر نکلنے کی حامی دے دی ہے۔ آپ اپنے سامان سمیت وی آئی پی گیٹ کی طرف لے جائیں۔ آپ کو کوئی نہیں روکے گا کیونکہ وی آئی پی گیٹ کی طرف جانے والوں کو پہلے روکا نہیں جاتا۔ گیٹ پر موجود گارڈ آپ کے گیٹ کھولتے ہیں۔ وہاں میں موجود ہوں گا اور آپ کو فوری طور پر نکال لے جاؤں گا“..... فریڈ نے کہا۔

”اوکے“ ٹھیک ہے“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات نظر آئے تھے کیونکہ فریڈ نے جس انداز میں بات کی تھی اس سے مزید ہوشیار آدمی نہ لگ رہا تھا جبکہ ان کے مقابل ہارڈ ایجنسی کے تربیت یافتہ افراد تھے۔

”کس کا فون تھا عمران صاحب“..... عمران کے سیٹ پر بیٹھے مسافر نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا جبکہ عقبی سیٹ پر بیٹھے کپٹن مل اور تنویر بھی آگے کی طرف جھک آئے تھے۔ ادھر سائیڈ میں بیٹھے جولیا اور صالحہ کی سوالیہ نظریں بھی عمران پر جم گئی تھیں۔

”چیف کے اعلیٰ میں فارن ایجنٹ فریڈ کا فون تھا۔ وہ بتا رہا تھا ہارڈ ایجنسی کے ایجنٹس مالان ایئر پورٹ پر ہمارے استقبال



کے لئے موجود ہیں“..... عمران نے آہستہ سے کہا تاکہ دوسرے لوگ ڈسٹرب نہ ہو سکیں۔

”استقبال کا مطلب ہے کہ ہمارے خلاف کارروائی کے لئے۔“  
صدر نے چونک کر کہا۔

”تو اور تمہارا خیال ہے کہ وہ پھولوں کے بار لئے کھڑے ہو جائیں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے کرسی کی پشت سے سر نکال کر ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔

”تو آپ نے کیا سوچا ہے“..... صدر نے تیز لہجے میں کہا۔  
”سوچنا کیا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ سوچنے سے تفکرات بڑھتے

ہیں۔ وہاں ایک اور گیٹ ہے جس کو دی آئی پٹی گیٹ کہا جاتا ہے ہم ادھر سے نکل جائیں گے“..... عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہلکے سے خزانے لینے شروع کر دیئے تو ساتھ ساتھ ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔ اس نے مڑ کر عقب میں موجود کیپٹن تکمیل اور تنویر کو تفصیل بتا دی۔

”عمران صاحب۔ ہم میک اپ میں ہیں۔ اس کے باوجود تا تک ہمارے بارے میں اطلاع پہنچ گئی۔ اس کا کیا مطلب ہوا“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد صدر نے کہا۔

”مطلب واضح ہے کہ ہمارا یہ میک اپ پہلے بھی کسی نے دیکھا ہوا ہو گا۔ اب اسے تبدیل کرنا ہو گا“..... عمران نے آنکھیں کھولتے ہوئے جواب دیا تو صدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سمتھ اپنے چار ساتھیوں سمیت مالان ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ وہ اس کے دو پبلک لاؤنج میں سمتھ کے ساتھ موجود تھے جبکہ باقی دوسری طرف پر تھے۔ وہ تینوں ایک دوسرے سے ہٹ کر مخصوص پبلک پر کھڑے تھے تاکہ عمران اور اس کے ساتھیوں پر حملہ اس لمحہ میں کیا جاسکے کہ ان میں سے کوئی بھی اور خاص طور پر عمران نہ سکے۔ عمران کا حلیہ سمتھ اور اس کے ساتھیوں سمیت سب کو حیران تھا اور انہیں یقین تھا کہ جیسے ہی یہ لوگ پبلک لاؤنج میں داخل ہوں گے تو ان پر ہونے والا حملہ اس قدر کامیاب ہو گا کہ ان میں سے کوئی بھی بچ نہ سکے گا۔ سمتھ پبلک لاؤنج کے گیٹ کے قریب بڑے چوکے انداز میں کھڑا تھا۔ اس کی نظریں گیٹ پر جمی رہی تھیں کیونکہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے یہیں سے لاؤنج میں آنا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ اس کے کونٹ کی جیب میں موجود

مشین پہل پر جما ہوا تھا کہ اچانک اس کے کوٹ کی دوسری جیب میں موجود سیل فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی تو اس نے بجلی کی تیزی سے دوسرا ہاتھ جیب میں ڈالا اور سیل فون نکال کر ایک لمحہ اس کی سکرین پر ڈالی تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ سکرین پر اس کے چوتھے ساتھی کا نام ڈسپلے ہو رہا تھا۔ اس نے رابطے کا بٹن دیا اور سیل فون کان سے لگا لیا۔

”یس۔ سمٹھ بول رہا ہوں“..... سمٹھ نے آہستہ سے کہا۔ یہ اس کی نظریں بدستور گیٹ پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ البتہ لاشعور عم پر وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

”سارکر بول رہا ہوں باس۔ چار مرد اور دو عورتیں جو ایشیا آنے والی فلائٹ سے اترے ہیں وہ دی آئی پی گیٹ کی طرف رہے ہیں۔ ان میں وہ آدمی بھی شامل ہے جس کا حلیہ آپ نے بتایا تھا“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو سمٹھ بے اختیار سمجھ پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اب وہ کہاں ہیں“..... سمٹھ نے ہونٹ کھینچ کر کہا۔

”باس۔ وہ دی آئی پی گیٹ کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ میرم کے پیچھے جانا چاہتا تھا لیکن مجھے روک دیا گیا ہے“..... سارکر اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں روک لیا گیا ہے تو انہیں کیوں جانے دیا جا رہا ہے

سمٹھ نے چونک کر کہا۔

”میں نے یہ بات ایئر پورٹ سیکورٹی فورس کے گارڈ سے پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ ان کے پاس وی آئی پی کارڈز ہیں۔“ سارکر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ پلاننگ پہلے سے تھی۔ ٹھیک ہے۔ تم باہر آ جاؤ۔“ سمٹھ نے کہا اور رابطہ ختم کر کے اس نے تیزی سے سیل فون کے کی بورڈ پر انگلیاں چلائی شروع کر دیں اور پھر رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔ دوسری طرف پہنچنے والی گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔

”یس۔ سموئیل بول رہا ہوں باس“..... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”تم دی آئی پی گیٹ پر موجود ہو یا نہیں“..... سمٹھ نے کہا۔ ”موجود ہوں باس۔ آپ نے خود ہی تو یہاں میری ڈیوٹی لگائی تھی“..... سموئیل نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مجھے خدشہ تھا کہ یہ لوگ دی آئی پی گیٹ سے نہ نکل جائیں اس لئے احتیاطاً میں نے تمہاری ڈیوٹی وہاں لگائی تھی اور اب میرا خدشہ درست ثابت ہوا ہے۔ سارکر جسے میں نے رپورٹ دینے کے لئے ایئر پورٹ کے اندر بھجوا تھا اس نے رپورٹ دی ہے کہ ہمارے مطلوبہ لوگ چار مرد اور دو عورتیں دی آئی پی گیٹ کی طرف جا رہے ہیں۔ ان میں عمران بھی شامل ہے جس کا حلیہ تمہیں

ہیں پہنچنے سے پہلے ہی عمران اور اس کے ساتھی وہاں سے نکل چکے تھے اور ایک بار وہ ان کے ہاتھ سے نکل جاتے تو پھر اس گنجان پو شہر میں انہیں تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا لیکن اب وہ یقین تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو پتہ بھی نہ چلے گا اور اس کی مشینی گمرانی بخوبی کرتا رہے گا۔ اب چونکہ یہاں ان کے آمد کا انتظار ختم ہو چکا تھا اس لئے اس نے لاؤنج میں بکھرے لئے اپنے دونوں ساتھیوں کو مخصوص انداز میں اشارہ کیا اور پھر اس کی طرف بے ہوئے ریسٹورنٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جو مختلف کونوں میں موجود تھے اس کے پیچھے ریسٹورنٹ میں پہنچ گئے۔ ان دونوں کے چہروں پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ انہوں نے صرف اسے سیل فون پر باتیں کرتے دیکھا تھا لیکن اصل حالات کا انہیں علم نہ تھا۔

”کیا ہوا ہے باس۔ کوئی خاص بات“..... ایک ساتھی نے سمجھ کر مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ صورت حال تبدیل ہو چکی ہے“..... سمجھ نے جواب دیا اور پھر ویٹر کو بلا کر کافی لانے کا آرڈر دے کر اس نے اپنے ساتھیوں کو سارکر کی کال آنے سے لے کر سمسٹیل سے ہونے والی بات چیت بتا دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی سارکر بھی وہاں آ گیا۔

”اب ہمیں کب تک یہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑے گا“..... سمجھ نے ایک ساتھی سے کہا۔

بتایا گیا تھا“..... سمجھ نے کہا۔

”تو اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ میں ان پر فائر کھول دوں۔“

سمسٹیل نے کہا۔

”ارے نہیں۔ وہ تمہارے اکیلے کے بس کے نہیں ہیں اور انہوں نے انہیں گھیر کر تم سے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کر لینی ہیں۔ تمہارے پاس زیر و کر اس چیکر تو موجود ہوگا“..... سمجھ نے کہا۔

”نہیں باس۔ موجود ہے۔ یہ میرے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے“..... سمسٹیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کے ذریعے دور سے ان کی گمرانی کرو اور پھر وہ جس ہوٹل یا رہائش گاہ پر جائیں مجھے حتمی اطلاع دینا۔ یہ سن لو کہ تم نے مشینی گمرانی کرنی ہے اور کسی صورت ان کے قریب نہیں جانا۔“

سمجھ نے تیز لہجے میں کہا۔

”دیس باس۔ حکم کی تعمیل ہوگی“..... دوسری طرف سے مودبانہ

لہجے میں کہا گیا۔

”جہاں یہ پہنچیں مجھے رپورٹ دینا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آؤں گا“..... سمجھ نے کہا۔

”نہیں باس“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو سمجھ نے رابطہ ختم

کر کے ایک طویل سانس لیا اور پھر سیل فون کو جب میں ڈال لیا۔

دی آئی پی گیٹ یہاں سے اتنے فاصلے پر تھا کہ اگر سمجھ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر وہاں جاتا تو اسے یقین تھا کہ ان کے

اے گیا۔ وہاں ایک چوکیدار موجود تھا۔ اب یہ لوگ اس کوٹھی میں موجود ہیں۔ وہ مقامی آدمی انہیں یہاں چھوڑ کر واپس چلا گیا ہے۔ اس کے جانے کے بعد میں کالونی میں داخل ہوا ہوں اور اس وقت اس کوٹھی سے کچھ فاصلے پر پبلک پارکنگ میں موجود ہوں۔“ سموئیل نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم خیال رکھنا کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے یہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ اگر ایسا ہو تو تم نے انہیں نظروں میں رکھنا ہے۔“ سمجھ نے کہا۔

”باس۔ میرے پاس بے ہوش کر دینے والی ٹیس کا پمپ موجود ہے۔ اگر آپ کہیں تو آپ کے آنے سے پہلے میں اس کوٹھی میں گیس فائر کر دوں تاکہ یہ مکمل طور پر بے بس ہو جائیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ یہ تربیت یافتہ لوگ میک اپ تبدیل کر کے نکل جائیں اور پھر ان کا ہاتھ لگنا مشکل ہو جائے۔“ سموئیل نے کہا۔

”گڈ شو۔ یہ واقعی ہمارے لئے فائدہ مند رہے گا۔ ایسا کر لو لیکن انتہائی احتیاط سے۔“ سمجھ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رابطے کا مشن آف کر کے سیل فون واپس جیب میں ڈال لیا۔

”کیا ہوا باس۔“ سارکر نے پوچھا تو سمجھ نے مختصر طور پر انہیں سموئیل کی رپورٹ کے بارے میں بتا دیا اور پھر ویٹر کو بلا کر سمجھ نے بل ادا کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کاریں کوئین کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھیں۔

”جب تک سموئیل کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں آ جتا سمجھ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”باس۔ ویسے آپ چاہتے تو ہم انہیں کور کر سکتے تھے۔“ سمجھ نے کہا۔

”اہمق مت بنو۔ اگر اتنا وقت ہوتا تو پھر میں سموئیل کو اکیر کا کام پر کیوں لگاتا۔“ سمجھ نے جواب دیا اور اسی لمحے اس نے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور۔

”کی سکرین پر دیکھا تو وہاں سموئیل کا نام ڈسپلے ہو رہا تھا۔

”سموئیل کی کال ہے۔“ سمجھ نے کہا اور ساتھ ہی راجے پنن پر بس کر دیا۔

”لیس۔ سمجھ بول رہا ہوں۔“ سمجھ نے کہا۔

”سموئیل بول رہا ہوں باس۔ کوئین کالونی سے۔“ دسمہ طرف سے سموئیل کی آواز سنائی دی۔

”کوئین کالونی۔ تو کیا یہ لوگ وہاں ٹھہرے ہیں۔“ سمجھ نے چونک کر پوچھا۔

”لیس باس۔ وی آئی پی گیٹ پر جب یہ لوگ پہنچے تو وہاں ہر کا ایک مقامی آدمی پہلے سے موجود تھا۔ گارڈز نے گیٹ کھول دی اور یہ چار مرد اور دو عورتیں باہر آ گئیں۔ پھر وہی مقامی آدمی یہ انشیشن ونگ میں انہیں بٹھا کر لے گیا۔ میں نے مشینی نگرانی کرنا کر دی۔ وہ مقامی آدمی انہیں کوئین کالونی کی کوٹھی نمبر ستائیس میں

”ہیلو۔ سمٹھ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سمٹھ کی آواز سنائی دی۔

”ہیں۔ جولین بول رہی ہوں۔ کیا رپورٹ ہے“..... جولین نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”میڈم۔ عمران اور اس کے ساتھی میرے سامنے بے ہوش پڑے ہوئے ہیں“..... سمٹھ نے کہا تو جولین بے اختیار اچھل پڑی۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”بے ہوش پڑے ہیں۔ کہاں۔ مالان ایئر پورٹ پر۔ کیا مطلب۔“

جولین نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”مالان کی کونین کالونی کی ایک کوٹھی میں، دام“..... دوسری طرف سے سمٹھ نے جواب دیا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ کھل کر بات کرو۔ پہیلیاں کیوں بھجوا رہے ہو نامنس“..... جولین نے اس بار ہڈیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا تو سمٹھ نے ایئر پورٹ اور دوسرے راستے وی آئی پی پر اپنے آدمی تعینات کرنے اور ایک آدمی کو ایئر پورٹ کے اندر بھجوانے کے سیٹ اپ کی تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ اس نے ایئر پورٹ کے اندر موجود اپنے ساتھی سارکر کی کال سے لے کر وی آئی پی گیٹ پر موجود سوسٹل کی آنے والی کال اور اس کو کی جانے والی کال کی تفصیل بھی بتا دی۔

”سوسٹل نے کوٹھی کے اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر

جولین اپنے سیکشن آفس میں بیٹھی فون پر کسی سے بات کر رہی تھی کہ پاس پڑے ہوئے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر انٹرکام کا بٹن پریس کر دیا۔

”ہیں“..... جولین نے انٹرکام کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

”اطالی سے سمٹھ کی کال ہے۔ فوری آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں“..... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”اوکے۔ کراؤ بات“..... جولین نے کہا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے جاری کال کا رابطہ ختم کر دیا۔ اسی لمحے گھنٹی کی آواز سنائی دی تو جولین نے کریڈل سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس کا چہرہ چمک اٹھا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ سمٹھ اسے خوشخبری سنائے گا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور یہ اس کی کارکردگی کا سب سے بڑا اعزاز ہوگا۔

دی جس سے کوٹھی کے اندر موجود سب افراد بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہم ایئر پورٹ سے کوٹھی پہنچ گئے۔ ایک آدمی کو عقبی طرف سے اندر بھجوا دیا گیا اور اس نے پھانک کھول دیا اور ہم سب اندر داخل ہو گئے۔..... سمجھنے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تو اب کیا ہے۔ وہ زندہ کیوں نہ رہے ہیں۔ انہیں ہلاک کر دو۔..... جولین نے چیختے ہوئے کہا۔

”میڈم۔ ہم تو انہیں ہلاک کر کے نکل جائیں گے لیکن ان کی لاشیں اطالی پولیس کے ہاتھ لگ جائیں گی اور پھر یا تو انہیں اسی حالت میں دفن کر دیا جائے گا یا میک اپ چیک بھی ہو گئے تب بھی کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ انہیں ہارڈ ایجنسی نے ہلاک کیا ہے۔ یہ کریڈٹ آپ کو اور ہمیں کسی صورت نہ مل سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ چیف اور دوسرے اعلیٰ حکام بھی اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ انہیں کسی طرح کرانس لایا جائے اور وہاں ان کے میک اپ واش کر کے انہیں چیف کے سامنے پیش کیا جائے اور پھر انہیں ہلاک کر دیا جائے لیکن یہ کام میں یہاں نہیں کر سکتا اس کے لئے آپ کو چیف سے کہنا پڑے گا۔ وہ یہاں کے سفارت خانے کو احکامات دیں تو انہیں بیمار ظاہر کر کے چارٹرڈ طیارے پر کرانس لایا جاسکتا ہے۔..... سمجھنے نے اس بار پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ طویل کام ہے اور ان کے بارے میں تو حکم ہے کہ فوراً

ہلاک کر دیا جائے لیکن تمہاری بات بھی درست ہے مگر اس لئے ہمیں ایک کام اور کرنا ہو گا۔ جس کوٹھی میں تم موجود ہو یہ علی عمران اور اس کے ساتھیوں نے بک کرائی ہے یا ان کے لئے ہارنر نے والے کسی مقامی آدمی نے کرائی ہو گی اس لئے اسے بچھوڑ دو اور اس ایریا میں کوئی دوسری خالی کوٹھی جو کرائے پر دی مقصود ہو اس میں خاموشی سے شفٹ ہو جاؤ۔ میں کوشش کرتی کہ چیف کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ جاؤں۔ پھر ہم عمران کی واکرانس شفٹ کر دیں گے جبکہ اس کے ساتھیوں کو وہیں اطالی ہی بچھوڑ دیں گے۔ یہاں سے اپنے ساتھ میں جدید ترین میک اپ واش بھی لے آؤں گی۔..... جولین نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر میں شفٹ ہو کر آپ کو دوبارہ فون کرتا ہوں۔ ویسے میک اپ واش تو یہاں بھی مل جائے گا۔..... سمجھنے نے بے دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ پھر تم فوری شفٹنگ کا کام کرو۔ فوراً۔ پھر مجھے کال کرو۔..... جولین نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈٹ دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور رسیور رکھ کر اس نے انٹرکام کا ہارنٹھا اور یکے بعد دیگرے تین نمبر پرپس کر دیئے۔

”میس میڈم۔..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مودبانہ آواز آئی۔

”چیف سے بات کراؤ۔..... جولین نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

خطرناک ترین ایجنٹ کہلاتا ہے۔ یہ ایسی ذہنی مشقیں کرنے کا عادی ہے کہ اسے جس ٹائپ کی بھی ٹیس سے بے ہوش کیا جائے یہ وقت سے پہلے خود بخود ہوش میں آ جاتا ہے اس لئے اس بھروسے پر نہ رہنا کہ اب اسے چھ سات گھنٹوں تک ہوش نہیں آئے گا۔ چیف نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ایسی صورت میں تو اسے میں طویل بے ہوشی کا انجکشن لگوا دیتی ہوں تاکہ اس کی بے ہوشی کا دورانیہ پندرہ سولہ گھنٹوں تک طویل ہو جائے“..... جولین نے کہا۔

”ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ پھر خطرہ ختم ہو جائے گا لیکن پھر بھی جس قدر جلد ہو سکے اسے ہلاک کر دو۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ چاہے وہ بے ہوشی کے عالم میں ہی کیوں نہ گزرے ہمارے لئے خطرناک ہے“..... چیف نے کہا۔

”ٹھیک ہے ہاں۔ آپ ساتھ چلیں“..... جولین نے کہا۔  
 ”تم اس کا میک اپ واٹش کرو اور پھر اسے ہلاک کر دو۔ اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر کے ان کی لاشیں وہیں چھوڑ دو جبکہ عمران کی لاش ساتھ لے آنا۔ میں اطالی میں کرائس کے سفارت خانے کو احکامات دے دیتا ہوں۔ تم جب ان سے رابطہ کرو گی تو اپنا نام اور ہارڈ ایجنسی کا نام بتا دینا۔ وہ تم سے نہ صرف مکمل تعاون کریں گے بلکہ تمہارے احکامات کی تعمیل بھی کریں گے۔ لاش یہاں آنے کے بعد میں اسے خود اعلیٰ حکام کے سامنے پیش کر کے تمہارے لئے

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیہ لیا۔

”یس“..... جولین نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

”چیف سے بات کیجئے میڈم“..... دوسری طرف سے کہا گیا اس کے ساتھ ہی چیف کی آواز سنائی دی۔ وہ سیلو کہہ رہے تھے۔  
 ”چیف۔ میں جولین بول رہی ہوں“..... جولین نے مؤنسا لہجے میں کہا۔

”یس۔ کوئی خاص بات“..... دوسری طرف سے چیف نے تو جولین نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نہ تو تفصیل بتا دی بلکہ جو کچھ اس نے خود احکامات دیئے تھے وہ بھی دیئے۔

”گڈ نیوز۔ تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے جولین۔“  
 شو۔ لیکن اس عمران کی فوری ہلاکت ضروری ہے۔ اگر یہ ہوش نہ گیا تو پھر چوہنیشن تبدیل بھی ہو سکتی ہے“..... چیف گریگ نے تو جولین بے اختیار ہنس پڑی۔

”چیف۔ آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ عمران اور اس کے ساتھی بہر حال انسان ہیں اور انسانوں کو یہ ٹیس آٹھ گھنٹے بے ہوشی رکھتی ہے۔ ہاں اگر اس سے پہلے اس کا اپنی ان لوگوں کو سونچ جائے تو دوسری بات ہے“..... جولین نے کہا۔

”تم اس شیطان عمران کو نہیں جانتی جولین۔ یہ ویسے ہی دنی

کرانس کا سب سے بڑا بہادری کا اعزاز دینے کی سفارش کروں؟  
کیونکہ واقعی یہ تمہارا سب سے بڑا کارنامہ ہو گا۔۔۔۔۔ چیف نے  
بڑے تعریفی لہجے میں کہا۔

”جینکس یو چیف۔ یہ صرف آپ کی بہترین اور مفید رہنمائی نہ  
وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ آپ سفارت خانے کو کہہ دیں تاکہ میری  
وقت پر کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔۔۔۔۔ جولیئن نے کہا۔

”کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ میں انہیں احکامات دے کر تمہیں یاد  
کر کے بتا دیتا ہوں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس نے  
ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیئن نے رسیور رکھ دیا۔ اب اسے سمجھ  
کی کال کا انتظار تھا لیکن ایسے معلوم تھا کہ کوئی تلاش کرنے پر  
عمران اور اس کے بے ہوش ساتھیوں کو وہاں شفٹ ہونے پر  
بہر حال وقت لگ جائے گا اور پھر تقریباً دو گھنٹوں بعد فون کی گھنٹی  
بج اٹھی تو جولیئن نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس۔۔۔۔۔ جولیئن نے کہا۔

”ملائن سے سمجھ کی کال ہے میڈم۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے فون  
سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”کراؤ بات۔ جلدی۔۔۔۔۔ جولیئن نے کہا۔

”ہیلو میڈم۔ میں سمجھ بول رہا ہوں کوئین کالونی سے۔“ سمجھ  
کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”رپورٹ دو۔ کیا ہوا ہے۔ تفصیل سے بتاؤ۔۔۔۔۔ جولیئن نے

کہا۔

”میڈم۔ میں نے اپنے ایک ساتھی سارکر کو باہر بھیجا۔ اس نے  
اس بڑی اور نو تعمیر کالونی میں چار ایسی کٹھیاں تلاش کر لیں جو  
کرائے کے لئے خالی تھیں۔ ان میں سے جو ہمارے خیال کے  
مطابق محفوظ تھی اور پہلی کوئی سے خاصے فاصلے پر تھی منتخب کر لی گئی  
اور پھر ہم دو کاروں میں ان لوگوں کو بے ہوشی کے عالم میں لاد کر  
نئی کوئی میں شفٹ کر لیا اور وہاں موجود ملازم کا بے ہوشی کے عالم  
میں ہی خاتمہ کر دیا۔ اب ہم اس نئی کوئی میں ہیں جس کا نمبر ایک  
سو اٹھارہ بی ہے۔ یہاں فون بھی موجود ہے اور اس کا نمبر بھی بتا  
دیتا ہوں۔۔۔۔۔ سمجھ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون نمبر  
بھی بتا دیا۔

”اوکے۔ اب میری بات سنو۔ غور سے سنو۔ تم نے اس پر  
حرف بحرف عمل کرتا ہے۔ سب سے پہلے عمران اور اس کے  
ساتھیوں کو طویل بے ہوشی کے انکشن لگا دو۔۔۔۔۔ جولیئن نے کہا۔

”وہ کیوں میڈم۔ وہ تو بے ہوش پڑے ہیں اور ابھی کئی گھنٹوں  
تک بے ہوش رہیں گے۔“ سمجھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس لئے کہ یہ چیف کا حکم ہے۔ چیف کو معلوم ہے کہ عمران  
کچھ ایسی ذہنی مشقیں کرتا رہتا ہے کہ جس سے اسے وقت سے  
پہلے ہوش آ جاتا ہے اس لئے اسے اور اس کے ساتھیوں کو طویل  
بے ہوشی کے انکشن لگا دو تاکہ ہر قسم کا وہم دور ہو جائے۔ اس کے



ساتھ ہی مارکیٹ سے سیشل میک اپ واشٹر منگوا کر عمران اور اس کے ساتھیوں کے میک اپ واش کرا دو اور آخری بات یہ کہ میر چارٹرڈ طیارے سے اٹالی پہنچ رہی ہوں۔ ہم اس عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوشی کے دوران ہی ہلاک کر دیں گے اور پھر اٹالی میں کرانس کے سفارت خانے کے ذریعے عمران کی لاش کو کرانس منتقل کر دیا جائے گا جبکہ عمران کے ساتھیوں کی لاشیں وہیں مالان میں ہی چھوڑ دی جائیں گی..... جولین نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”میڈم۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ابھی ان سب کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیتا ہوں۔ خطرہ کیوں مول لیا جائے“..... سمجھنے کے لیے۔

”یہ سب کچھ چیف کو مطمئن کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ابھی انہیں ہلاک کر دیا جائے یا چند گھنٹوں بعد اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مرنا تو بہر حال انہوں نے ہے ہی۔ البتہ اس عمران کو میں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتی ہوں اس لئے جیسے میں نے کہا ہے ویسے ہی کیا جائے“..... جولین نے تیز لہجے میں کہا۔

”نیں میڈم۔ آپ کے احکامات کی حرف بحرف تعمیل کی جائے گی“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”میں یہاں سے روانہ ہوتے ہی تمہیں فون کر کے اطلاع کر دوں گی۔ تم کسی ساتھی کو کار میں ایئر پورٹ بھجوا دینا“..... جولین

نے کہا۔

”نیں میڈم“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو جولین نے رسیور دکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھا لیا۔

”نیں“..... جولین نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

”چیف کا فون ہے میڈم“..... دوسری طرف سے اس کی فون میکرز کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”کراؤ بات“..... جولین نے کہا۔

”ہیلو۔ چیف بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد چیف کی آواز سنائی دی۔

”جولین بول رہی ہوں چیف۔ میں نے سمجھ کو تمام ہدایات دے دی ہیں۔ اس نے ابھی مجھے فون کر کے بتایا ہے کہ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوشی کے عالم میں ایک دوسری کونجی میں شفٹ کر لیا ہے“..... جولین نے کہا۔

”کیا ہدایات دی ہیں“..... چیف نے کہا تو جولین نے اپنی دی ہوئی ہدایات کو تفصیل سے دہرا دیا۔

”مگڈشو۔ اب سنو۔ سفارت خانے سے بات ہو گئی ہے۔ وہاں کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر جوہن کو تمہارا نام اور ایجنسی کا نام بطور کوڈ بتا دیا گیا ہے اور یہاں سے تمہارے لئے مالان کے لئے طیارہ بھی چارٹرڈ ہو چکا ہے۔ تم ایئر پورٹ پر مسٹر فرانک سے ملو گی۔ بس یہ

خیال رکھنا کہ عمران یا اس کے کسی ساتھی کو ہوش نہ آئے اور بے ہوشی کے دوران ہی انہیں ہلاک ہونا چاہئے لیکن پہلے ان کے میک اپ واش کرا لینا کیونکہ یہ لوگ حد درجہ چکر باز واقع ہوئے ہیں۔ یہ اپنے میک اپ میں غیر متعلقہ افراد کو بھی بھجوا سکتے ہیں لیکن اس بار چونکہ وہ اپنے اصل چہروں کی بجائے میک اپ میں آئے ہیں اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ان کی جگہ اور لوگ ہوں۔ لیکن پھر بھی احتیاطاً پہلے ان کے میک اپ واش کر لینا..... چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔ آپ کے احکامات کی تعمیل ہوگی.....“ جولین نے کہا۔

عمران کے تاریک ذہن پر روشنی نمودار ہوئی اور پھر یہ روشنی تیزی سے پھیلتی چلی گئی اور پھر جیسے ہی عمران کا شعور جاگا اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کے ذہن کو ایک زوردار جھٹکا لگا کیونکہ اس کے جسم نے یکسر حرکت سے انکار کر دیا تھا۔ جسم میں معمولی سی حرکت بھی نہ ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے باندھا نہیں گیا تھا بلکہ اس کا جسم کسی دوا سے یا کسی بھی دوسرے طریقے سے بے حس کر دیا گیا ہے اور یہ عمران کے نزدیک بندھے ہونے سے زیادہ خطرناک تھا۔ عمران کی آنکھیں کھلیں تو پہلے چند لمحوں تک تو اس کی آنکھوں میں وھند سی چھائی رہی لیکن پھر یہ وھند آہستہ آہستہ غائب ہو گئی اور عمران کا شعور جاگ اٹھا۔ اسے بے ہوش ہونے سے پہلے کے واقعات یاد آ گئے تھے۔

عمران کو یاد آ گیا تھا کہ مقامی ایجنٹ فریڈ انہیں مالان ایئر

باس نے جواب دیا۔

”لیس باس۔ لیکن اب ان کے میک اپ واش کرنے میں اس کے لئے انہیں کرسیوں پر ڈالنا پڑے گا۔ یہاں فرش پر پڑے پڑے تو یہ کام نہیں ہو سکتا“..... ہارڈی نے کہا۔

”ہاں۔ ساتھیوں سے کہو کہ ان کے لئے بھی کرسیاں لے آئیں۔ اور میڈم بھی آ رہی ہیں ان کے لئے اور میرے لئے بھی دو کرسیاں لے آئیں“..... باس کی آواز سنائی دی۔

”لیس باس“..... ہارڈی نے جواب دیا اور پھر کسی کے قدموں کی آواز دور دور جاتی ہوئی سنائی دی تو عمران ان دونوں کی باتیں سن کر سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے اور اسے معلوم تھا کہ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا ہے وہی اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا ہو گا۔ اسے معلوم تھا کہ جب بے ہوشی کی تیز گیس کے اثرات ابھی قائم ہوں اور اس آدمی کو طویل بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا جائے تو دونوں کے اثرات ایک دوسرے پر منفی اثرات ڈالنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر جلد ہی بے ہوشی ہوش میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ عمران چونکہ مخصوص ذہنی مشقیں کرنے کا عادی تھا اس لئے اسے اپنے ساتھیوں سے پہلے ہی ہوش آ گیا تھا۔ البتہ ایک بات فکر کی تھی کہ عمران کا جسم مکمل طور پر بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ اس کی وجہ اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ وہ اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور پھر تین چار افراد کے چلنے کی آوازیں

پورٹ کے وی آئی پی گیٹ سے نکال کر کوئین کالونی کی کونھی میں ایک ملازم کے ساتھ چھوڑ گیا تھا اور عمران اپنے ساتھیوں سمیت ایک کمرے میں بیٹھا تھا کہ نامانوس سی بو اس کے ناک سے نکلرائی اور پھر جیسے کیسرے کا شٹر بند ہو جاتا ہے اس طرح اس کا ذہن بھی تاریک پڑ گیا تھا اور اب اسے ہوش آیا تو اس کا جسم قطعی بے حس و حرکت محسوس ہو رہا تھا اور عمران گردن کو بھی حرکت نہ دے سکتا تھا۔ البتہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ کسی کمرے کے فرش پر پشت کے بل لیٹا ہوا تھا اور اسے کمرے کی چھت نظر آ رہی تھی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ آخر اس کا جسم اس قدر بے حس و حرکت کیوں ہو رہا ہے کہ اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

”انہیں طویل بے ہوشی کے انجکشن لگا دیئے گئے ہیں نا ہارڈی۔ ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”لیس باس۔ سب کو لگا دیئے ہیں۔ لیکن باس یہ تو پہلے ہی گیس سے بے ہوش تھے پھر انہیں بے ہوشی کے انجکشن کیوں لگائے گئے ہیں“..... ایک دوسری مردانہ آواز نے جواب دیا جسے ہارڈی کہا گیا تھا۔

”میڈم کا حکم تھا اور تمہیں معلوم ہے کہ میڈم کا حکم ہمیں ہر صورت میں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ اگر یہ ہوش میں آ گئے تو مسائل پیدا ہو سکتے ہیں اس لئے اب انجکشن لگنے کے بعد ہر قسم کا خدشہ دور ہو گیا ہے۔“

سنائی دینے لگیں۔

”یہ چھ افراد ہیں۔ چار کرسیاں مزید لے آؤ۔ آٹھ کرسیاں چائیس“..... باس کی آواز سنائی دی۔

”یہ چار کرسیاں ہیں اور دوسرے پھیرے میں چار اور آتے ہیں باس“..... ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ اس کے بعد کرسیاں فرش پر رکھے جانے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر قدموں کی آوازیں واپس دروازے کی طرف جاتی سنائی دیں۔ عمران پشت کے بل فرش پر پڑا مسلسل یہی سوچے چلا جا رہا تھا کہ اسے ہوش تو آ گیا ہے لیکن اس کا جسم بے حس کیوں ہے۔ اس قدر بے حس کہ وہ اپنی گردن تک نہیں موڑ سکتا۔ اس کی صرف پلکیں جھپک رہی تھیں۔ باقی پورا جسم بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی آوازیں ایک بار پھر سنائی دیں اور پھر کرسیاں فرش پہ رکھی گئیں۔

”اب پہلے اس عمران کو اٹھا کر کرسی پر ڈالو“..... باس نے کہا۔

”لیس باس“..... ایک اور مردانہ آواز سنائی دی اور پھر عمران کو اس طرح اٹھایا گیا جیسے کسی بوری کو اٹھایا جاتا ہے۔

”یہ اس قدر بے حس کیوں نظر آ رہا ہے ہارڈی“..... باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ کہہ رہے تھے کہ یہ انتہائی خطرناک آدمی ہے اس لئے میں نے اسے بے حس کرنے والا خاصی طاقت کا حامل انجکشن لگا

تھا“..... ہارڈی نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کی ضرورت تو نہیں تھی۔ بے ہوش کر دینے والی میس اور پھر طویل بے ہوشی کا انجکشن دونوں ہی کافی تھے اور ہم نے انہیں صرف میڈم کے آنے تک زندہ رکھنا ہے۔ اس کے بعد نہیں“..... باس نے کہا۔

”اب تو میں نے لگا دیا ہے باس“..... ہارڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ سب کو کرسیوں پر ڈال کر ان کے میک اپ واش کرو“..... باس نے کہا۔ عمران کو اس دوران کرسی پر ڈال دیا گیا تھا اور عمران کرسی پر اس طرح ڈھلکے ہوئے انداز میں پڑا تھا جیسے اس کا جسم پانی سے بنا ہوا ہو۔ اب عمران سامنے کی طرف دیکھ سکتا تھا۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں لیکن پوری نہیں ایک جھری سی آنکھوں میں ڈال کر وہ دیکھنے لگا۔ سامنے کرسی پر ایک ورزشی نوجوان اکڑے ہوئے انداز میں بیٹھا تھا جبکہ چار ورزشی جسموں کے مالک افراد عمران کے ساتھیوں کو اٹھا کر کرسیوں پر ڈال رہے تھے۔ عمران چونکہ گردن بھی نہ موڑ سکتا تھا اس لئے وہ دیکھ نہ سکتا تھا کہ اس کے ساتھی کس حالت میں ہیں اور پھر اس کے سر اور چہرے پر کنٹوپ چڑھا دیا گیا اور چند لمحوں بعد عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے کو بھڑکنی ہوئی آگ میں ڈال دیا گیا ہو۔ پھر عمران سمجھ گیا کہ اس کا میک اپ واش ہو رہا ہے۔

اسے شدید تکلیف محسوس ہونے لگ گئی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے چہرے کو باقاعدہ خوفناک آگ میں ڈال کر جلایا جا رہا ہو لیکن اس کے ساتھ ہی اسے ایک اور احساس بھی ہوا کہ جیسے جیسے چہرے پر گرمی اور حدت بڑھتی جا رہی ہے اس کے بے حس و حرکت جسم میں توانائی کی لہریں دوڑنے لگ گئی تھیں۔ شاید اس کی ناک اور منہ سے جو ہوا اندر سانس کی صورت میں جا رہی تھی وہ گرم تھی اس لئے خون کا دورانیہ اس گرمی اور حدت کی وجہ سے بڑھ گیا تھا جس کے نتیجے میں اس کے اعصاب حرکت میں آتے رہے تھے اور پھر تھوڑی دیر بعد جب اس کے چہرے اور سر پر سے سنسٹوپ بنایا گیا تو اس کا جسم مکمل طور پر حرکت میں آ چکا تھا لیکن عمران ویسے ہی ڈھلکے ہوئے انداز میں کرسی پر پڑا ہوا تھا کیونکہ اس کے بالکل سامنے ہی کرسی پر باس بیٹھا ہوا تھا۔

”یہ تو میک اپ میں نہیں ہے باس“..... عمران کے قریب موجود ہارڈی کی آواز سنائی دی۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب۔ یہ تو پاکیشیائی ہیں اور انہوں نے یورپی میک اپ کر رکھا ہے“..... باس نے ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”نہیں باس۔ یہ میک اپ میں نہیں ہے ورنہ اس جدید ترین میک اپ واشر کے بعد اس کے چہرے پر اگر میک اپ ہوتا تو لازماً واٹش ہو چکا ہوتا“..... ہارڈی نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملات گڑبڑ ہیں۔ ٹھیک ہے۔ میڈم پچنپنے والی ہیں۔ ان کے سامنے ایک بار پھر چیک کر لیں گے۔ اس کے بعد جیسے وہ کہیں گی ویسے ہی کریں گے“..... باس نے کہا۔

”تو باقی لوگوں کے میک اپ چیک نہ کئے جائیں“..... ہارڈی نے کہا۔

”ابھی رک جاؤ۔ میڈم وہاں سے روانہ ہو چکی ہیں۔ چارٹڈ لیبارہ ابھی تھوڑی دیر بعد مالان پہنچ جائے گا۔ میں نے بھی ایئر پھٹ جانا ہے۔ تم یہاں کا خیال رکھو میں میڈم کو لے کر آ رہا ہوں۔ پھر باقی کارروائی ہوگی“..... باس نے کہا۔

”یہ تو بے ضرر کینچوے بن چکے ہیں باس۔ انہوں نے کیا کرنا ہے“..... ہارڈی نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں مڑے اور کمرے سے باہر چلے گئے تو عمران نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کا ذہن یہ محسوس کر کے بھک سے اڑ گیا کہ اس کا جسم دوبارہ بے حس ہو گیا تھا۔ شاید حرکت اس وقت تک ہی تھی جب تک اس کا میک اپ چیک کرنے کے لئے اس کے چہرے پر گرم ترین ہوا چھنکی جاتی رہی تھی اور جیسے ہی گرم ہوا بند ہوئی اس کا جسم بھی ٹھنڈا وکر دوبارہ بے حس ہوتا چلا گیا اور بے حس اس قدر تھی کہ اب صرف اس کی آنکھیں کھل بند ہو سکتی تھیں ورنہ نہ وہ بول سکتا تھا ورنہ نہ ہی حرکت کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ گردن اور سر بھی نہ گھما سکتا تھا

کھڑی ہو گئی۔

”ہوش میں۔ مگر کیسے۔ طویل بے ہوشی کا انجکشن نہیں لگایا تھا انہیں“ میڈم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”انہیں بھی لگایا تھا میڈم“..... ہارڈی نے جواب دیا۔

”پھر یہ ہوش میں کیوں آ رہی ہیں۔ ری لے آؤ انہیں کرسیوں سے باندھ دو۔ اب یہ بتائیں گی کہ یہ دراصل کون ہیں۔“ میڈم نے کہا۔

”میرے پاس ری کا بنڈل ہے میڈم“..... ہارڈی نے کہا اور پھر اس نے اپنی بیٹ کے ساتھ ری کا لپٹا ہوا بنڈل کھول لیا۔ سمٹھ بھی آگے بڑھا اور ان دونوں نے لڑکیوں کو ان کرسیوں کے ساتھ باندھ دیا۔

”کون ہو تم۔ کیا تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے“..... میڈم نے لڑکیوں کو ہوش میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”سیکرٹ سروس۔ کون سیکرٹ سروس۔ ہم کہاں ہیں اور تم کون ہو۔ یہ تم نے مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔ یہ سب ہمارے سامھی کیا ہوا انہیں“..... عمران کے کانوں میں جولیا کی حیرت بھری آواز پڑی۔ وہ یورپی لہجے اور یورپی زبان میں بول رہی تھی۔

”سنو۔ کیا تم عمران کی ساتھی ہو۔ اگر ہو تو اب بھی وقت ہے بتا دو۔ ہم تمہیں کوئی نہیں ماریں گے ورنہ گولیوں سے اڑا دیں گے۔ بولو۔ کیا تم عمران کی ساتھی ہو“..... میڈم نے بڑے دوستانہ

اور پھر نجانے کتنا وقت اسی حالت میں پڑے ہوئے گزرا تھا۔ کمرے کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس نے سیاہ لیڈر جیکٹ اور جینز پہنی ہوئی تھی۔ آنکھوں پر سرخ شیشوں والی ٹینک تھی۔ اس کے براؤن بال اس کے کاندھوں پر پڑے ہوئے تھے اور وہ اپنے انداز سے کسی ایکشن فلم کی بیرونی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے پیچھے وہ باس تھا اور باس کے پیچھے ہارڈی تھا۔

”ان میں عمران کون ہے سمٹھ“..... لڑکی نے کرسی کے قریب آ کر رکتے ہوئے کہا۔

”یہ جو سامنے کرسی پر ڈھلکا پڑا ہے۔ اسے ہارڈی نے طویل بے ہوشی کے ساتھ ساتھ بے حسی کا انجکشن بھی لگا دیا ہے۔ اب یہ نہ صرف بے ہوش ہے بلکہ سانس لیتی ہوئی لاش میں تبدیل ہو چکا ہے“..... اس باس نے کہا جس کا نام سمٹھ لیا جا رہا تھا۔

”ہاں۔ حلیہ تو اس کا بتایا گیا تھا لیکن تم کہہ رہے ہو کہ یہ میک اپ میں نہیں ہے“..... میڈم نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”لیس میڈم۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کے سامنے دوبارہ چیک کر لیا جائے“..... سمٹھ نے جواب دیا۔

”ہاں۔ میرے سامنے چیک کرو“..... میڈم نے کہا۔

”یہ دونوں لڑکیاں ہوش میں آ رہی ہیں“..... اسی لمحے ہارڈی نے چیختے ہوئے ایک طرف اشارہ کیا تو میڈم بے اختیار اچھلنے

لہجے میں کہا۔

”عمران۔ کون عمران۔ ہمارا گروپ لیڈر تو مائیکل ہے مائیکل“..... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گروپ لیڈر۔ تو تم بہر حال ایجنسی کے افراد ہو“..... میڈم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہم سیاح ہیں۔ ہم نے مل کر اپنے گروپ کا لیڈر مائیکل کو بتا دیا ہے“..... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس عمران کا میک اپ واش کرو میرے سامنے۔ اگر یہ واقعی عمران نہیں ہے تو پھر یہ لوگ ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں۔ انہیں موت کے گھاٹ اتار کر ہمیں فوری واپس جانا ہوگا“..... میڈم نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”لیس میڈم۔ ہارڈی، میڈم کے حکم کی تعمیل کرو“..... سمجھ نہ کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کے سر اور چہرے پر ایک بار پھر کنٹوپ چڑھا دیا گیا۔ عمران کو معلوم تھا کہ جو میک اپ اس نے کیا ہوا ہے وہ سوائے ایک خاص کیمیکل کے اور کسی بھی طرح واٹر نہیں ہو سکتا اس لئے وہ مطمئن تھا۔ البتہ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اس بار جیسے ہی اس کا جسم حرکت میں آئے گا تو وہ ان لوگوں سے خلاف جسمانی طور پر حرکت میں آ جائے گا تاکہ جسمانی حرکت نہ وجہ سے بے حس کر دینے والے انجکشن کے اثرات ختم ہو سکیں۔

”تم نے پہلے گرم ہوا سے چیک کیا تھا یا سرد ہوا سے“۔ میڈم

نے پوچھا۔

”گرم ہوا سے میڈم“..... ہارڈی کی آواز سنائی دی۔

”تو اب سرد ہوا سے چیک کرو“..... میڈم نے کہا اور دوسرے لمحے عمران کے چہرے سے انتہائی سرد ہوا نکل کر اُڑی اور عمران کا دل بیٹھتا چلا گیا اس لئے نہیں کہ اس کا میک اپ چیک ہو جائے گا بلکہ اس لئے کہ اب اس کا جسم حرکت میں نہ آ سکے گا۔ شدید ترین سرد ہوا کچھ دیر تک اس کے چہرے سے نکل رہی پھر بند ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کے سر اور چہرے سے کنٹوپ ہٹا لیا گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے محسوس کیا کہ اب اس کا سر اور گردن حرکت میں آ گئے ہیں۔

”یہ۔ یہ ہوش میں آ گیا ہے۔ یہ گردن موڑ رہا ہے“..... میڈم نے لیکھت جھپٹتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”لیکن اس کا جسم تو ویسے ہی ڈھیلا ہے میڈم“..... ہارڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بہر حال یہ ہمارے مطلوبہ لوگ نہیں ہیں اس لئے انہیں ہلاک کر دو اور نکل چلو یہاں سے“..... میڈم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے جب سے مشین پمپل نکالا اور اس کا رخ عمران کی طرف کیا ہی تھا کہ لیکھت جولیا کی چیخ کمرے میں گونج اُٹھی۔ چیخ ایسی تھی جیسے کوئی انتہائی خوفزدگی کے عالم میں چیخ پڑا ہو

لیکن آواز جولیا کی ہی تھی اور اس چیخ کے ساتھ ہی وہاں موجود سمٹھ اور ہارڈی کے ساتھ ساتھ میڈم بھی جولیا کی طرف مڑی تھی کہ ایک بار پھر کمرہ ایک آواز سے گونج اٹھا لیکن یہ آواز کس چیخ کی نہیں تھی بلکہ ایسی غراہٹ تھی جیسے کوئی چیتا اپنے شکار پر جھپٹ رہا ہو۔ اس بار عمران کی گردن بھی اس طرف کو خود بخود مڑ گئی اور اسی لمحے اس نے جولیا کو ہوا میں کسی پرندے کی طرح اڑتے ہوئے دیکھا اور پلک جھپکنے سے بھی کم عرصے میں وہ میڈم کے ساتھ ٹکرا کر اسے ساتھ لئے پہلے اس کرسی پر گری جس پر میڈم بیٹھی ہوئی تھی اور پھر کمرہ میڈم کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔

جولیا نے نیچے گرتے ہی الٹی قلابازی کھائی اور اس کے ساتھ ہی حیرت سے بت بنا کھڑا سمٹھ چیختا ہوا اچھل کر اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہارڈی سے ٹکرایا اور وہ دونوں چیختے ہوئے نیچے گرے تھے کہ جولیا جو واقعی بجلی بنی ہوئی تھی تیزی سے گھومی اور گھومتے ہوئے اس نے تیزی سے اٹھتی ہوئی میڈم کا بازو پکڑا اور دوسرے لمحے میڈم بھی اس کے ساتھ ہی گھومتی ہوئی ہوا میں اڑ کر سائینڈ دیوار سے ایک خوفناک دھماکے سے ٹکرائی جبکہ جولیا یکھنت گھومتی ہوئی نیچے جھکی اور اس کے ساتھ ہی یکھنت اچھل کر سائینڈ پر جا کھڑی ہوئی۔ اگر ایک لمحہ بھی اسے دیر ہو جاتی تو ہارڈی اسے اپنے ساتھ لئے فرش پر جا گرتا لیکن جولیا ایک لمحہ پہلے اچھل کر سائینڈ پر

جا کھڑی ہوئی تھی اور اب مشین ہسٹل اس کے ہاتھ میں تھا۔ ہارڈی ایک دھماکے سے اس جگہ گرا تھا جہاں ایک لمحہ پہلے جولیا گھومتی ہوئی جھکی تھی جبکہ سمٹھ بھی اب اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ البتہ میڈم دیوار سے ٹکرانے کے بعد دیوار کی جڑ میں منہ کے بل ساکت پڑی ہوئی تھی اور پھر کمرہ ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔ ریٹ ریٹ کی آوازیں جولیا کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین ہسٹل سے جبکہ چینیسم سمٹھ اور ہارڈی دونوں کے حلق سے نکلی تھیں اور وہ دونوں بے فرش پر ذبح ہوتی ہوئی بکریوں کی طرح پھڑک رہے تھے اور پھر انہیں زیادہ پھڑکنے کا موقع نہ مل سکا اور جولیا تیزی سے دوڑتی ہوئی میڈم کی طرف بڑھی۔ اس نے جبکہ کر اسے چپک کیا اور پھر اسی تیزی سے سیدھی ہوئی اور اپنے ساتھ والی کرسی پر موجود صالحہ کی طرف بڑھ گئی۔

”جلدی اٹھو اور چلو۔ ہم نے اس پوری کوشی کو چپک کرنا ہے۔“ جولیا نے ری کی گانٹھ کھولتے ہوئے کہا جس سے صالحہ کرسی کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ دوسرے لمحے صالحہ اٹھی اور پھر وہ دونوں دوڑتی ہوئیں بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگیں۔ جولیا کے ہاتھ میں مشین ہسٹل تھا جبکہ صالحہ خالی ہاتھ تھی۔

”ان دونوں کی تلاشی لو۔ ان کے پاس لازماً اسلحہ ہو گا۔ انہیں موقع ہی نہیں مل سکا تھا اسلحہ نکالنے کا۔“..... اچانک جولیا نے رکتے ہوئے کہا تو صالحہ تیزی سے مڑی اور پھر دوڑتی ہوئی اس طرف لگی



محسوس ہوا جیسے پانی پی رہے ہیں اس کے جسم میں حرکت کا آغاز ہو گیا۔ جبکہ جولیا پانی کی دوسری بوتل اٹھائے ساتھ ہی دوسری کرسی پر موجود صفدر کی طرف بڑھ گئی۔ جب جولیا نے صفدر کے منہ سے خالی بوتل ہٹائی تو عمران کے جسم میں اس قدر توانائی عود کر آئی تھی کہ وہ نہ صرف اٹھ کر بیٹھ گیا بلکہ اس کے منہ میں ساکت ہوئی زبان بھی حرکت میں آ گئی تھی۔

”گڈ شو جولیا۔ آج تو حیرت انگیز پھرتی اور مہارت کا مظاہرہ کیا ہے“..... عمران نے ایک جھٹکے سے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے تم سب کے ساتھ ساتھ ہم دونوں کو بے حس کرنے والے انجکشن نہیں لگائے۔ شاید انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ خطرہ صرف مردوں سے ہی ہو سکتا ہے“..... جولیا نے سکرانے ہوئے جواب دیا۔

”صفدر اور اس کے ساتھیوں کو بھی بے حس کرنے والے انجکشن لگائے گئے تھے جبکہ وہ ہارڈی تو صرف میرے بارے میں بتا رہا تھا“..... عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”ہم تینوں کو بھی ہوش تو کافی پہلے آ گیا تھا لیکن ہم مکمل طور پر بے حس و حرکت تھے“..... صفدر نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد تنویر اور کیپٹن کلکیل بھی پانی کی ایک ایک بوتل پی کر حرکت میں آ گئے۔ جولیا نے انہیں بتایا کہ باہر ان کے تین ساتھی موجود

جہاں فرش پر سمجھ گور ہارڈی کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے جھک کر ان دونوں کی تلاش لی تو واقعی ان کی جیبوں سے مشین پھل نکل آئے جن میں میگزین بھی موجود تھے۔

”آؤ اب“..... جولیا نے کہا اور پھر وہ دونوں کمرے سے بے نکل گئیں تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس نے جولیا نے واقعی حیرت انگیز تیزی، پھرتی اور مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایسا مظاہرہ جو شاید عمران کی توقع سے کہیں بڑھ کر تھا۔ عمران اس بات پر حیران تھا کہ صفدر، تنویر اور کیپٹن کلکیل تینوں کو یہ ہوا تھا۔ اگر جولیا اور صالح ہوش میں آ سکتے ہیں تو انہیں بھی اب تک ہوش میں آ جانا چاہئے تھا۔ اپنے بارے میں تو اسے معلوم تھا کہ اسے ایکسٹرا انجکشن لگا دیا گیا ہے بے حس کرنے کا لیکن یہ تینوں کیوں ہوش میں نہیں آ رہے لیکن وہ چونکہ بول بھی نہ سکتا تھا اس لئے خاموش پڑا سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد جولیا اکیلی اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک میڈیکل بیگ تھا۔ اس نے میڈیکل بیگ کو عمران کی کرسی کے قریب رکھا اور پھر اسے کھول کر اس میں سے پانی سے بھری ہوئی بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن ہٹا کر اس نے بوتل کا دہانہ عمران کے منہ کی طرف بڑھا دیا۔ عمران کا منہ خود بخود کھل گیا اور بوتل کا پانی اس کے حلق سے نیچے اترتا چلا گیا۔ بوتل خالی ہونے پر جولیا نے خالی بوتل کو ایک طرف پھینکا اور پھر میڈیکل بیگ میں سے دوسری بوتل نکالی ہی تھی کہ عمران کو یوں

تھے جو ایک کمرے میں بیٹھے شراب پینے میں مصروف تھے۔ انہیں سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر جولیاء اور صالحہ نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے علاوہ اس کوشی میں اور کوئی فرد موجود نہیں ہے تو عمران نے فرش پر بے ہوش پڑی ہوئی میڈم کو اٹھا کر کرسی پر ڈالا اور پھر خود ہی اس نے اسے رسی سے اس انداز میں باندھ دیا کہ کسی طرف نہ بھی وہ اسے کھول نہ سکے۔ گو صفر اور دوسرے ساتھیوں نے عمران کی جگہ یہ کام سرانجام دینے کے لئے کہا لیکن عمران نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ وہ اسے افریقی طرز کی خصوصی گانٹھ ڈال کر باندھنا چاہتا ہے کیونکہ یہ تربیت یافتہ ہے اور یقیناً اسے گانٹھیں کھولنے کی بھی تربیت دی گئی ہوگی۔

”اسے گولی مار کر ختم کر دو۔ کیا پوچھو گے اس سے۔ جب فریڈ تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق ہارڈ ایجنسی سے ہے۔“ جولیاء نے کہا۔

”ابھی تو ابتداء ہوئی ہے مشن کی۔ اس سے اچھی معلومات مل سکتی ہیں اور آئندہ کسی معاملے میں ان معلومات سے مدد بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔“ عمران نے کہا تو جولیاء نے اثبات میں ہلا دیا۔ صفر، کیپٹن ٹیکل اور تنویر تینوں باہر چلے گئے تھے تاکہ ہنگامائی کر سکیں۔ کمرے میں اس وقت عمران، جولیاء اور صالحہ رہ گئے تھے۔

”اس کا سر بڑی شدت سے دیوار سے ٹکرایا ہے اور یہ بے ہوش

ہو گئی ہے اب اس کا منہ اور ناک بند کر دو تاکہ یہ ہوش میں آ جائے۔“ عمران نے پیچھے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو جولیاء نے آگے بڑھ کر کرسی پر بندھی میٹھی میڈم کے منہ اور ناک پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔ چند لمحوں بعد میڈم کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو جولیاء نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ صالحہ پہلے ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

”یہ تربیت یافتہ عورت ہے۔ یہ آسانی سے معلومات مہیا نہیں کرے گی۔“ صالحہ نے کہا۔

”میں اس کی ہڈیاں توڑ دوں گی۔“ جولیاء نے جواب دیا تو صالحہ نے عمران کی طرف دیکھا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ اسی لمحے میڈم نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھی ہونے کی وجہ سے وہ اپنی اس کوشش میں ناکام ہو گئی تو اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا اور اس کے ساتھ ہی اس کا شعور پوری طرح جاگ اٹھا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ تم تو بے ہوش تھے طویل وقت تک کے لئے۔ پھر یہ سب کیسے ہو گیا۔“ میڈم نے ہوش میں آتے ہی انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پہلے تم اپنا نام بتاؤ تاکہ گفتگو میں آسانی رہے۔“ عمران نے کہا۔

”میرا نام جولین ہے لیکن تم کون ہو۔ تمہارا میک اپ تو واش

بانا چاہئے کہ تمہاری زندگی کسی بھی لمحے ختم ہو سکتی ہے لیکن ہم تمہیں ایک مخلصانہ آفر کرتے ہیں کہ تم اپنے چیف گریگ سے بات کرو اور اسے اس بات پر آمادہ کر لو کہ وہ ہمارے سائنس دان کو واپس پاکستان بھجوا دے تو اس کے بدلے ہم تمہیں، تمہارے چیف اور تمہاری ہارڈ ایجنسی کے دوسرے سیکشنوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”تمہارے سائنس دان کا ہارڈ ایجنسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم مجھے تھوڑے دو۔ میں چیف سے کہہ کر تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہ ہونے دوں گی ورنہ ہارڈ ایجنسی تمہارے تصور سے بھی زیادہ فعال بنی ہوئی ہے۔ تم زندہ واپس نہ جاسکو گے..... جولین نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”تم فون پر ہمارے سامنے چیف سے بات کرو۔ اس کے بعد ہم تمہیں آزاد کر کے خود یہاں سے چلے جائیں گے..... عمران نے کہا۔

”کیا کہوں چیف سے۔ اسے تو سارے معاملات کا علم ہے۔“ جولین نے کہا۔

”جو مرضی آئے کہہ دینا۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کراؤ بات..... چند لمحوں تک سوچنے کے انداز میں خاموش رہنے کے بعد جولین نے کہا تو عمران نے اٹھ کر ایک

نہیں ہو سکا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو ہم سمجھ رہے تھے لیکن اس کے باوجود تمہاری ساتھی عورت نے حیرت انگیز رد عمل کا اظہار کیا ہے..... جولین نے کہا۔

”تو ایک ہی چھت کے نیچے دو جولین اکٹھی ہو گئی ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام جولینا ہے۔ جولین نہیں..... جولینا نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا تو جولین چونک پڑی۔

”تم سوکس نژاد ہو کیونکہ یہ نام وہاں کا پسندیدہ نام ہے۔“ جولین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سنو جولین۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا تعلق ہارڈ ایجنسی سے ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور یہ سب میرے ساتھی ہیں۔ جہاں تک میک

اپ واش نہ ہونے کا تعلق ہے تو میک اپ کا فن اب اتنا آئے بڑھ چکا ہے کہ یہ میک اپ واٹر بے کار ہو چکے ہیں۔ اب یہ بھی

سن لو کہ ہارڈ ایجنسی نے از خود غلط کام کرتے ہوئے پاکستان کے ایک اہم سائنس دان کو اغوا کیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ سائنسدان

اس وقت کہاں ہے اور ظاہر ہے کہ ہم اسے واپس لے جانے کے لئے یہاں پہنچے ہیں۔ یہ تو تم نے ایڈوانس کام کیا کہ ہمیں کرائس

میں داخل ہونے سے پہلے ہی کور کرنے کی کوشش کی لیکن اب تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا وہ دیکھ رہی ہو۔ اس کے بعد تمہیں سمجھ

کونے میں پڑی ہوئی تپائی پر رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا۔  
 ”ہاں۔ نمبر بتاؤ“..... عمران نے کہا تو جولین نے نمبر بتا دیا تو  
 عمران نے انکوائری کا نمبر پریس کر دیا اور پھر انکوائری سے اس نے  
 رابطے نمبر معلوم کر کے پہلے انہیں پریس کیا اور پھر آخر میں اس نے  
 لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا اور پھر فون سیٹ اٹھا کر وہ جولین کی کرسی  
 کے قریب آیا ہی تھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اس طرح کرسی پہ  
 بیٹھی ہوئی جولین تڑپی اور عمران جو فون سیٹ ہاتھ میں اٹھ  
 ہوئے دوسرے ہاتھ میں رسیور پکڑے ہوئے تھا یلکھت اچھل کر  
 پشت کے بل زمین پر گرا جبکہ جولین جس نے اچانک اس پر حملہ کیا  
 تھا اسے گرانے کے بعد قلابازی کھا کر ایک لمحے کے لئے کھنکھان  
 ہوئی مگر دوسرے لمحے اس کا جسم کسی پرندے کی طرح اڑتا ہو  
 کر سیوں سے اٹھ کر کھڑی ہوئی جولیا اور صالحہ دونوں پر جا گرا۔  
 وہ ان دونوں کو بھی نیچے گرا کر قلابازی کھا کر سیدھی کھڑی ہوئی تو  
 اسی لمحے عمران جو اس دوران اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا یلکھت اچھل کر  
 ایک لمحے کے لئے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ ہوا میں اڑتا ہوا سیدھا  
 جولین سے آٹکرائے گا اور اسی لئے جولین نے جوابی دفاع نہ  
 خاطر دائیں طرف چھلانگ لگائی لیکن عمران نے صرف اچھلنے کا پنا  
 بنایا تھا جبکہ اس کا اچھلنے کے لئے پھیلا ہوا ایک بازو تیزی سے سبز  
 اور اس کے ساتھ ہی قریب پڑی ہوئی کرسی ہوا میں اڑتی ہوئی زمین  
 اس وقت پوری قوت سے جولین سے ٹکرائی جب جولین نے عمران

کے اچھل کر حملہ کرنے کے دفاع میں غوطہ لگا کر اپنے آپ کو بچا  
 دی تھی اور کمرہ جولین کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا  
 کیونکہ کرسی اس سے اس قدر زور سے ٹکرائی تھی کہ جولین چیختی ہوئی  
 فرش پر دور تک کھسکتی چلی گئی لیکن پھر جیسے ہی اس کا گھسنا ختم ہوا تو  
 اس کا ہاتھ تیزی سے گھوما اور اس کے جسم کے سامنے موجود کرسی  
 اڑتی ہوئی واپس عمران کی طرف بڑھی لیکن چونکہ اس کے کرسی  
 واپس اچھالنے میں وہ قوت موجود نہیں تھی جو ہونی چاہئے تھی اس  
 لئے کرسی درمیان میں ہی دھماکے سے فرش پر جا گری۔

اسی لمحے اٹھ کر کھڑی جولیا نے یلکھت چمپ لگایا اور پھر اس  
 سے پہلے کہ جولین کرسی پھینکنے کے بعد اٹھ کر کھڑی ہونے کی کوشش  
 میں کامیاب ہوئی کہ جولیا وہاں پہنچ گئی اور دوسرے لمحے اٹھتی ہوئی  
 جولین چیختی ہوئی کسی ہلکے وزن کے پرندے کی طرح اڑتی ہوئی  
 سیدھی وہاں جا گری جہاں صالحہ فرش سے اٹھ کر خاموش کھڑی تھی۔  
 نیچے گرتے ہی جولین نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس  
 بار وہ اٹھ نہ سکی اور چیختی ہوئی واپس زمین پر گر گئی اور ساکت ہو گئی۔  
 اس کے گر کر اٹھنے ہی صالحہ نے پوری قوت سے بوٹ کی باریک  
 نوک اس کی کپٹی پر بھا دی تھی اور یہ ضرب اس قدر سخت تھی کہ  
 واپس نیچے گر کر وہ دوبارہ اٹھنے میں کامیاب نہ ہو سکی اور اس کا جسم  
 ساکت ہو گیا۔

”میرا خیال تھا کہ اس سے مزید پوچھ گچھ کی جا سکتی ہے اس

ہمیں فوری یہاں سے نکلنا ہے کیونکہ اچانک حملے سے فون سیٹ اور ریسور دونوں علیحدہ علیحدہ نیچے گرے ہیں۔ گو یہ گرنے سے ٹوٹ گئے ہیں لیکن پھر بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری چند آوازیں اس تک پہنچ گئی ہوں“..... عمران نے کہا تو جولیا اور صالحہ دونوں نے ہی تائید میں سر ہلا دیئے۔

لئے میں اسے بچ نکلنے کا موقع دے رہا تھا اور جولیا نے بھی سمجھ داری سے کام لیا کہ اسے گولیاں نہیں ماریں لیکن تم نے اسے ہلاک کر دیا صالحہ“..... عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔  
 ”اس میں صالحہ کا قصور نہیں ہے۔ اس لڑکی نے عمل ہی ایسا کیا ہے کہ اس کا رد عمل انتہائی سخت ہونا چاہئے۔ میں تو اس رد عمل پر کنٹرول کر گئی لیکن صالحہ نہیں کر سکی۔ ویسے یہ واقعی انتہائی تربیت یافتہ تھی کہ تنہا ہی خصوصی طرز کی گانگہ بھی اس نے کھول لی تھی۔“  
 جولیا نے ایک لمبی سانس لینے ہوئے کہا۔

”یہ مر گئی ہے۔ حیرت ہے۔ میں تو اسے اس لئے گولیاں نہیں ماری تھیں کہ اسے زندہ رکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ میں نے تو اسے بے ہوش کرنے کے لئے ضرب لگائی تھی“..... صالحہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر وہ فرش پر پڑی جولین پر جھک گئی۔

”اوہ۔ یہ تو واقعی مر چکی ہے۔ آئی ایم سوری“..... صالحہ نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ ہم اب اسے بہر حال زندہ نہیں چھوڑ سکتے تھے“..... عمران نے تسلی آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس سے پوچھ گچھ تو ہونی تھی ابھی“..... جولیا نے کہا۔  
 ”مجھے اس کے چیف کا نمبر چاہئے تھا وہ مل گیا ہے لیکن اب

وے دی تھی اس لئے اب گریگ کو جولین کی کال کا انتظار تھا کیونکہ اس کے مطابق جولین کو وہاں پہنچے ہوئے دو اڑھائی گھنٹے ہو چکے تھے اور چونکہ وہاں کسی قسم کا کوئی خطرہ موجود نہ تھا اس لئے جولین یا اس کے ساتھیوں کو کسی قسم کا کوئی خطرہ درپیش نہ تھا اور کام صرف اتنا تھا کہ میک اپ واش کر کے اور انہیں ہلاک کر کے سفارت خانے سے رابطہ کرنا تھا اور انہوں نے اس دوران ضروری احتیاطات کر لئے گئے ہوں گے اس لئے اب تک جولین کی رپورٹ اسے مل جانی چاہئے تھی لیکن فون پر خاموشی طاری تھی۔

ایک دو بار تو اسے خیال آیا کہ وہ خود جولین کو فون کر کے اس سے رپورٹ حاصل کرے لیکن پھر وہ اس لئے اس خیال پر عمل کرنے سے باز رہا کہ اس طرح جولین یہ سمجھے گی کہ اس پر اعتماد نہیں کیا گیا۔ پھر نجانے کتنا وقت گزر گیا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو چیف تھری سے مڑا اور کرسی پر بیٹھ کر اس نے ریسور اٹھا لیا۔

”بس“..... چیف نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”چیف۔ مالان سے فون تھا لیکن جب میں نے ریسور اٹھایا تو اس کے ساتھ ہی دھماکہ سنائی دیا جس کے ساتھ ہی انسانی آوازیں سنائی دیں لیکن دھماکے کی وجہ سے وہ آوازیں پہچانی نہیں جاسکیں۔ اب فون کرنے پر وہاں کال ہی نہیں جا رہی جبکہ کنکشن ویسے ہی لگدڑ ہے۔ اب آپ کہیں تو میں کنکشن آف کر دوں یا جیسے آپ کہیں“..... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی آواز سنائی

ہارڈ ایجنسی کا چیف گریگ اپنے آفس میں کرسی پر بیٹھنے نہ بجائے کرسی کے عقب میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹھہل رہا تھا کیونکہ کسی بھی لمحے جولین کا فون آ سکتا تھا عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں۔ اسے یقین تھا کہ جولین کے حکم پر اس کے ساتھیوں نے یقیناً عمران اور اس کے ساتھیوں کو طویل بے ہوش کے انکشن لگا دیئے ہوں گے اور ان کا میک اپ بھی واش ہو چکا ہوگا۔ گریگ اور جولین کے درمیان یہی طے ہوا تھا کہ میک اپ واش ہوتے ہی جولین بے ہوش عمران کو ہلاک کر کے اٹالی میں موجود کرائس کے سفارت خانے کے ذریعے کرائس بھجوا دے جبکہ اس کے باقی ساتھی مرد اور عورتوں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دینے کے بعد ان کی لاشیں وہیں چھوڑ دیں۔

جولین نے ایئر پورٹ سے روانہ ہوتے ہوئے اسے اطلاع

فون کر کے کہو کہ وہ مجھے فوراً فون کرے۔“ چیف نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو چیف نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر موجود تناؤ میں کافی کمی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

”یس“..... چیف نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔  
 ”چیف۔ سیل فون پر کال جا رہی ہے لیکن کوئی انڈ نہیں کر رہا۔ میں تین بار ٹرائی کر چکی ہوں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیری بیڈ۔ مالان میں فارن ایجنٹ جوزف سے بات کراؤ۔ فوراً۔ جلدی“..... اس بار چیف نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور رسیور اس طرح کریدل پر پٹخ دیا جیسے سارا قصور اس رسیور کا ہی ہو۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو چیف نے رسیور اٹھا لیا۔

”یس“..... چیف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔  
 ”جوزف لائن پر ہے چیف“..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو“..... چیف نے قدرے چیختے ہوئے کہا۔  
 ”یس چیف۔ میں جوزف بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

دی تو چیف بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کوئی خاص بات ہو گئی ہوگی۔ تم فوراً کنکشن آن کر دو تاکہ جولین باہر کسی فون سے کال کر سکے۔ تم نے کنکشن آن نہ کیا تو پھر کال کیسے آئے گی“..... چیف نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یس چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو چیف نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ شدید تشویش کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

”یہ کیا ہوا ہے۔ دھماکہ۔ آوازیں۔ یہ سب آخر کیا ہے۔ چ فون کیوں نہیں آ رہا“..... چیف نے خود کھائی کے انداز میں کہا۔ پھر اس طرح اچھل پڑا جیسے اسے اچانک کوئی خاص بات یاد آئی ہو۔

”اوہ۔ اوہ۔ جولین اور اس کے ساتھیوں کے پاس تو سیل فون بھی ہیں۔ اوہ۔ اوہ“..... چیف نے یلکٹ اچھلتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے اس نے رسیور اٹھا لیا اور یکے بعد دیگرے دو مٹن پرستہ کر دیئے۔

”یس چیف“..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”تمہارے پاس جولین کے سیل فون کا نمبر موجود ہوگا۔ اسے

”جولین پاکیشیائی ایجنٹوں کے خلاف کام کرنے ملاں گئی ہوئی ہے لیکن اس سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ میں تمہیں ایک رہائشی کالونی کا ایڈریس بتاتا ہوں۔ وہاں فوراً پہنچو اور وہاں جو بھی صورت حال ہو فوراً مجھے ڈائریکٹ فون کر کے بتاؤ“..... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس کوٹھی کا ایڈریس بتا دیا جہاں جولین اور اس کے ساتھی پہلی کوٹھی سے شفٹ ہو کر گئے تھے۔

”لیس چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو چیف نے رسیور رکھ دیا۔

”کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے وہاں۔ لیکن کیا۔ یہ سب تو بے ہوش تھے اور انہوں نے ابھی کئی گھنٹے بے ہوش رہنا تھا۔ پھر کیا ہو سکتا ہے“..... چیف نے ایک بار پھر خودکلامی کے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے اسے اس وقت تک اپنے سوال کا جواب نہ مل سکتا تھا جب تک جوزف کوئی رپورٹ نہ دیتا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج گئی تو اس نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔ فون سیٹ پر سرخ رنگ کا چھوٹا سا بلب جل رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ کال اب ڈائریکٹ ہے۔ فون سیکرٹری کو سائیڈ پر کر دیا گیا ہے۔

”لیس۔ چیف بول رہا ہوں“..... چیف نے تیز لہجے میں کہا۔

”جوزف بول رہا ہوں چیف۔ انتہائی افسوس ناک خبر ہے۔ یہاں کوٹھی میں میڈم جولین اور ان کے چار ساتھیوں کی لاشیں پڑی

لی ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے“..... جوزف نے کہا تو چیف کو ایسے محسوس ہوا جیسے جوزف نے بات نہ کی ہو بلکہ اس کے ذہن کے اندر کوئی طاقتور بم بلاسٹ کر دیا گیا ہو۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم ہوش میں ہو نانسس۔ تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔ نانسس“..... چیف نے ہڈیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ میں درست کہہ رہا ہوں چیف۔ لاشیں میرے سامنے پڑی ہیں چیف“..... دوسری طرف سے جوزف نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ شاید چیف کے اس طرح ہڈیانی انداز میں چیختے پر بوکھلا گیا تھا۔

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔ کہو اس کر رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ بے ہوش پڑے افراد جولین اور اس کے چاروں تربیت یافتہ افراد کو ہلاک کر دیں۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے نانسس اور پھر کہہ رہے ہو کہ میں درست کہہ رہا ہوں۔ نانسس“..... چیف نے ایک بار پھر حلق کے بل چیختے ہوئے کہا لیکن اس بار دوسری طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا اور لائن پر خاموشی طاری رہی۔

”کیوں نہیں بول رہے ہو نانسس“..... چند لمحوں بعد چیف نے ایک بار پھر چیختے ہوئے کہا۔

”چیف۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ لاشیں میرے سامنے پڑی ہیں۔ ایک کمرے میں میڈم جولین کے ساتھی ہلاک ہوئے پڑے



ہیں جبکہ ایک اور کمرے میں ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پڑی ہے۔ ایک کرسی کے ساتھ ری اس طرح ادھوری کھلی ہوئی پڑی ہے جیسے وہاں کسی کو ری سے باندھا گیا ہو لیکن اس نے ری کھول لی ہو۔ میڈم جو لین کی لاش ایک طرف پڑی ہے۔ ان کی کنپٹی پر سیاہ داغ ہے جس کا مطلب ہے کہ ان کی کنپٹی پر کوئی انتہائی پُر قوت ضرب لگاؤ گئی ہو جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئیں۔ ویسے میڈم جو لین نے زخمی بھی ہیں۔ ان کے چہرے پر ایسے زخم ہیں جیسے کوئی سخت چیز ان کے چہرے پر ماری گئی ہو۔ ان کو بہر حال گولی نہیں ماری گئی جبکہ دوسرے کمرے میں موجود میڈم جو لین کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ انہیں گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ یہ سب شاید یہاں کمرے میں بیٹھے شراب پی رہے تھے کہ مارے گئے۔ جوزف نے پوری مظہر کشی کرتے ہوئے کہا تو چیف یلکنت کرسی پر ڈھلک سا گیا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین مایوسی نمایاں دکھائی دے رہی تھی۔

”لاشیں کرانس پہنچاؤ لیکن اس طرح کہ کسی کو علم نہ ہو سکے کہ ہارڈ ایجنسی کے افراد کی یہ حالت کی گئی ہے“..... چیف نے اس بار ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر بیخ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ جو لین کی ہلاکت نے اسے واقعی ہلا کر رکھ دیا تھا کیونکہ جو لین نے واقعی ہارڈ ایجنسی کے لئے بے شمار نمایاں کام کئے تھے اور وہ انتہائی تربیت یافتہ بھی تھی لیکن جوزف

نے جو کچھ بتایا تھا اس سے اب انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر اچانک اسے ایک خیال آیا تو وہ بے اختیار چونک کر سیدھا ہو گیا۔ ”میں اتنی بڑی ایجنسی کا چیف ہوں۔ میرے پاس بے شمار ایجنٹ ہیں۔ مجھے ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔ اب مجھے جو لین کی ہلاکت کا انتقام بھی لینا ہے“..... چیف نے سامنے دیکھتے ہوئے ایسے لہجے میں کہا جیسے خود کو یقین دلا رہا ہو۔ پھر اس نے رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو مٹن پریس کر دیئے۔

”لیس چیف“..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”فلپ سے بات کراؤ“..... چیف نے کہا۔ فلپ اس کے ہیڈ کوارٹر کا انتظامی انچارج تھا۔

”ہیلو چیف۔ میں فلپ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”اطالی میں فارن ایجنٹ جوزف، میڈم جو لین اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں اطالی سے کرانس لا رہا ہے۔ وہاں دشمنوں نے جو لین اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ میں نے ان کی لاشیں یہاں اس لئے منگوائی ہیں کہ اگر اطالی ایجنٹوں نے انہیں پہچان لیا تو کرانس کی بے حد بدنامی ہو گئی۔ لاشیں تو جوزف سچسل وے سے لے آئے گا اور اطالی والوں کو اس کا علم بھی نہ ہو سکے گا لیکن یہاں تم نے جوزف سے لاشیں وصول کر کے انہیں برقی بھٹی

مودبانہ تھا۔

”ہنری۔ پہلی بری خبر یہ سن لو کہ پاکیشیائی ایجنٹوں نے اطالی کے دارالحکومت مالان میں جولین اور اس کے چار ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے“..... چیف نے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں چیف۔ جولین تو بے حد تربیت یافتہ، انتہائی ہوشیار اور فعال ایجنٹ تھی“..... ہنری نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے چیف کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو لیکن وہ یقین کرنے پر مجبور ہو۔

”ہاں۔ اس کے باوجود وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی ہے اور خاص بات یہ کہ جب جولین وہاں گئی تو عمران اور اس کے ساتھی بے ہوشی کے عالم میں تھے“..... چیف نے کہا۔

”بے ہوش تھے۔ کیا مطلب“..... ہنری نے حیران ہوئے ہوئے کہا تو چیف نے اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی آمد کے بارے میں اطلاع ملنے سے لے کر ان کا وی آئی پی گیٹ سے ایک رہائشی کالونی میں پہنچنے اور پھر انہیں گیس سے بے ہوش کرنے اور دوسری گٹھی میں شفٹ کرنے اور پھر طویل بے ہوشی کے انکشن گانے اور جولین کے چارٹرڈ طیارے سے مالان جانے تک کی تمام تفصیل بتا دی۔

”ایسی صورت میں یہ سب کیسے ممکن ہو گیا چیف“..... ہنری

میں ڈال کر راکھ کر دینا ہے تاکہ ہم بدنامی سے بچ سکیں“..... چیف نے فلف کو تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”لیس چیف۔ حکم کی تعمیل ہوگی“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو چیف نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر یکے بعد دیگرے دو جین پریس کر دیئے۔

”لیس چیف“..... ایک بار پھر فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”ہنری اور گیری جہاں بھی ہوں ان سے بات کراؤ۔ فوراً“..... چیف نے کہا اور اس نے رسیور رکھ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ دونوں پارس میں نہیں ہوں گے بلکہ لائبریا میں ہوں گے کیونکہ پاکیشیائی سائنس دان وہیں ہے لیکن وہ انہیں اب وہاں تک محدود رہنے کی بجائے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہمارے کرائس میں پھیل کر ٹریس کرانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج گئی تو چیف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیس“..... چیف نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ وہ اب نارمل ہو چکا تھا۔

”ہنری سے بات کریں چیف“..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کراؤ بات“..... چیف نے کہا۔

”ہیلو چیف۔ میں ہنری بول رہا ہوں۔ گیری بھی میرے ساتھ موجود ہے“..... دوسری طرف سے ہنری کی آواز سنائی دی۔ لہجہ

لکٹ ہے۔ وہ اگر کام کرنے پر اتر آئے تو عمران اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس لئے وہ مطمئن تھا کہ اب کامیابی ہنری کے حصے میں ہی آئے گی۔

”جس طرح بھی ہوا ہو گیا اور اب ان کا خاتمہ تم نے کرنا ہے۔ جولین کا انتقام بھی ان سے لینا ہے لیکن تم دونوں وہاں لیبارٹری کی حفاظت کے نام پر جا کر بیٹھ گئے ہو۔ لیبارٹری کو بھول جاؤ۔ وہاں کے خصوصی انتظامات میں خود کرا دوں گا۔ تم اپنے پورے سیکشن کو لے کر فیلڈ میں نکلو اور جہاں بھی عمران اور اس کے ساتھی ملیں انہیں ایک لمحے کا توقف کئے بغیر گولیوں سے اڑا دو۔ یہ میرا حکم ہے“..... چیف نے تیز لہجے میں کہا۔

”حکم کی تعمیل ہوگی چیف۔ ویسے بھی اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ان ایجنٹوں کا ہر صورت میں خاتمہ کر دیا جائے۔ آپ بے فکر رہیں۔ لائبریا اور پارس دونوں جگہوں پر میرے ایسے دوست موجود ہیں جن کے خبری کے نیٹ ورک انتہائی وسیع اور فعال ہیں۔ وہ مطلوبہ افراد کو زمین کی ساتویں تہہ میں سے بھی نکال لاتے ہیں۔ میں گیری کو یہاں چھوڑ دیتا ہوں۔ البتہ میرا اس سے رابطہ رہے گا اور آپ بے فکر رہیں۔ میں اس عمران کی لاش ہر قیمت پر آپ کے سامنے لا کر رکھ دوں گا“..... دوسری طرف سے ہنری نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ وٹس یو گڈ لک“..... چیف نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہنری انتہائی تجربہ کار اور سمجھ دار

جا رہے تھے۔

ٹاوا ایک چھوٹا سا سرحدی شہر تھا۔ ٹاوا، کرانس اور اطالی کی سرحد واقع تھا۔ یہ حیرت انگیز بات تھی کہ ٹاوا تک اطالی کا علاقہ میدانی، لیکن آگے کرانس کا علاقہ پہاڑی تھا جسے ماؤنٹ پلیئر کہا جاتا تھا۔ ان کی منزل ٹاوا تھی جہاں سے انہوں نے کرانس کے علاقے ٹاؤنٹ پلیئر میں داخل ہونا تھا کیونکہ جس لیبارٹری میں ڈاکٹر کمال کو لہا گیا تھا وہ لیبارٹری لائبریا کے شمال میں تھی لیکن ان کے لئے پہلے لائبریا جانا ضروری تھا اور جس راستے پر وہ چل رہے تھے وہ ٹاوا جاتا تھا۔ ٹاوا پہنچ کر سرحد کراس کر کے جب وہ کرانس کے ٹاؤنٹ پلیئر کے علاقے میں داخل ہوتے تو وہاں سے قریب ہی لائبریا تھا۔ لائبریا پہنچ کر وہ آسانی سے لیبارٹری تک پہنچ جاتے۔

”عمران صاحب۔ آپ نے سڑک کے راستے کا انتخاب کیا ہے حالانکہ ہم زیادہ آسانی اور زیادہ جلدی سمندری راستے سے ٹاؤنٹ پلیئر پہنچ سکتے تھے“..... عقب میں بیٹھے صفدر نے کہا۔

”یہی بات ہارڈ ایجنسی کے چیف نے بھی سوچی ہوگی کہ ہم نے آسان اور نزدیک راستے کا انتخاب کرنا ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ تمہیں نہیں جانتا“..... سائیڈ سیٹ پر بیٹھی جولیا نے چونک کر کہا۔

”یہ تو شیطان کی طرح مشہور ہے۔ اسے کون نہیں جانتا ہو

عمران اپنے ساتھیوں سمیت ایک بڑی جیپ میں سوار آئیہ فراخ سڑک پر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر عمران خود تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر جولیا اور صاف اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں اور باقی ساتھی عقبی سیٹوں پر موجود تھے۔ وہ سب اب نئے میک اپ میں تھے اور ان کے پاس اس میک اپ کے لحاظ سے تمام ضروری کاغذات بھی موجود تھے جو چیکنگ کے بعد بھی درست ہی ثابت ہوتے۔ عمران نے میک اپ میں پیسے کا خاصا غالب عنصر شامل کر دیا تھا تاکہ میک اپ چیک کرنے والے کیمرے اسے چیک نہ کر سکیں۔ وہ اس وقت اطالی کے مشہور شہر یوڈان کے مضافات میں تھے۔ اطالی کے دارالحکومت مالان سے وہ ایک مقامی پرواز کے ذریعے یوڈان پہنچے تھے اور یوڈان سے انہوں نے یہ جیپ خریدی اور اب اس جیپ کے ذریعے وہ یوڈان سے

ہے اس لئے لائبریریا میں بہر حال ہمیں کوئی جگہ تو چاہئے ہوگی۔  
 عمران نے جواب دیا۔

”لیکن وہ تو لائبریریا کو گھیر لیں گے۔ پھر ہماری واپسی کیسے ہو  
 گی؟“ جولیا نے کہا۔

”میں تو چاہتا ہوں کہ گھیرے کی نوبت ہی نہ آئے لیکن آگئی تو  
 پھر بہر حال گھیرا تو توڑنا ہی پڑے گا۔“ عمران نے جواب دیتے  
 ہوئے کہا۔

”نوبت کیسے نہ آئے۔ کیا مطلب؟“ صفدر نے حیران ہو کر  
 کہا۔

”ویسے ہی ایک آئیڈیے کی بات کر رہا تھا۔“ عمران نے  
 اگلے کے سے انداز میں کہا۔

”ویسے آئیڈیا اچھا ہے عمران صاحب۔ اس سے بہت سے  
 مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔“ خاموش بیٹھے کیپٹن فکیل نے  
 کہا تو سب چونک پڑے۔

”کون سا آئیڈیا؟“ صفدر نے حیران ہو کر کہا۔  
 ”یہی جو عمران صاحب نے ابھی بتایا ہے۔“ کیپٹن فکیل نے  
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب نے تو کوئی آئیڈیا نہیں بتایا۔ کیا کہہ رہے  
 ہو؟“ صفدر نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”مکمل آئیڈیا تو عمران صاحب کے ذہن میں ہے لیکن اشارہ

گا۔“ عقب میں بیٹھے ختور نے کہا تو سب بے اختیار ہنس  
 پڑے۔

”میں اگر شیطان ہوں تو تم میرے ساتھی ہو۔“ عمران نے  
 جواب دیا۔

”آپ نے کس لئے جاننے کی بات کی تھی مس جولیا۔“ صفدر  
 نے شاید موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

کیونکہ جو عمران کو جانتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ عمران آسٹریا  
 کی بجائے مشکل کا انتخاب کرتا ہے چاہے وہ راستہ ہو یا کوئی  
 اقدام اس لئے اگر ہارڈ انجینی کا چیف عمران کو جانتا ہو گا تو نتیجہ  
 اسے یہ بھی اندازہ ہو گا کہ عمران کس راستے کا انتخاب کرے گا۔  
 جولیا نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ وہ مائنٹ پلیز میں ہمارے استقبال  
 کے لئے تیار ہوں گے۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ انہیں بھی معلوم ہو گا کہ آپ چاہے زبرد  
 راستے سے ادھر داخل ہوں یا سمندری راستے سے آپ نے بہرہ  
 لائبریریا پہنچنا ہے اس لئے ان کی تمام تر توجہ لائبریریا پر ہوگی۔ کیا یہ  
 نہیں ہو سکتا کہ ہم لائبریریا میں داخل ہوئے بغیر سیدھے لیبارٹری  
 پہنچ جائیں؟“ صفدر نے کہا۔

”ہم نے صرف لیبارٹری تباہ نہیں کرنی بلکہ سائنس دان کو بھی  
 واپس لے آنا ہے اور اسے یہاں سے واپس پاکیشیا بھی لے جا۔“

ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آئیڈیا تو بہت اچھا ہے لیکن یہ آئیڈیا آپ کے ذہن میں آیا کیسے۔ کیا کوئی اشارہ ملا ہے آپ کو؟“..... صفدر نے کہا۔

”نہیں۔ کوئی اشارہ نہیں ملا۔ البتہ ہارڈ ایجنسی کے چیف گریگ کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ اپنی ایجنسی سے اس طرح پیار کرتا ہے کہ جیسے ماں اپنی اولاد سے کرتی ہے اور اپنی ایجنسی کے سیشن ایجنٹس سے وہ اس طرح محبت کرتا ہے جیسے بچے اپنے کھلونوں سے کرتے ہیں۔ اس کی ایک سیشن ایجنٹ جولین، صالحہ کے ہاتھوں ادھ سوری۔ صالحہ کی ٹنگ کے ذریعے ہلاک ہو چکی ہے اور اس کے علاوہ دو اور سیشن ایجنٹس ہیں جن میں ایک ہنری ہے جو ادھیڑ عمر ہے لیکن بے حد تجربہ کار اور تیز فعال ایجنٹ ہے اور دوسرا گیری ہے جو جذباتی نوجوان ہے لیکن بے حد تیز طرار ایجنٹ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر جولین کی طرح ہنری اور گیری بھی ہلاک ہو گئے تو چیف گریگ باقی ایجنٹس کو بچانے کے لئے ڈاکٹر کمال کو ازخود واپس بھجوا دے گا“..... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیا گریگ اس قدر با اختیار ہے؟“..... صفدر نے کہا۔

”میں نے تو اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ اب آگے کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا یہ اب سامنے آ جائے گا“..... عمران نے جواب دیتے

انہوں نے کر دیا ہے“..... کیپٹن ٹکلیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے کیا کہا ہے؟“..... عمران نے بھی قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ نے کہا ہے کہ گھیرے کی نوبت ہی نہ آئے گی“..... کیپٹن ٹکلیل نے کہا۔

”ہاں۔ کہا تو ہے“..... عمران نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایسا تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ کرائس کے حکام اور سائنس ڈاکٹر کمال کو ازخود ہمارے ساتھ واپس بھیج دیں۔ ایسی صورت میں گھیرے کی نوبت ہی نہیں آئے گی“..... کیپٹن ٹکلیل نے کہا۔

عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”حیرت ہے کیپٹن ٹکلیل۔ وہ آئیڈیا جو ابھی میں نے مکمل طور پر سوچا ہی نہیں ہوتا وہ تم مکمل کر دیتے ہو“..... عمران نے کہا۔

”کیا آپ نے یہی بات سوچی تھی عمران صاحب؟“..... صفدر نے کہا۔

”ہاں۔ بس ویسے ہی ایک خیال آ گیا تھا لیکن کیپٹن ٹکلیل نے پوری بات ہی مکمل کر دی“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ احمقانہ خیال ہے۔ اگر انہوں نے اسے واپس بھیجتا ہوتا تو وہ وہاں سے اغوا کر کے کیوں لے آتے؟“..... اس بار تنویر نے کہا۔

”بعض اوقات اچھے بھلے سیانے لوگ حماقتیں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا کر دیئے جاتے ہیں“..... عمران نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

”تم نے یہ بات سوچ کر بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ صریح بزدلی ہے کہ وہ ہمیں ہمارا سائنس دان پھولوں کے بار پہنا دے واپس کر دیں“..... تنویر نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”میں نے ساتھ ہنری اور گیری کے خاتمے کی بات کی تھی ویسے نہیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ لائبریا میں آپ نے رہائش کے بارے میں کیا سوچا ہے“..... صفدر نے ایک بار پھر موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

”میری کوشش کے باوجود وہاں کوئی ٹپ نہیں مل سکی اس نے اب وہاں جا کر براہ راست کوشش کریں گے“..... عمران نے کہا۔

”کہیں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ سیدھے لیبارٹری چلو“۔ تنویر نے کہا۔

”تمہیں لیبارٹری کا راستہ معلوم ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو معلوم نہیں ہے لیکن مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تمہیں پوری تفصیل کا علم ہوگا کیونکہ بغیر مکمل معلومات حاصل کئے تم ایک

قدم بھی آگے نہیں بڑھاتے“..... تنویر نے جواب دیا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے“..... جولیا نے تنویر کی حمایت کرتے

ہوئے کہا تو تنویر کا چہرہ جولیا کی اس حمایت پر بھی کھل اٹھا۔

”میں کب کہہ رہا ہوں کہ تنویر غلط کہہ رہا ہے لیکن چونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہاں کیا صورت حال ہے اس لئے میں تنویر کی ہدایت مان کر سیدھا وہاں نہیں جاسکتا ورنہ اسی جیپ میں ہماری لاشیں واپس لائبریا لائی جائیں گی“..... عمران نے کہا۔

”کیا تفصیل ہے۔ ہمیں بتاؤ“..... جولیا نے چونک کر کہا۔

”کہیں اطمینان سے بیٹھ کر بات کریں گے اور تفصیل سے بات ہوگی۔ ہمیں باقاعدہ پلاننگ بنانا پڑے گی۔ ڈاکٹر کمال تک پہنچنے اور پھر اسے صحیح سلامت اور زندہ واپس پاکیشیا لے جانے کی پلاننگ اور یہ بھی بتا دوں کہ اب تک ہارڈ ایجنسی کے چیف کو جو لین کی موت کی خبر پہنچ چکی ہوگی اور اب تک اس نے ہم سے انتقام لینے کے لئے لائبریا سمیت پورے ایریا میں موت کے جال پھیلادئے ہوں گے کیونکہ وہ سرکاری ایجنسی ہے اور وہ ان کا اپنا علاقہ ہے“..... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہمیں ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم گیری اور ہنری اور تمہارے اس گریگ سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔

مجھے“..... تنویر نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

”تنویر۔ عمران صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ ہمیں اندھا دھند ٹوٹی اقدام نہیں کرنا۔ ہم اپنے ایک ساتھی کی بھی موت برداشت

نہیں کر سکتے“..... صفدر نے کہا۔

”میں کب کہہ رہا ہوں کہ وہ ایسا کرے لیکن یہ بات اس نے پہلے سوچ رکھی ہوگی۔ بس ہمیں الو بتا رہا ہے“..... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”بے بنائے کو میں کیا بنا سکتا ہوں“..... عمران نے جواب دے تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”میں تمہیں گولی بھی مار سکتا ہوں۔ سمجھے“..... تنویر نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ شاید سرحد قریب آ رہی ہے“..... اس سے پہلے کہ عمران، تنویر کی بات کا کوئی جواب دیتا صالحہ بول پڑی اور سب آگے کی طرف دیکھنے لگے۔ دور سے ایک چھوٹے سے شہر کے آثار نظر آنے لگ گئے تھے۔

”یہ سرحدی شہر ٹاوا ہے“..... عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ واقعی ایک چھوٹے سے شہر میں داخل ہو گئے۔ وہاں آبادی خاصی کم تھی۔ اکا دکا کاریں نظر آ رہی تھیں۔ البتہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی سنسان اور ویران شہر سے گزر رہے ہوں اور پھر شبہ کراس کرتے ہی انہیں دور سے سرحدی چیک پوسٹ نظر آنے لگی۔ پہلے اطالی چیک پوسٹ تھی۔ وہاں عمران نے اپنے ساتھیوں کے کاغذات پیش کئے اور انہیں کلیئر کر دیا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ کرانس میں داخل ہو رہے تھے اور وہاں چیک پوسٹ پر رکے انہوں نے یہاں سے بھی کلیئر ٹس حاصل کر لی۔ البتہ ٹاوا سے یہاں

زیادہ وقت لگ گیا تھا لیکن انہیں کوئی پریشانی نہ ہوئی تھی۔ اب وہ کرانس میں داخل ہو چکے تھے۔ یہاں دور دور تک پہاڑی علاقہ تھا جو غیر آباد تھا۔ البتہ سڑک کافی چوڑی اور اچھے انداز میں بنائی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پہاڑی علاقہ ہونے کے باوجود جیپ خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کی تیز ڈرائیونگ کے بعد دور سے انہیں بڑے شہر کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے۔ ان سب کو معلوم تھا کہ ہارڈ ایجنسی نے یہاں لازماً چیکنگ کا جال پھیلا رکھا ہوگا۔

”ہماری سب سے بڑی پہچان ہماری تعداد ہے اس لئے جولیا اور تنویر کا ایک گروپ ہوگا۔ صالحہ اور کیپٹن کلکیل کا دوسرا اور میرا اور صفدر کا تیسرا گروپ ہوگا۔ فون پر زید وں کوڈ پر بات ہوگی اور ہم جیسے ہی کسی ہوٹل پہنچیں گے وہاں سے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے“..... عمران نے کہا۔

”پھر ہمارے کاغذات ہمارے حوالے کر دو“..... تنویر نے کہا۔

”لیکن یہ گروپ تم کیسے بنا سکتے ہو۔ ڈپٹی چیف میں ہوں اس لئے گروپ میں بناؤں گی“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم نے صالحہ کے ساتھ اپنا گروپ بنا لینا ہے لیکن جیسا میں نے کہا ہے ویسے ہی ہوگا۔ یہ ضروری ہے وضاحت بعد میں۔ البتہ اپنے کاغذات اور بیگ لے لو“..... عمران نے سائیڈ پر پڑا ہوا بیگ اٹھا کر عقب میں دیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد



ان سب نے اپنے اپنے کاغذات لے لئے۔ صرف عمران اور صفدر کے کاغذات اس بیگ میں رہ گئے تھے۔ شہر کے مبضافات میں ہی عمران نے جپ روک دی اور اس کے ساتھ ہی سوائے صفدر کے باقی سب ساتھی اتر گئے اور پھر جس طرح عمران نے گروپنگ کی تھی اسی طرح علیحدہ علیحدہ گروپس کی صورت میں آگے بڑھتے چلے گئے۔

”عمران صاحب اس گروپنگ کا کیا فائدہ۔ اس طرح الٹا ہم بکھر جائیں گے“..... صفدر نے کہا۔

”یہاں واقعی عمرانی کا جال بچھا ہوا ہو گا اور ان کی تمام تر توجہ تعداد پر ہو گی کیونکہ انہیں بھی معلوم ہو گا کہ ہم نے میک اپ تبدیل کر لئے ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہارڈ ایجنسی کے پر پہلے کاٹ دیئے جائیں تاکہ ہمارا عقب محفوظ ہو جائے پھر آگے بڑھیں ورنہ اگر ہمیں عقب سے کور کر لیا گیا تو ہم بری طرح پھنس بھی سکتے ہیں“..... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن کیسے آپ اس جال کو توڑیں گے۔ کیسے چیکنگ کریں گے“..... صفدر نے کہا۔

”میرے پاس ایک خصوصی آلہ ہے جو میں نے اطالی سے روانہ ہونے سے پہلے خصوصی طور پر خریدا ہے۔ یہ کلائی کی گھڑی کی طرح بنا ہوا ہے۔ اسے کلائی پر باندھ کر جب اس کا ایک مخصوص بٹن پریس کریں تو اس کا تعلق اس وقت یہاں کی فضا میں موجود

کسی بھی مواصلاتی سیٹلائٹ سے ہو جاتا ہے اور پھر ایک اور بٹن دبا کر آپ ایک یا زیادہ سے زیادہ دو الفاظ اس میں فیڈ کر دیں اور اسے آن کر دیں تو ایک کلومیٹر کی رینج میں ہونے والی ہر وہ کال سنائی دے گی جس میں یہ الفاظ فیڈ کئے گئے ہوں کچھ کر لیتا ہے اور گھڑی کے ڈائل پر سرخ رنگ کا بلب جلنا بجھنا شروع کر دیتا ہے اور گھڑی کے ڈائل پر سمت اور رخ جہاں سے یہ کال ہو رہی ہو یا ہو چکی ہو کی نشاندہی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جیسے جیسے آپ اس سپاٹ کے قریب ہوتے جائیں گے سرخ بلب زیادہ تیزی سے جلنے بجھنے لگ جائے گا اور پھر اپنے سپاٹ پر پہنچ کر وہ مسلسل جلنے لگ جائے گا۔ یہ آلہ ایکریٹیم فوج کے لئے خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے لیکن پھر اس کی ڈیمانڈ پر یہ عام مارکیٹ میں بھی آ گیا لیکن صرف یورپ کی حد تک۔ ابھی یہ ایشیا مارکیٹ نہیں پہنچا۔ البتہ اس کے بارے میں کئی مضامین میں نے ضرور پڑھے تھے۔ یہاں جب یہ مجھے نظر آیا تو میں نے اسے خرید لیا۔ اس کا نام ڈیٹکلو وائج رکھا گیا ہے اور مختصر طور پر اسے ڈی وائج کہا جاتا ہے“..... عمران نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ البتہ اس کے چہرے پر اب اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

طے پایا کہ یا تو ہنری یا گیری دونوں میں سے ایک لیبارٹری کی سیکورٹی کا کام کرتا رہے جبکہ دوسرا لائبریا پہنچ کر وہاں پاکیشیائی ایجنٹوں کو ٹریس کرنے کی کوشش کرے۔ پہلے تو گیری نے خود جانے کی ضد کی لیکن ہنری نے اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا موقف تھا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سامنے جذبات کام نہیں دے سکتے۔ تجربہ کام دے سکتا ہے اس لئے وہ لائبریا جانے گا۔ آخر کار طویل بحث کے بعد یہ طے پایا کہ گیری وہیں لیبارٹری کی سیکورٹی کے لئے رہے گا جبکہ ہنری لائبریا پہنچ کر وہاں عمران اور اس کے ساتھیوں کو ٹریس کر کے انہیں ہلاک کرے گا۔

چنانچہ ہنری سیکشن کے چھ افراد کو ساتھ لے کر لائبریا شہر میں آ گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے دو دو کے گروپ بنا کر ان کو ایئر پورٹ، سڑک اور سمندری راستے پر لگا دیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹس ان راستوں سے ہی لائبریا میں داخل ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر زمینی راستہ جس پر سفر کرنا خاصا مشکل تھا لیکن ہنری کو معلوم تھا کہ عمران کی کامیابی کی اصل وجہ ہی یہی تھی کہ وہ آسان کی بجائے مشکل راستے استعمال کرنے کا عادی تھا اور اطالی سے کرائس پہنچنے کا راستہ چونکہ پہاڑی اور ویران ملا جلا تھا اس لئے اس سڑک پر تیز رفتاری سے کار چلانا خاصا مشکل تھا اور کسی بھی وقت تیز رفتار کار اونچی نیچی جگہ ہونے کی وجہ سے الٹ

لائبریا کی ایک رہائشی کالونی کی ایک کوفی کے ایک کمرے کو آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا اور یہ آفس ہارڈ ایجنسی کے پیشل ایجنٹ ہنری کا تھا۔ جولین کی ہلاکت کے بعد وہ اپنے ہاف سیکشن کو لیبارٹری کی سیکورٹی پر چھوڑ آیا تھا اور ہاف سیکشن کو ساتھ لے کر لائبریا آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ چھ افراد تھے جن میں دو عورتیں تھیں اور چار مرد تھے۔ ہنری اور گیری دونوں ایک ہی سیکشن سے متعلق تھے۔ ادھیڑ عمر ہنری سیکشن سپر باس تھا جبکہ نوجوان گیری کو سیکشن والے باس کہہ کر بلاتے تھے۔ گیری چونکہ بے حد جذباتی نوجوان تھا اس لئے ہر معاملے میں وہ آگے آگے رہتا تھا جبکہ ہنری جذبات کی بجائے اپنے تجربات سے فائدہ اٹھاتا تھا۔

ہارڈ ایجنسی کے چیف گریگ نے جب ہنری کو کال کر کے جولین کی ہلاکت کے بارے میں بتایا تو ان دونوں کے درمیان یہ

سے آگے بڑھا جا سکتا ہو۔ اس وقت بھی وہ آفس میں بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ہنری نے ہاتھ میں موجود شراب کا گلاس میز پر رکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیس۔ ہنری بول رہا ہوں“..... ہنری نے کہا۔

”بارجر بول رہا ہوں باس“..... دوسری طرف سے اس کے سیکشن کے ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔ لہجہ مودبانہ تھا۔

”کیا ہوا ہے۔ کوئی خاص رپورٹ“..... ہنری نے چونک کر کہا کیونکہ بارجر اس کے سیکشن کا سینیئر عہدیدار تھا۔

”باس۔ ایک نئی جیب لائبریا پہنچی ہے جس پر اطالی رجسٹریشن نمبر ہے“..... دوسری طرف سے بارجر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے یہ کوئی خاص بات ہو۔

”اس میں کیا خاص بات ہے۔ اطالی سے گاڑیاں کرانس اور کرانس سے اطالی گاڑیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ تمہارا مطلب ہے کہ سرحد پر رجسٹریشن نمبر تبدیل کر دیئے جائیں“..... ہنری نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”باس۔ روگ نے مجھے فون کر کے بتایا ہے کہ اطالی سرحد کی طرف سے آتی ہوئی ایک جیب اس نے مارک کی ہے جس میں چار مرد اور دو عورتیں سوار ہیں لیکن ان کے حلیئے بتائے ہوئے حلیوں سے یکسر مختلف تھے اس لئے اس نے صرف اپنے آپ کو چیکنگ تک محدود رکھا۔ پھر یہ جیب لائبریا میں داخل ہو گئی تو اس

سکتی تھی۔ پھر دونوں ملکوں کی سرحدوں پر چکیاں موجود تھیں جہاں نہ صرف سخت چیکنگ کی جاتی تھی بلکہ وہاں مستقل طور پر میک اپ چیک کرنے کے لئے خصوصی کیمرے بھی نصب تھے۔

اس کے علاوہ ہر سیاح کے کاغذات کو باقاعدہ کمپیوٹر کے ذریعے ان کے جاری کرنے والوں کے کوائف حاصل کر کے چیک کیا جاتا تھا۔ اس طرح کوئی بھی غلط آدمی کسی طرح بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں داخل نہ ہو سکتا تھا اس لئے ہنری نے وہاں اپنے سیکشن کے افراد کو تعینات نہ کیا تھا بلکہ لائبریا کے ایک مخبر گروپ کے دو افراد کو اس نے اطالی سے کرانس میں داخل ہونے والے افراد کو چیک کرنے کے لئے ہائر کیا تھا۔ انہیں صرف اتنا بتا دیا گیا تھا کہ اس گروپ جس میں چھ افراد ہوں اور ان میں چار مرد اور دو عورتیں ہوں انہیں چیک کیا جائے اور اس کی فوری رپورٹ ہنری کو دی جائے جبکہ اس نے اپنے سیکشن کے افراد کو ایئر پورٹ، بندرگاہ اور دو کو شہر کے بڑے ہوٹلوں کے گرو راؤنڈ کرنے اور چیکنگ کرنے کیلئے مامور کیا تھا۔ ان سب کے پاس میک اپ چیک کرنے والے کیمروں کے علاوہ ایسے جدید آلات بھی تھے جن سے کسی کی کافی فاصلے سے نگرانی کی جاسکتی تھی۔

ہنری اپنے آفس میں بیٹھا گروپس سے رپورٹ وصول کرتا رہتا تھا اور انہیں ہدایات دیتا رہتا تھا۔ آج اسے یہاں آئے ہوئے دوسرا دن تھا اور ابھی تک اسے کوئی ایسی رپورٹ نہیں ملی تھی جس

نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے جب اسے چیک کیا تو گاڑی وہی تھی جس پر اطالی رجسٹریشن نمبر لیٹ تھی لیکن اس میں چھ افراد کی بجائے دو آدمی سوار تھے جبکہ روگ نے پہلے چار مرد اور دو عورتوں کا بتایا تھا۔ میں نے بہر حال ان کی نگرانی جاری رکھی تو یہ جیپ گولڈن ہوٹل کی پارکنگ میں رک گئی اور وہ دونوں آدمی جیپ سے اتر کر ہوٹل میں گئے اور انہوں نے دو کمرے بک کرائے ہیں۔ کاغذات کی رو سے وہ دونوں اطالی کی سپر ٹاپ یونیورسٹی کے ریسرچ سیکشن سے متعلق ہیں اور ان کے پاس سیاحت کے بین الاقوامی کارڈز بھی موجود ہیں۔ میں نے اطالی رجسٹریشن نمبر کو بھی اطالی آفس فون کے اپنے ایک دوست کے ذریعے چیکنگ کرائی ہے۔ نمبر درست ہے لیکن یہ گاڑی صرف چند روز پہلے اطالی کے دارالحکومت مالان میں فروخت کی گئی ہے“..... بارجر نے پوری تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری یہ بات حیرت انگیز ہے کہ روگ تمہیں چھ افراد کی رپورٹ دیتا ہے اور تمہیں دو افراد ملتے ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ دو مردوں اور دو عورتوں کا گروپ صرف جیپ میں بطور مسافر سوار ہوئے ہوں جیسا کہ یہاں عام رواج ہے اور لائبریا پہنچ کر وہ کسی جگہ ڈراپ ہو گئے ہوں اور دوسری صورت یہ کہ وہ یہاں پہنچ کر گروپوں میں تقسیم ہو گئے ہوں لیکن اگر یہ ہمارے مطلوبہ افراد ہیں تو جلد ہی ان کے ساتھی ان سے رابطہ کریں گے۔ یہ رابطہ فون

پر بھی ہو سکتا ہے اور ذاتی بھی۔ تم ان کے فون بھی چیک کرو اور انہیں بھی“..... ہنری نے کہا۔

”لیس ہاس“..... دوسری طرف سے بارجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک اور انتہائی اہم بات یہ کہ تم مارگوٹ وائس چیکر کی مدد سے چوبیس گھنٹے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتے رہو۔ اگر انہوں نے میک اپ کیا ہوا ہو گا تو یہ اکیلے ہوتے ہی لازماً پاکستانی زبان میں بولیں گے کیونکہ یہ انسانی نفسیات ہے کہ وہ خود کو محفوظ سمجھتے ہی اپنی اصلیت پر لوٹ آتا ہے۔ اس طرح یہ دونوں کنفرم ہو گئے تو پھر ان کے ذریعے معاملات کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے“..... ہنری نے اپنے تجربے کو بروئے کار لاتے ہوئے بارجر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”لیس ہاس۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں خود ان کی نگرانی کروں گا اور اگر کوئی مشکوک بات سامنے آئی تو آپ کو رپورٹ دوں گا“..... بارجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ لیکن انتہائی محتاط رہنا۔ اگر یہ واقعی عمران اور اس کے ساتھی ہیں تو یہ سمجھو تم انتہائی زہریلے سانپوں سے مقابلہ کر رہے ہو“..... ہنری نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔

”کاش۔ واقعی یہ عمران اور اس کے ساتھی ہوں تاکہ کم از کم آگے بڑھنے کا موقع تو مل جائے“..... ہنری نے ریسور رکھ کر ایک

بار پھر شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے گھونٹ گھونٹ لیتے ہوئے شراب پینا شروع کر دی۔ اس طرح وقتے وقتے سے فون آتے رہے اور ہنری انہیں ان کی رپورٹوں کے مطابق ہدایات دیتا رہا کہ ایک بار گھنٹی بجنے پر جب اس نے رسیور اٹھایا اور اپنے بارے میں بتایا تو دوسری طرف سے بارجر کی آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑا۔

”نہیں۔ کوئی خاص بات ہوئی ہے“..... ہنری نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں باس۔ ہم نے مارگوٹ وائس چیکر کا ان کے کمرے کی عقبی کھڑکی کے ذریعے استعمال کیا تو حیرت انگیز باتیں سامنے آئی ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی کمرے میں موجود تھے اور دونوں کسی ایشیائی زبان میں باتیں کر رہے تھے لیکن دو نام گفتگو کے دوران بولے گئے ہیں ایک عمران اور دوسرا صفدر“..... بارجر نے کہا تو ہنری بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری گڈ۔ یہی ہمارے مطلوبہ لوگ ہیں۔ کیا ان کے ساتھی آئے ہیں“..... ہنری نے چیخنے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ ابھی تک تو نہ انہیں کسی نے فون کیا ہے اور نہ ہی ان دونوں نے کسی کو فون کیا ہے“..... بارجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں“..... ہنری نے پوچھا۔

”ہم دو آدمی ہیں باس“..... بارجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم ان دونوں کی مشینی نگرانی کرتے رہو۔ میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں۔ ہم پہلے ان پر ہاتھ ڈالیں گے پھر ان کے ساتھیوں کو بھی دیکھ لیں گے“..... ہنری نے کہا۔

”باس۔ آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم انتہائی آسانی سے انہیں ان کے کمرے میں بے ہوش کر کے اغوا کر کے آپ کے پاس لا سکتے ہیں“..... بارجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا کرو گے۔ تفصیل سے بتاؤ۔ یہ انتہائی خطرناک ایجنٹ ہیں۔ ہنری نے کہا۔

”کرنا کیا ہے باس۔ کی بول سے اندر بے ہوش کر دینے والی میس فائر کریں گے اور ان دونوں کے بے ہوش ہوتے ہی اندر جا کر انہیں باہر نکال لائیں گے“..... بارجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ فوراً اس پر عمل کرو لیکن بالکل اس طرح جس طرح تم نے بتایا ہے۔ معمولی سا وقفہ بھی نہ دینا۔ انہیں یہاں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی کارروائی مکمل کر کے مجھے فون کرنا۔ پھر میں وہاں پہنچ جاؤں گا اور ان سے ان کے ساتھیوں کے بارے میں سب کچھ معلوم کر لیں گے“..... ہنری نے کہا۔

”کیا ہوا تفصیل سے بتاؤ“..... ہنری نے اطمینان بھرا طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہم نے ویسے ہی کیا جیسے آپ نے کہا تھا۔ کی ہول سے گیس فائر کر کے ہم نے انہیں بے ہوش کر دیا۔ پھر ہوٹل کا کمرہ کھول کر ہم نے انہیں اٹھا کر کاندھوں پر لا دیا اور فائر ڈور سے باہر نکال کر ریڈ پوائنٹ پر پہنچ گئے“..... بارجر نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ زبان کیسے نہیں کھولتے“..... ہنری نے کہا۔

”لیس باس“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو ہنری نے رسیور رکھا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر عمران کے قابو آنے کا سن کر مسرت کا دریا سا جبنے لگا تھا۔

”لیس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم پلک جھپکنے میں یہ سارن کارروائی مکمل کر لیں گے“..... بارجر نے کہا۔

”اوکے۔ میں تمہاری طرف سے کال کا منتظر رہوں گا۔ وٹن گڈ لک“..... ہنری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رک دیا۔ اب اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ اسے بارجر کی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد تھا اس لئے اس نے ایک بڑے پھر شراب پینا شروع کر دی کیونکہ اب وہ بارجر کی طرف سے نہ جانے والی کال کا شدت سے منتظر تھا۔ ہر گزرنے والے لمحہ کے ساتھ اس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر نجانے کتنا وقت گزر۔ تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ہنری نے اس طرح جھپٹ کر رسیور اٹھایا جیسے اگر ایک لمحہ کی بھی دیر ہوگئی تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

”لیس۔ ہنری بول رہا ہوں“..... ہنری نے تیز لہجے میں کہا۔  
”بارجر بول رہا ہوں باس“..... دوسری طرف سے بارجر نے آواز سنائی دی۔

”کیا رپورٹ ہے“..... ہنری نے انتہائی اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

”وکسری باس۔ ہم نے نہ صرف انہیں بے ہوش کیا بلکہ ہونے کے کمرے سے نکال کر ریڈ پوائنٹ پر پہنچ چکے ہیں۔ میں وہیں سے کال کر رہا ہوں۔ اب ان سے اطمینان سے پوچھ سکتے ہیں۔“  
بارجر نے جواب دیا۔

لئے سرخ رنگ کا نقطہ سا جلا اور پھر بجھ گیا۔ دو بار ایسا ہوا تو عمران کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ اب جس کال میں عمران اور پاکیشیائی ایجنٹوں کے الفاظ استعمال ہوں گے تو یہ اسے کچھ کر لے گا اور پھر وہ کال نہ صرف ہمیں سنائی دے گی بلکہ ہم کال کو ٹریس بھی کر سکیں گے۔..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بٹن دیا تو گھڑی میں سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہیں باس۔ ہم نے مارگوٹ وائس چیکر کا ان کے کمرے کی عقبی کھڑکی کے ذریعے استعمال کیا اور حیرت انگیز باتیں سامنے آئی ہیں۔ یہ دونوں ایک ہی کمرے میں موجود تھے اور دونوں کسی ایشیائی زبان میں باتیں کر رہے تھے لیکن دو نام گفتگو کے دوران بولے گئے ہیں۔ ایک عمران اور دوسرا صفدر۔..... ایک مردانہ آواز سنائی دی اور آخر فقرہ سن کر عمران اور صفدر بے اختیار اچھل پڑے۔

”تم سنو کہ مزید کیا باتیں ہو رہی ہیں۔..... عمران نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ دوڑتا ہوا عقبی کمرے میں چلا گیا اور اس نے کھڑکی کھول کر دیکھا۔ کھڑکی کے ایک ہنٹ پر ایک چوکور ڈبہ چمٹا ہوا تھا اور اس پر ایک سفید رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے ایک جھٹکا دے کر اس باکس کو کھڑکی سے ہٹایا اور اس کے ساتھ ہی اس پر جلتے والا بلب آف ہو گیا تو عمران نے کھڑکی بند کر دی اور واپس مڑا۔ صفدر ڈی وایچ تھامے خاموش بیٹھا پوری توجہ سے اس سے نکلنے والی آوازیں سن رہا تھا۔ عمران بھی دوبارہ

عمران اور صفدر دونوں گولڈن ہونل کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ گو انہوں نے علیحدہ علیحدہ کمرے بک کرائے تھے لیکن صفدر اس وقت عمران کے کمرے میں ہی موجود تھا۔

”عمران صاحب۔ وہ ڈی وایچ کہاں ہے۔ مجھے تو دکھائیں۔ مجھے تو بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اس میں۔..... صفدر نے کہا تو عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک خوبصورت سی کلائی گھڑی نکالی جو ایک چھوٹے سے ڈبے میں بند تھی۔

”میں اسے آپریٹ کر دوں۔..... عمران نے کہا اور پھر ڈبے سے گھڑی نکال کر اس نے اس کی سائیزوں پر موجود نظر نہ آنے والے بٹنوں کو پریس کر دیا۔

”فیڈ عمران۔ فیڈ پاکیشیائی ایجنٹ۔..... عمران نے دو تین بار ایسے الفاظ کہے اور گھڑی کے ڈائل کے ایک کونے میں ایک لمبے

جہاں وہ موجود تھا وہاں سے بیرونی دروازہ اسے نظر نہ آ سکتا تھا اس لئے عمران نے اسے اشارہ دینے کی بات کی تھی۔ عمران کی نظریں دروازے کے درمیان موجود کی ہول پر جمی ہوئی تھیں کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کی ہول سے ہی بے ہوش کر دینے والی گیس اندر فائر کی جائے گی اور پھر جب کچھ دیر بعد اس نے کی ہول سے دھواں نکلتے دیکھا تو اس نے فوراً سانس روک کر ہاتھ اٹھا دیا تاکہ صفر بھی سانس روک لے۔

چند لمحوں تک دھواں نکلتا رہا اور پھر غائب ہو گیا تو عمران سمجھ گیا کہ اس قدر کم مقدار میں گیس فائر کرنے کا مطلب ہے کہ یہ انتہائی زود اثر گیس ہے۔ اس کی زیادہ مقدار بے ہوش فرد کو ہلاک بھی کر سکتی ہے اس لئے اس کی بے حد کم مقدار استعمال کی جاتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی دوسری صفت یہ بھی تھی کہ جس قدر زود اثر ہوتی ہے اس قدر جلد فضا میں حل ہو کر ختم بھی ہو جاتی ہے اور یہاں چونکہ عقبی کمرے کی دونوں عقبی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اس لئے یہاں گیس کے اثرات بہت ہی کم وقت تک فضا میں رہ سکے ہوں گے۔ چنانچہ چند لمحوں بعد اس نے آہستہ سے سانس لیا تو اسے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ محسوس نہ ہوئی تو اس نے زیادہ زور سے سانس لیا اور پھر اس نے صفر کو سانس لینے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے آگے بڑھ کر بیرونی کمرے میں آ گیا۔ اس کے پیچھے صفر بھی بیرونی کمرے میں آ گیا۔ عمران نے اسے

قریب آ کر بیٹھ گیا۔ ابھی فون پر گفتگو جاری تھی۔ جلد ہی پتہ چل گیا کہ کیا پلاننگ بنائی جا رہی ہے۔ پھر جیسے ہی فون پر رابطہ ختم ہوا تو عمران نے ڈی واج صفر سے واپس لے کر اس کا ایک ٹن پریس کر دیا اور اسے جیب میں ڈال لیا۔

”عمران صاحب۔ اب آپ نے کیا سوچا ہے“..... صفر نے کہا۔

”چلو عقبی کمرے میں۔ وہاں کی کھڑکی کھول دیتے ہیں۔ پھر آسانی سے سانس روکا جاسکتا ہے۔ پھر جب یہ اندر آئیں گے تو ان کو بے ہوش کر کے یہاں سے نکالنا پڑے گا“..... عمران نے کہا۔

”لیکن ان کا باس تو ان کی کال کا منتظر ہو گا“..... صفر نے کہا۔

”یہ بعد میں دیکھیں گے۔ آؤ کمرے میں“..... عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں عقبی کمرے میں پہنچ گئے۔ عمران نے دونوں عقبی کھڑکیاں کھول دیں اور خود وہ سائیڈ پر اس طرح کھڑا ہو گیا کہ پہلے کمرے کا بیرونی دروازہ اسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”جب میں ہاتھ اونچا کروں تو تم نے سانس روک لیتا ہے۔ وہ ہمیں باہر نہ دیکھ کر لازماً اس عقبی کمرے میں آئیں گے تب ان دونوں کو فوری بے ہوش کرنا ہو گا“..... عمران نے کہا تو صفر نے جو دروازے کی دوسری طرف کھڑا تھا، اثبات میں سر ہلا دیا۔ ویسے



دروازے کی سائیڈ میں رکنے کا اشارہ کیا اور خود بھی وہ بیرونی دروازے کی سائیڈ میں دیوار کے ساتھ پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس کے کانوں میں ہلکی سی کلک کی آواز پڑی تو وہ سمجھ گیا کہ مائٹر کی مدد سے دروازہ کھولا جا رہا ہے اور وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد دروازے کو دھکیل کر اندر کی طرف کھولا گیا اور یکے بعد دیگرے دو افراد تیزی سے اندر داخل ہوئے تھے کہ عمران اور صفدر بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور دوسرے لمحے اندر آنے والے دونوں افراد ہوا میں قلابازی کھا کر پشت کے بل دھماکے سے فرش پر جا گرے۔ عمران اور صفدر دونوں نے ان کی گردنوں میں ہاتھ ڈال کر انہیں مخصوص انداز میں اٹھا کر اس طرح پھینکا تھا کہ وہ ہوا میں قلابازی کھا کر نیچے فرش پر جا گرے تھے۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے پیر مار کر خود بخود بند ہوتے ہوئے دروازے کو فوری بند کر دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھے اور دونوں نے جھک کر اپنے اپنے شکار کے سراور کا ندھے پر اپنے ہاتھ رکھے اور مخصوص انداز میں جھکا دے کر ان کی گردنوں میں آ جانے والے بل نکال دیئے۔ اتنی دیر میں ہی ان کے چہرہ اس قدر بگڑ گئے تھے کہ اگر چند لمحے اور یہ بل نہ نکالے جاتے تو وہ لازماً ہلاک ہو چکے ہوتے۔ بل نکل جانے کی وجہ سے ان کے بگڑے ہوئے چہرے تیزی سے نارمل ہونا شروع ہو گئے۔

”اب کیا کرنا ہے عمران صاحب“..... صفدر نے عمران کی طرف

دیکھتے ہوئے کہا۔

”ان میں سے ایک کو ہوش میں لانا پڑے گا تاکہ اس سے اس کے پاس کا نمبر معلوم کیا جاسکے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ میرے خیال میں پہلے آپ کسی رہائش گاہ کا بندوبست کریں۔ یہاں ہوٹل میں کسی بھی لمحے ویزا اندر آ سکتا ہے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ یہاں سے نہ صرف ہمیں ٹکنا ہو گا بلکہ انہیں فائر ڈور سے نکال کر لے جانا ہو گا“..... صفدر نے کہا۔

”تم پہلے جا کر جیب کو فائر ڈور کے قریب لے آؤ۔ ہمیں واقعی فوری یہاں سے ٹکنا ہو گا۔ باقی کام راستے میں بھی ہو سکتا ہے۔“

عمران نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران نے جھک کر ان کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ ایک آدی کی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکلے جس پر نام بارجر لکھا ہوا تھا۔ ڈائری میں مختلف فون نمبرز کے ساتھ ساتھ کچھ ذاتی یادداشتیں بھی درج تھیں۔ البتہ ایک صفحے پر ایک رہائشی کالونی کا پتہ درج تھا۔ اس کے ساتھ ریڈ پوائنٹ کے الفاظ بریکٹ میں لکھے ہوئے تھے۔ اس آدی کی جیب سے بے ہوش کرنے والی گیس فائر کرنے والا چھوٹا لیکن انتہائی جدید ہاسٹل بھی برآمد ہوا جسے عمران نے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ڈائری میں درج ریڈ پوائنٹ کا پتہ دیکھا اور پھر ڈائری بھی جیب میں ڈال لی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور صفدر

اندر آ گیا۔

”آئیے عمران صاحب۔ میں نے جیب بھی فائر ڈور کے قریب کھڑی کر دی ہے اور فائر ڈور بھی کھول دیا ہے“..... صدر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد دونوں ان بے ہوش افراد کو کاندھوں پر لادے فائر ڈور تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے اور راستے میں کسی سے ٹکراؤ بھی نہیں ہوا۔ فائر ڈور کے قریب ہی جیب موجود تھی۔ دونوں بے ہوش افراد کو عقبی سیٹوں کے نیچے فرش پر لٹا دیا گیا۔

”میں جیب لے کر باہر سڑک پر جا رہا ہوں۔ تم کمرے کا دروازہ لاک کر کے آ جانا۔ جلدی“..... عمران نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے صدر سے کہا تو صدر نے اثبات میں سر ہلایا اور ”کر واپس فائر ڈور کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران نے جیب کو موڑ کر اسے کمپاؤنڈ گیٹ کی طرف آگے بڑھا دیا۔ کمپاؤنڈ گیٹ کے قریب اس نے جیب کو سائیڈ پر کر کے روک دیا اور پھر صدر کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد صدر وہاں پہنچ گیا تو عمران نے جیب کو کمپاؤنڈ گیٹ سے باہر نکالا اور ایک طرف موڑ کر اسے آگے بڑھاتا لے گیا۔

”عمران صاحب۔ اب کہاں جائیں گے“..... سائیڈ پر بیٹھے ہوئے صدر نے کہا۔

”ہارڈ ایجنسی کے ریڈ پوائنٹ پر“..... عمران نے مسکراتے ہوئے

جواب دیا تو صدر بے اختیار اچھل پڑا۔

”ہارڈ ایجنسی کا ریڈ پوائنٹ۔ کیا مطلب“..... صدر نے حیران ہو کر کہا تو عمران نے اسے ڈائری کے بارے میں بتا دیا۔

”ریڈ پوائنٹ کا پتہ کیا ہے“..... صدر نے کہا۔

”برانس کالونی کوٹھی نمبر گیارہ بی“..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن یہ برانس کالونی ہے کہاں“..... صدر نے پوچھا۔

”یہ تو معلوم کرنا ہو گا“..... عمران نے کہا اور ایک بڑے بک

سٹال کی سائیڈ میں اس نے جیب روک دی۔

”سٹور سے لائبریریا کا تفصیلی نقشہ لے آؤ“..... عمران نے صدر سے کہا تو صدر سر ہلاتا ہوا جیب سے اترا اور سٹور کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں تہہ شدہ نقشہ موجود تھا۔ عمران نے صدر کے ہاتھ سے نقشہ لے کر کھولا اور پھر اس پر جھک گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بال پوائنٹ سے نقشے پر ایک جگہ دائرہ لگا دیا۔

”یہ ہے وہ جگہ جہاں اس وقت ہم موجود ہیں“..... عمران نے کہا تو صدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد نقشے پر عمران نے ایک اور جگہ دائرہ لگا دیا تو صدر سمجھ گیا کہ یہ برانس کالونی ہوگی۔

”یہ ہے برانس کالونی“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے سٹور سے برانس کالونی جانے والے راستوں کو مارک کیا اور پھر نقشہ تہہ

کر کے صفدر کی طرف بڑھا دیا اور دوسرے لمحے جیب حرکت میں آ گئی۔

”عمران صاحب۔ اگر یہ ہارڈ ایجنسی کا خصوصی پوائنٹ ہے تو یہاں باقاعدہ حفاظتی انتظامات بھی ہوں گے اور وہاں موجود لوگ بھی تربیت یافتہ اور الٹ ہوں گے“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد صفدر نے کہا۔

”ان میں سے ایک کی جیب سے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پمپ ملا ہے جس سے انتہائی زود اثر گیس فائر ہوتی ہے۔ اگر ہم ڈی وائچ سے فون کال نہ سن چکے ہوتے لازماً ایک لمحے میں بے ہوش ہو چکے ہوتے۔ اب یہ گیس پمپ ہی استعمال ہو گا اور پھر ہم بغیر کسی رکاوٹ کے اندر داخل ہو سکیں گے“..... عمران نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ڈاکٹر کمال حسین لیبارٹری سے ملحقہ رہائشی کمروں میں سے اپنے لئے ریزرو کمرے میں کرسی پر بیٹھا سامنے موجود ٹیلی ویژن آن لئے بڑی توجہ سے دیکھنے میں مصروف تھا۔ ٹی وی دیکھنا اس کی بندیدہ بالی تھی اور وہ فطرتاً حسن پرست تھا اس لئے انتہائی سخت ہانسی کام کرنے کے بعد وہ کئی گھنٹوں تک ٹی وی پر چلنے والے رومانٹک ڈرامے اور شووز بڑی دلچسپی سے دیکھتا رہتا تھا۔ اس روح نہ صرف اس کی حسن پرستی کو تسکین ملتی تھی بلکہ ذہن پر چھایا وا بوجھ بھی ختم ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کام کے بعد جبکہ دوسرے ہائس دان ایک دوسرے سے مل کر گپ شپ میں مصروف رہتے وہ اپنے کمرے میں ٹی وی دیکھنے میں مصروف رہتا تھا۔

اس لیبارٹری میں شفٹ ہونے کے بعد گو اس پر پہلے پہلے باہر جانیے پر کوئی پابندی نہیں تھی اور وہ اپنی مرضی سے

شہر آتا جاتا رہتا تھا لیکن اب ایک بار پھر لیبارٹری سے باہر جانا منہ کر دیا گیا تھا۔ اب وہ ہفتے میں ایک دن باہر جا سکتا تھا اور وہ بچہ انتہائی سخت سیکورٹی میں کیونکہ اسے بتایا گیا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اسے واپس لے جانے کے لئے کسی بھی لمحے لیبارٹری پر حملہ کر سکتی ہے۔ گو اسے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ کراس کی سرکاری انجنیئر ان کے مقابلے پر کام کر رہی ہے اور انہیں جلد ہی ٹریس کر کے ہلاک کر دیا جائے گا لیکن تب تک ان پر لیبارٹری سے باہر بار بار جانے اور اکیلے جانے پر پابندی لگا دی گئی تھی اس لئے اب ڈاکٹر کمال حسین زیادہ وقت ٹی وی دیکھنے میں ہی صرف کرتا تھا۔ اب وقت بھی ٹی وی پر ایک رومانٹک ڈرامہ چل رہا تھا اور ڈاکٹر کمال حسین اس ڈرامے میں اپنی رومانس پسند فطرت کی وجہ سے گہرا دلچسپی لے رہا تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی تو ڈاکٹر کمال حسین بے اختیار چونک پڑا۔

”نہیں۔ کم ان“..... ڈاکٹر کمال حسین نے اونچی آواز میں کہا کہ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان عورت جس نے جینز کی پینٹ اور سرورنگ کی ہاف بازو کی شرٹ پہن رکھی تھی اندر داخل ہوئی۔ سرورنگ کی شرٹ پر زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہوئے تھے اس لئے شرٹ بڑی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

”ہائے ڈاکٹر“..... آنے والی نے مسکرا کر کہا تو ڈاکٹر کمال حسین بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظریں آنے والی پر

طرح جی ہوئی تھیں جیسے مقناطیس سے لوہا چپک جاتا ہے۔  
”آپ۔ آپ تو“..... ڈاکٹر کمال حسین نے لڑکھاتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن وہ فقرہ مکمل نہ کر سکا۔

”میرا نام ڈاکٹر سمویل ہے لیکن مجھے ڈاکٹر سائل کہا جاتا ہے۔ آپ بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی“۔ نوجوان عورت نے بڑے رومانٹک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور قریب آ کر اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا تو ڈاکٹر کمال حسین نے اس طرح دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے وہ کوئی انتہائی قیمتی شے ہو اور نیچے کر گر ٹوٹ جانے کا خطرہ ہو۔ اس کا چہرہ گلاب کے تازہ پھول سے بھی زیادہ کھل اٹھا تھا۔ آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی تھی۔

”بہنیں۔ بہنیں۔ آپ۔ آپ تو“..... ڈاکٹر کمال حسین نے پر نہ صرف بوکھلاہٹ طاری تھی بلکہ اس میں ڈاکٹر سائل کی بے تکلفانہ اداؤں کی وجہ سے مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

”ڈاکٹر کمال۔ میں آج ہی اس لیبارٹری میں پہنچی ہوں۔ اب میں آپ کے ساتھ مل کر کام کروں گی۔ آج تو میں ڈاکٹر فلپ کے آفس میں بیٹھ کر اس لیبارٹری میں ہونے والے سائنسی ٹاسک کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ وہاں ڈاکٹر فلپ نے آپ کا ذکر کیا۔ مجھے بچپن سے ہی ایشیا اور ایشیائی لوگ بے حد پسند ہیں۔ آپ کی فائل دیکھی۔ آپ کی یہاں اہمیت اور قابلیت کو

جان کر آپ کی اہمیت میرے دل میں مزید بڑھ گئی اس لئے میں نے سوچا کہ آپ سے ایک غیر رسمی ملاقات ہو جائے..... ڈاکٹر سائل نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر سائل کے منہ سے اپنی تعریفیں سن کر ڈاکٹر کمال کی حالت اور زیادہ غیر ہوتا شروع ہو گئی۔

”آپ کا شکریہ۔ بے حد شکریہ۔ آپ کو دیکھ کر مجھے یوں لگتا جیسے حسن کی دیوی آگئی ہو“..... ڈاکٹر کمال نے اسی طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس تعریف کا شکریہ۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر حسن کو شناخت کرنے والی آنکھ موجود ہے۔ ویسے آپ جیسے وجہہ انسان کو دیکھ کر میں بے حد متاثر ہوئی ہوں لیکن آپ شاید تنہائی پسند ہیں کہ علیحدہ کمرے میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے ہیں۔“ ڈاکٹر سائل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے ٹی وی ڈرامے بے حد پسند ہیں۔ میں وہی دیکھتا رہتا ہوں“..... ڈاکٹر کمال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیسے ڈرامے۔ رومانٹک یا غیر رومانٹک“..... ڈاکٹر سائل نے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

”رومانٹک۔ مجھے بچپن سے ہی رومانس پسند ہے“..... ڈاکٹر کمال نے مسکرا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو آپ بھی میری طرح رومانس پسند ہیں۔ ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ باہر سے جس قدر وجہہ اور

جاذب نظر ہیں اتنے ہی اندر سے بھی خوبصورت ہیں۔ پھر تو آپ میرے آئیڈیل ہیں آئیڈیل“..... ڈاکٹر سائل نے مزید کھلتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کمال کا ذہن جیسے خوشبوؤں میں ڈوب سا گیا۔

”آپ خود بھی تو کسی سے کم نہیں ہیں ڈاکٹر سائل۔ آپ کو دیکھ کر آج مجھے احساس ہوا ہے کہ میرا آئیڈیل اگر وجود میں آ جائے تو کیسا نظر آئے۔ بالکل آپ کی طرح“..... ڈاکٹر کمال نے اس بار بڑے رومانٹک لہجے میں کہا اور اٹھ کر ایک طرف موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی۔ اس میں سے شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال کر اس نے مڑ کر اپنی کرسیوں کے سامنے موجود میز پر رکھے اور پھر واپس جا کر اس نے الماری بند کر لی۔ پھر واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ کر اس نے دونوں گلاس اُدھے آدھے شراب سے بھرے اور پھر ایک گلاس اٹھا کر ڈاکٹر سائل کے سامنے رکھ دیا۔ بوتل بند کر کے اس نے دوسرا گلاس اٹھا لیا۔

”آپ کی اس خوبصورت ملاقات کے نام“..... ڈاکٹر کمال نے کہا اور گلاس کو ڈاکٹر سائل کے گلاس سے ٹکرا دیا۔

”آج کے بعد میرے دل میں اپنے آئیڈیل کو پانے کی نرت نہیں رہے گی“..... ڈاکٹر سائل نے بڑے رومانٹک لہجے میں کہا اور گھونٹ بھر لیا۔

”یہی حالت میرے دل کی بھی ہے سائل“..... ڈاکٹر کمال اب

”ہاں۔ ضرور۔ ضرور“..... ڈاکٹر کمال نے اور زیادہ خوش ہوتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے سامنے موجود ریوٹ کنٹرول کے ذریعے ٹی وی آف کر دیا۔ ڈاکٹر سائل نے یکے بعد دیگرے کئی بین پریس کر دیئے اور آخر میں لاؤڈر کا بین بھی پریس کر دیا تو دوسری طرف بیٹے والی تھننی کی آواز واضح طور پر سنائی دینے لگی۔

”لیں“..... ڈاکٹر فلپ کی سنجیدہ اور بارعہ سی آواز سنائی دی۔  
 ”ڈاکٹر سائل بول رہی ہوں سر“..... ڈاکٹر سائل نے بڑے خود بانہ لہجے میں کہا۔

”لیں۔ کوئی خاص بات“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”میں اس وقت ڈاکٹر کمال کے کمرے میں ہوں اور وہیں سے کال کر رہی ہوں۔ ڈاکٹر کمال تو میرے آئیڈیل ہیں اور ان کی آئیڈیل میں ہوں۔ ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اکٹھے رہیں گے اور ڈاکٹر کمال نے حلف دیا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے اس لئے اب آپ قطعی بے فکر ہو جائیں کہ جب تک ایشیائی ایجنٹوں کے حملے کا خطرہ ختم نہیں ہو جاتا اس وقت تک ڈاکٹر کمال لیبارٹری سے باہر نہیں جائیں گے“..... ڈاکٹر سائل نے ڈاکٹر کمال کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو ڈاکٹر کمال نے اس لمحہ سے سر ہلانا شروع کر دیا جیسے بچے کسی پسندیدہ کھلونا ملنے کی بات پر زور و شور سے تائید کرتے ہیں۔

”اوکے۔ میں فیملی پورن کی صفائی کروا دیتا ہوں۔ تم دونوں

اس قدر بے تکلف ہو گیا کہ اس کے نام کے ساتھ ڈاکٹر کہنے بے تکلف بھی ختم کر دیا۔

”اگر آپ کو واپس پاکیشیا جانے کا کہہ دیا جائے تو کیا آپ واقعی چلے جائیں گے“..... شراب پیتے ہوئے اچانک ڈاکٹر سائل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہرگز نہیں۔ پہلے تو شاید چلا جاتا لیکن اب تم سے ملاقات کے بعد ہرگز نہیں جاؤں گا لیکن اگر تم یہاں سے چلی گئی تو پھر میں بھی یہاں نہیں رہوں گا“..... ڈاکٹر کمال نے بڑے جذباتی سے بیٹے میں کہا۔

”بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں تو اب تمہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ جہاں بھی رہیں گے اکٹھے ہی رہیں گے۔ اگر تم اجازت دو تو“..... ڈاکٹر سائل نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں کہا۔

”میں بھی حلف دیتا ہوں کہ تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ ہم اکٹھے رہیں گے۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہے“..... ڈاکٹر کمال کی حالت مسرت کی شدت سے دیکھنے والی ہو رہی تھی۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ ڈاکٹر سائل کے مکمل وجود کو شراب میں ڈال کر نہ جائے۔

”تو میں ڈاکٹر فلپ کو کہہ دوں کہ ہم اب اکٹھے رہیں گے“..... ڈاکٹر سائل نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی میز پر موجود انٹوکس کا رسیور اٹھا لیا۔

اس میں شفت ہو جاؤ..... ڈاکٹر فلپ کی مسرت بھری آواز سننا دی۔  
 ”نہیک ہے ڈاکٹر فلپ“..... ڈاکٹر سائل نے لاڈ بھرے سہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”نہیلی پورشن تو شادی شدہ جوڑوں کے لئے خصوصی طور پر بنائے گئے ہیں۔ تو کیا ہم شادی کر رہے ہیں“..... ڈاکٹر کمال نے بڑے امید افزاء لہجے میں کہا۔

”شادی بھی کر لیں گے ڈیزر۔ ابھی دوستی تو نبھائیں۔ آئیے دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد شادی بھی ہو جائے گی اور مجھے تو اس شادی پر سب سے زیادہ خوشی ہو گی لیکن ابھی نہیں۔ ابھی دوستی۔ خوبصورت دوستی“..... ڈاکٹر سائل نے کہا۔

”نہیک ہے۔ جیسے تم چاہو۔ بس تم خوش رہو“..... ڈاکٹر کمال نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر سائل نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر گلاس اٹھا کر اس میں موجود آخری قطرے بھی طلق میں انڈیل لئے اور پھر اس نے جیسے ہی گلاس رکھا ڈاکٹر کمال نے فوراً دوبارہ گلاس میں شراب انڈیل دی۔

”ارے آج زیادہ نہیں کیونکہ آج تو ہم نے اکٹھے نہیں رہے۔ اس طرح ساری رات خواب دیکھتے ہی گزر جائے گی“..... ڈاکٹر سائل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے گلاس بھی اٹھا لیا۔  
 ”کیا ڈاکٹر فلپ کا خیال تھا کہ میں واپس چلا جاؤں گا جو اس

نے تمہیں کہا ہے“..... ڈاکٹر کمال نے اچانک کہا تو ڈاکٹر سائل بے اختیار ہنس پڑی۔

”جس قدر اہمیت تمہیں کرائس میں دی جا رہی ہے اس قدر اور کسی کو نہیں دی جا رہی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خطرہ منڈلا رہا ہے اور ڈاکٹر فلپ کو خدشہ ہے کہ تم باہر جانے کی ضد کرو گے تو سیکورٹی بھی شاید تمہیں نہ روک سکے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ تم پر پابندی بھی نہ لگائی جائے اور جب تک خطرہ دور نہ ہو تم از خود لیبارٹری سے باہر نہ جاؤ۔ میں نے فائل میں تمہاری تصویر دیکھی تو تم مجھے ہند آ گئے اس لئے میں نے چیلنج قبول کر لیا اور مجھے خوشی ہے کہ تم اس چیلنج میں جیت چکی ہو۔ نہ صرف کرائس کو اعلیٰ پائے کا مائنس دان مل گیا ہے بلکہ سویٹل کو حقیقی سائل بھی مل گئی۔“ ڈاکٹر سائل نے شراب پینے کے ساتھ ساتھ بڑے جذباتی لہجے میں بولتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر کمال کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دابلوں میں اڑتا پھر رہا ہو۔

”پہلے تو شاید ایسی بات ہو سکتی تھی لیکن اب تو ایسی کوئی سوچ ہی پیدا نہیں ہو سکتی کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اب تو ایسا دچکا بھی ناممکن ہے“..... ڈاکٹر کمال نے شراب کا بڑا سا گھونٹ بتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر سائل بے اختیار کلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس نے چہرے پر فاتحانہ تاثرات نمایاں تھے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے کوئی بہت بڑی فتح حاصل کر لی ہو۔

تھا اور پھر جب اس کی کار اس رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی جس کی ایک کونجی میں ریڈ پوائنٹ بنا ہوا تھا تو اس نے کار کی رفتار کم کر لی لیکن اچانک اس کے ذہن میں ایک خدشے نے سر اٹھایا تو وہ نہ صرف چونک پڑا بلکہ اس نے کار کی رفتار مزید آہستہ کر دی اور وہ خدشہ یہ تھا کہ اگر عمران نے کسی طرح ہوش میں آ کر پوزیشن بدل لی ہو جیسا کہ اس کے بارے میں مشہور تھا تو ایسی صورت میں وہ کپے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں جا گرے گا۔ چنانچہ اس خدشہ کے سر اٹھاتے ہی اس نے کار کا رخ موڑا اور اسے ایک ہلکے پارکنگ میں لے جا کر روک دیا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے اس نے سیل فون نکالا اور ریڈ پوائنٹ کا نمبر پرپس کر کے اس نے رابطے کا مٹن پرپس کر دیا۔ وہ چاہتا تو سیل فون پر بارجر کا نمبر بھی پرپس کر سکتا تھا لیکن وہ چاہتا تھا کہ چپک کر سکے کہ بارجر کے ریڈ پوائنٹ کا فون اوکے ہے یا نہیں۔ چند لمحوں بعد رسیور اٹھا لیا گیا۔

”پس۔ بارجر بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے بارجر کی آواز عاتقی دی تو ہنری کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھرتے چلے گئے۔

”ہنری بول رہا ہوں۔ کیا پوزیشن ہے عمران اور اس کے ساتھی کی؟..... ہنری نے اس بار اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”دونوں بے ہوش پڑے ہیں باس اور آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔“

ہنری کی کار خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اسے اپنا دل خوشی سے بھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کے پر لگ جائیں اور وہ اڑتا ہوا ریڈ پوائنٹ پر پہنچ جائے جہاں عمران جیسا ایجنٹ بے ہوش ہو کر بے دست و پا پڑا ہوا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ ریڈ پوائنٹ پر جدید ترین میک اپ واشر موجود ہے جس کی مدد سے وہ عمران کا میک اپ آسانی سے واش کر سکتا ہے اور پھر اس کے ذریعے اس کے ساتھیوں کو ٹریس کر کے ان سب کا خاتمہ کر دے گا اور نتیجہ یہ کہ پوری دنیا میں ہنری کا نام ہو جائے گا کیونکہ پوری دنیا کی تنظیمیں اور ایجنسیاں سب عمران کو ناقابل تغیر سمجھتی تھیں اور آج یہ عمران اس کے ہاتھوں لاش میں تبدیل ہو جائے گا۔

یہ سب سوچتے ہوئے ہنری کی کار دوڑائے آگے بڑھا چلا جا رہا



یہاں مارکر نام کا ایک آدمی طویل عرصہ سے بطور گارڈ کام کرتا تھا لیکن یہ شخص بہر حال مارکر نہیں تھا اور نہ ہی اس کا انداز ملازموں یا گارڈ جیسا تھا اور نہ ہی اس کے جسم پر گارڈز جیسی یونیفارم تھی۔ ہنری کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے جیب میں گیا اور دوسرے لمحے اس نے مشین پستل نکال لیا۔ وہ آدمی سیڑھیاں اتر کر بڑے اطمینان بھرے انداز میں مڑکر پورچ کی طرف آنے لگا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

”آئیے باس۔ بارجر آپ کا اندر انتظار کر رہے ہیں“..... اس آدمی نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔ رک جاؤ“..... ہنری نے یکفخت چیختے ہوئے کہا۔ تو وہ آدمی وہیں رک گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کیا ہوا باس۔ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے؟“..... اس آدمی نے رکتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ کراس کی زبان بول رہا تھا۔

”تم کون ہو۔ وہ گارڈ مارکر کہاں ہے؟“..... ہنری نے چیختے ہوئے کہا۔

”اودہ سوری۔ مجھے اپنا تعارف کرنا چاہئے تھا۔ میرا نام مارشل ہے اور میں بارجر کا ماتحت ہوں۔ گارڈ مارکر کو باس نے بازار بھیجا ہوا ہے اس لئے اس کی ڈیوٹی یہاں میں سرانجام دے رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے بارجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
”میں پہنچ رہا ہوں“..... ہنری نے جواب دیا۔

”لیں باس“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو ہنری نے فون آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا اور کارڈ شارٹ کر کے اس نے پارکنگ سے باہر نکالی اور اس کوٹھی کی طرف بڑھ گیا جسے ریڈ پوائنٹ کے طور پر بنایا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی کے بند گیت کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے تین بار مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو چند لمحوں بعد بڑا پھانک آنوینک انداز میں کھل گیا تو ہنری نے کارڈ موڑی اور اسے اندر پورچ میں لے گیا جہاں ایک بڑی سی جیب کھڑی تھی جس پر اطالی کی مخصوص نمبر پلیٹ موجود تھی۔

”اودہ۔ تو عمران کی جیب بھی ان کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ گنڈ“..... ہنری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کارڈ روک کر اس نے کارڈ کا دروازہ کھولا اور باہر آ کر اس نے کارڈ کا دروازہ لاک کیا اور ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھ کر وہ پھانک کے ساتھ بنے ہوئے گارڈ روم کی طرف دیکھنے لگا کیونکہ بڑا پھانک گارڈ روم سے ہی آپریٹ کیا جاتا تھا اس لئے لازماً گارڈ روم کے اندر گارڈ موجود ہو گا۔ ویسے پھانک اب بند ہو چکا تھا۔ اسی لمحے ہنری نے ایک اجنبی آدمی کو گارڈ روم سے نکل کر سیڑھیاں اترتے دیکھا تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ یہ آدمی ہر لحاظ سے اجنبی تھا۔ اس نے اسے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا جبکہ ریڈ پوائنٹ پر وہ اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔

مارشل نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”چلو عمارت کی طرف۔ آگے چلو اور سنو۔ اگر تم نے کوئی بجز غلط حرکت کی تو میں ایک لمحہ ہچکچائے بغیر تمہیں گولی مار دوں گا۔“  
ہنری نے چیختے ہوئے کہا۔

”یس باس“..... مارشل نے جواب دیا اور مڑ کر عمارت کی طرف بڑھنے لگا جبکہ ہنری بڑے محتاط انداز میں اس کے پیچھے چتا ہوا عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

”برآمدے میں رک جاؤ“..... ہنری نے چیخ کر کہا کیونکہ فاصلہ زیادہ ہو گیا تھا اور اسے خطرہ تھا کہ یہ آدمی اچانک کوئی اونٹ نہ لے لے لیکن وہ آدمی فوراً ہی رک گیا۔

”چلو“..... ہنری نے اس آدمی کے عقب میں پہنچتے ہوئے کہا۔  
”یس باس“..... مارشل نے کہا اور آگے بڑھنے لگا لیکن پھر جیسے بجلی چمکتی ہے اس طرح ہنری نے مارشل کو گھومتے دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا اس کی کپٹی پر اس قدر خوفناک ضرب لگی کہ اس کا ذہن کسرے کے شر کی طرح یکلخت بند ہو گیا۔ پھر جر طرح تاریک بادلوں میں بجلی کی رو چمکتی ہے اس طرح اس نے تاریک ذہن پر بھی روشنی کی لکیر نمودار ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ روشنی پھیلتی چلی گئی اور پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے سر میں شدید درد محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری انداز میں اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کا جسم صرف

کسمسا کر رہ گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی پر جم گئیں۔ وہ یورپی آدمی تھا لیکن اس کے چہرے پر گہرا اطمینان طاری تھا اور وہ خاموش بیٹھا بس اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ہنری نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور دوسرے لمحے اسے ایک طرف پڑا ہوا بارجر نظر آ گیا۔ وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ یا تو وہ ہلاک ہو چکا تھا یا بے ہوش تھا۔

”تمہارا نام ہنری ہے اور تم بارڈر ایجنسی کے سپر ایجنٹ ہو۔“  
سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔  
”ہاں۔ لیکن تم کون ہو؟“..... ہنری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تو تم ابھی تک مجھے نہیں پہچان سکے۔ میں علی عمران ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہوں۔ میرا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے“..... سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا تو ہنری نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”تم تو گیس سے بے ہوش پڑے تھے۔ تمہیں کیسے ہوش آ گیا کہ تم نے بارجر کو بھی ہلاک کر دیا؟“..... ہنری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ویسے اسے اس سوال کا جواب بہت کچھ سوچنے کے باوجود نڈل کا تھا۔

”میں اور میرا ساتھی ہم دونوں سرے سے بے ہوش ہی نہیں ہوئے تھے۔ اس کی وجہ میں تمہیں بتانا ہوں“..... عمران نے کہا اور

پھر اس نے ڈی وائچ پر بارجر اور ہنری کے درمیان ہونے والی فون کال سننے اور تمام پلاننگ سے آگاہ ہونے کے بعد عقبی کمرے کی کھڑکیاں کھولنے، سانس روکنے اور پھر بارجر اور اس کے ساتھی کے کمرے میں داخل ہوتے ہی بے ہوش کر دینے اور پھر انہیں اٹھا کر فائر ڈور کے ذریعے باہر لانے کی تمام تفصیل بتا دی۔ اس کے بعد ہم یہاں پہنچ گئے۔ بارجر کو ہوش میں لا کر اس سے تفصیلی پوچھ گچھ کی اور اس کے بعد بارجر کو ہلاک کر کے میں نے تمہیں کال کیا اور بارجر کی آواز اور لہجے میں بات کی اور تم خود ہی یہاں آنے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہم یہاں تمہارے استقبال کے لئے تیار ہو گئے۔ یہاں کے گارڈ کو بھی ہلاک کر دیا گیا اور بارجر کے ساتھی کو بھی۔ ان دونوں کی لاشیں دوسرے کمرے میں پڑی ہیں۔ تم نے یہاں پہنچ کر کنفریشن کے لئے جو فون کیا تھا وہ بھی میں نے بارجر کی آواز اور لہجے میں انڈ کیا تھا۔..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ میں تمہیں لیبارٹری کے بارے میں اور اس کے محل وقوع کے بارے میں بتاؤں گا تو یہ بات ذہن سے نکال دو کیونکہ ہم جیسے ایجنٹ مر تو سکتے ہیں لیکن اپنے ملک سے غداری نہیں کر سکتے۔..... ہنری نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ میں خود بھی ایسے

نہیں کر سکتا۔ جہاں تک لیبارٹری یا اس کے محل وقوع کا تعلق ہے تو وہ مجھے پہلے سے ہی معلوم ہے۔ میں نے پاکیشیا سے رواںگی سے قبل تمام معلومات اکٹھی کر لی تھیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس وقت پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر کمال لائبریا کی ماؤنٹ لیبارٹری میں موجود ہے اور یہ لیبارٹری ماؤنٹ پلیٹر کہلاتی ہے۔ لائبریا کے شمال میں ایئر فورس کا اڈا ہے اور فوجی چھاؤنی ہے اور اس فوجی چھاؤنی کے آخری گیٹ کے قریب سے اس ماؤنٹ لیبارٹری کا راستہ جاتا ہے جو ایک وادی میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ وہاں لیبارٹری کی سیکورٹی ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ بارجر مجھے بتا چکا ہے کہ پہلے تم اور تمہارا ساتھی گیری دونوں وہاں سیکورٹی انچارج تھے لیکن جولیئن کی ہلاکت کے بعد تم میرے خلاف کام کرنے کے لئے وہاں سے آ گئے جبکہ گیری اب بھی وہیں موجود ہے۔..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو ہنری کا ذہن حیرت کی شدت سے پھٹنے کے قریب ہو گیا۔

”پھر تم بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔..... ہنری نے کہا۔

”ہمیں تمہاری ہارڈ ایجنسی یا لیبارٹری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم صرف اپنا سائنس دان چاہتے ہیں جسے تم اور گیری پاکیشیا سے اغوا کر لائے تھے۔ وہ ہمیں واپس کر دو تو ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے۔..... عمران نے کہا۔

”تمہیں غلط اطلاع دی گئی ہے کہ ہم ڈاکٹر کمال کو اغوا کر کے

لائے ہیں۔ وہ باقاعدہ جینکج لے کر اپنی مرضی سے کرائس آئے ہیں..... ہنری نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میری ان سے بات کرا دو۔ اگر وہ نہیں جانتے تو ہم واپس چلے جائیں گے“..... عمران نے کہا۔

”میرا تو ان سے کوئی رابطہ نہیں ہے“..... ہنری نے جواب دیا۔  
 ”تمہارے چیف گریگ کا تو ہو گا۔ تم گریگ سے کہو“..... عمران نے کہا۔

”سوری۔ میں چیف کو تو نہیں بتا سکتا کہ مجھے اس طرح مجبور دیا گیا ہے“..... ہنری نے جواب دیا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔  
 ”تم نے اب تک گانٹھ کھولنے کی پوری کوشش کر لی ہے۔ میں

تمہارے بازوؤں کی حرکت کو بخوبی دیکھ رہا ہوں لیکن تم ناکام رہے ہو اور ناکام ہی رہو گے۔ ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے تو یہاں تمہاری موت کس طرح ہو سکتی ہے تم اس کا تصور اچھی طرح کر سکتے ہو۔ تم چاہو تو اپنی جان بچا سکتے ہو ورنہ تم بھوک پیاس سے ایذاں رگڑ رگڑ کر یہاں مر جاؤ گے۔ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔

میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے ابھی تمہارے ساتھی گیز اور اس کے آدمیوں کے ساتھ الجھنا پڑے گا۔ پھر ڈاکٹر کمال بچے واپس جائے گا اور تمہاری لیبارٹری بھی تباہ ہو گی اور تمہارے ٹاپ سائنس دان بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ پہلے ہارڈ ایجنسی کی پابلیٹ جولیٹن ہلاک ہوئی ہے اب تم ہو گے اور پھر تمہارے بعد

گیری اور مجھے معلوم ہے کہ تم تینوں ہارڈ ایجنسی کی ریڈز کی ہڈر ہو۔ تمہارے بغیر ہارڈ ایجنسی ہارڈ نہیں بلکہ فوم سے بھی زیادہ نرم اور سافٹ ہو جائے گی اور ہارڈ کی بجائے سافٹ ایجنسی۔ بولو۔ قبول ہے تمہیں اپنی ایجنسی کے لئے یہ نام..... عمران نے کہا تو ہنری کا ذہن بے اختیار گھومنے لگا۔ اس نے اب تک واقعی گانٹھ کھولنے کی بے حد کوشش کی تھی لیکن یہ گانٹھ اس انداز میں ڈالی گئی تھی کہ باوجود پوری کوشش کے وہ اسے کھول ہی نہ سکا تھا اور بغیر اسے کھولے وہ کسی صورت بھی مزید جدوجہد نہیں کر سکتا تھا اور پھر اچانک اسے ایک خیال آیا تو وہ چونک پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ میری چیف سے بات کراؤ“..... ہنری نے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم جس خیال پر چونکے ہو وہ میں تمہیں پہلے بتا دوں کہ تم گریگ کو اپنے مخصوص کوڈ میں اشارہ دے دو گے اور وہ ٹیم یہاں بھجوا کر ہمیں ہلاک کرا دے گا اور تم رہا ہو جاؤ گے۔ تم یہ بات ذہن سے نکال دو کیونکہ ایسے کوڈ اشاروں سے ہم بھی اتنے ہی واقف ہیں جتنے تم ہو۔ میرا تمہارے ساتھ نرم رویہ اس لئے ہے کہ تم بھی میری طرح ایجنٹ ہو۔ تم اپنے ملک کے لئے کام کر رہے ہو جبکہ ہم اپنے ملک کے لئے لیکن تم نے فاول کھیلا تو پھر معاملات یکسر پلٹ بھی سکتے ہیں اور ہاں۔ یہ بھی سن لو کہ مجھے تمہارے چیف کا نمبر بھی معلوم ہے“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی

اس نے رسیور اٹھا کر خود ہی فہر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔  
 ہنری کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ یہ کس قسم کا انسان ہے جسے ہر بات  
 کا پہلے ہاتھ مڑتا ہے۔ عمران نے شاید آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی  
 پریس کر دیا تھا کیونکہ دوسری طرف بچنے والی ٹکنی کی آواز واضح  
 طور پر سنائی دینے لگی تھی اور پھر رسیور اٹھ اٹھا گیا۔

”نئیں ہیڈ کوارٹر..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی  
 اور ہنری کچھ یہ کہ چیف کی فون میکرری بول رہی ہے۔“

”میں صی عمران ایم بٹری۔ ڈی ایس سی (آکسن) فرام  
 پاکیشیا بول رہا ہوں۔ چیف ٹریگ سے بات کراؤ ورنہ چیف کے دو  
 بہترین سپرائیٹ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔“ عمران  
 نے کہا تو ہنری نے بے اختیار ہونٹ میچھنے لگے۔

”ہولڈ کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”نئیں۔ گریگ بوسا رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد ایک مردانہ  
 آواز سنائی دی۔

”آپ ہارڈ ایجنسی کے چیف ہیں۔ مجھے مضموم ہے کہ آپ کی  
 ایجنسی کی ہارڈ نئیں تین سوشل ایجنٹوں کے سر پر ہے۔ ان میں سے  
 ایک ایجنٹ جرنلین تو بڈک ہو چکی ہے۔ باقی ہنری اور گیری رہ گئے  
 ہیں۔ ہنری اس وقت میرے سامنے موجود ہے۔ میں اس کی بات  
 آپ سے ابھی کراتا ہوں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنا  
 ہارڈ ایجنسی، نیہارری اور اپنے سائنس دانوں کو بچانے کے لئے

میں سے سائنس دان ڈاکٹر کمال حسین کو واپس کر دیں ورنہ دوسری  
 صورت میں نہ آپ کی ایجنسی ہارڈ رہے گی نہ ہارڈٹ لیبارٹری اور  
 نہ ہی وہاں موجود سائنس دان جبکہ اپنے سائنس دان کو تو ہم ہر  
 صورت میں واپس لے جائیں گے۔“ عمران نے تیز تیز لہجے میں  
 کہا۔

”ممنوع عمران۔ ایک بات اپنے ذہن سے نکال دو کہ ڈاکٹر کمال  
 حسین کو ہم زبردستی لے آئے ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے آئے ہیں۔  
 دوسری بات یہ کہ ہمارا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ تیسری بات یہ  
 کہ میرے پاس ان کا فون نمبر بھی نہیں ہے۔“ گریگ نے جواب  
 دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کا ایجنٹ گیری وہاں سیکورٹی پر موجود ہے اور آپ کہہ  
 رہے ہیں کہ آپ کے پاس ان کا نمبر نہیں ہے۔ آخری بار کہہ رہا  
 ہوں کہ اگر آپ اپنی ایجنسی، لیبارٹری اور سائنس دانوں کو بچنا  
 چاہتے ہیں تو پاکیشیائی سائنس دان کو یہاں پاکیشیائی سفارت خانے  
 پہنچ دیں ورنہ پھر آپ پاکیشیا سے کوئی شکایت نکل کر نکلس گئے۔“  
 عمران نے کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں۔ ہنری بات پر یقین کرو۔ ایک منٹ  
 فون میں فون نمبر معلوم کر کے آپ کی بات کرانے کی کوشش کرتا  
 ہوں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا لیکن عمران اس کے سچے سے  
 برا کچھ گیا کہ وہ اب صرف وقت لینے کے چکر میں ہے۔ یقیناً وہ

کراٹا چاہتا ہو گا اس لئے عمران نے کچھ کہے بغیر رسیور  
 نہ اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بیب سے مشین پائل لیا۔  
 ”سوری بہری۔ تمہارے چیف کو تباہی زندگی سے کوئی دلچسپی  
 نہیں ہے اور تم نے پائیشیائی سائنس دان اغوا کیا ہے اس لئے  
 تمہاری سزا موت ہے۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”مہر۔ مہر۔ میری بات سنو“..... بہری نے اتر بھرے لہجے میں  
 کہا لیکن عمران نے ٹریڈر دبا دیا اور بہری کو یوں محسوس ہوا جیسے گرم  
 سلاخیں اس کے جسم میں ترقی جاری ہوں اور اس کے ساتھ ہی  
 اس کے ذہن پر سیاہ رنگ کی چور پھیلتی چلی گئی اور اس کا سانس  
 اس کے حلق میں کسی بھاری پتھر کی طرح اکٹھ گیا تھا۔

ہزارہ انجنیسی کا چیف ایک منٹ، ایک منٹ میری بات سنو ہی کہتا  
 رہتا لیکن دوسری طرف سے رسیور دھڑکیا تو گریگ نے ہونٹ  
 چاتے ہوئے رسیور کو گریڈل پر فٹخ دیا۔ اسے عمران نے فون کر  
 کے ہنگامیاں دی تھیں کہ بہری اس کے سامنے موجود ہے جبکہ جوشین  
 کو پھسے ہی وہ ہلاک کر چکا ہے۔ اگر اسے پائیشیائی سائنس دان  
 وائٹس نہ کیا گیا تو وہ ہارڈ انجنیسی کے باقی ماندہ سوشل انجنیسی،  
 لیڈر ٹری اور وہاں موجود سب سائنس دانوں کو ہلاک کر دے گا۔  
 گریگ نے اس سے بات چیت کرتے ہوئے وقت لینے کی کوشش  
 کی تھی کیونکہ وہ فون میڈر ٹری کو سنل کر چکا تھا کہ وہ اس جگہ کے  
 ورے میں معلوم کرے جہاں سے عمران فون کر رہا ہے تاکہ اسے  
 ہاتھوں میں لگا کر اس پر ریڈ کر دیا جائے لیکن عمران شاید گریگ کی  
 فوری سے بھی زیادہ ہوشیار ثابت ہوا تھا کہ اس نے فوری رابطہ ختم

سے بات کریں“..... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو“..... گریگ نے کہا۔

”ولیم بول رہا ہوں چیف۔ جناب ہنری آفس سے ان کا اسٹنٹ۔ حکم فرمائیں“..... دوسری طرف سے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”ہنری کہاں گیا ہے“..... چیف نے پوچھا۔

”وہ یہاں سے ریڈ پوائنٹ پر جانے کا کہہ کر گئے ہیں۔ کافی دیر ہوگئی ہے لیکن نہ وہ واپس آئے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی فون آیا ہے“..... ولیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے وہاں فون کیا ہے“..... گریگ نے پوچھا۔

”یس سر۔ دس منٹ پہلے کیا تھا لیکن کوئی فون انڈی ہی نہیں کر

رہا اس لئے خاموش ہو گیا“..... ولیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم خود فوراً وہاں پہنچو اور وہاں جو صورت حال بھی ہو وہاں

سے فون پر مجھے بتاؤ۔ فوراً جاؤ بغیر ایک لمحہ ضائع کئے۔ سنا تم نے۔“

گریگ نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ یس سر“..... دوسری طرف سے قدرے بوکھلائے

ہوئے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو

گریگ نے رسیور رکھ دیا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا

تو اس نے رسیور اٹھایا اور پہلے فون سیٹ کے نیچے لگے ہوئے بٹن

کر دیا۔ اسے ہنری کے بارے میں بے حد پریشانی تھی۔ گو اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہنری جیسا انتہائی مجھا ہوا اور ہوشیار ایجنٹ اس طرح بے بس ہو کر عمران کے قابو میں آ سکتا ہے لیکن بہر حال وہ اس بارے میں یقین دہانی چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ ہنری کے آفس فون کرے لیکن اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو گریگ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”میں“..... گریگ نے تیز لہجے میں کہا۔

”چیف۔ یہ عمران ریڈ پوائنٹ کے فون سے کال کر رہا تھا۔ یہ نمبر ہمارے پاس موجود ہے“..... فون سیکرٹری نے کہا۔

”ریڈ پوائنٹ۔ کیا مطلب۔ یہ ریڈ پوائنٹ تو ہارڈ ایجنسی کا پوائنٹ ہے“..... گریگ نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا چیف۔ اس لئے تو ہمیں یہ نمبر دیا گیا ہے۔“

فون سیکرٹری نے جواب دیا۔

”ہنری کے آفس فون کرو اور اگر وہاں ہنری موجود ہو تو میری

اس سے بات کراؤ۔ اگر موجود نہ ہو تو ہنری کے بعد وہاں جو

انچارج ہو اس سے میری بات کراؤ۔ جلدی“..... گریگ نے تیز

لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی ایک بار

پھر بج اٹھی۔

”یس“..... گریگ نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”ہنری آفس میں موجود نہیں ہے۔ ان کے آفس انچارج ولیم

”..... گریگ نے گول مول انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔  
 ”ڈاکٹر کمال کا میں نے ایسا بندوبست کر دیا ہے کہ وہ اب کسی  
 ورت بھی واپس جانے کا نام نہیں لے گا“..... دوسری طرف سے  
 تے ہوئے کہا گیا تو گریگ بے اختیار چونک پڑا۔  
 ”وہ کیسے کیا مطلب“..... گریگ نے حیرت بھرے لہجے میں  
 با۔

”ڈاکٹر کمال یہاں بیزار سا ہونے لگا تھا۔ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا  
 ۔ ڈاکٹر کمال کہیں فرار ہونے کی کوشش کرتے ہوئے سیکورٹی کے  
 فہوں ہلاک نہ ہو جائے اس لئے میں نے اس کی فطرت کا تجزیہ  
 یا۔ وہ رومانس پسند آدمی ہے۔ میں نے اس سے اس معاملے پر  
 مکتب کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ اگر کوئی خوبصورت اور نوجوان  
 ورت کو ڈاکٹر کمال کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو ڈاکٹر کمال واپس  
 آنے کا نام ہی نہیں لے گا اس لئے میں نے ایک لیبارٹری سے  
 یب نوجوان اور خوبصورت عورت سائنس دان کو اپنی لیبارٹری میں  
 آیا اور اسے ڈاکٹر کمال کو کنٹرول کرنے کا ٹاسک دے دیا جو اس  
 نے نہ صرف قبول کر لیا بلکہ اس پر اس انداز میں عمل کیا کہ اب  
 اکثر کمال اس خاتون ڈاکٹر سائل کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر  
 سکتا اور اس کے بعد اس کی کارکردگی میں بھی نکھار آ گیا ہے۔ اب  
 وہ فارمولے کے کام میں گہری دلچسپی لینے لگ گیا ہے۔ باقی رہے  
 کیشیائی ایجنس تو ان سے نمٹنا آپ کا کام ہے۔ حکومت ایجنسیاں

کو پریس کر کے فون کو ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس  
 کرنے شروع کر دیئے۔ اسے اچانک وہ نمبر یاد آ گیا تھا جو اسے  
 خود ڈاکٹر فلپ نے دیا تھا۔

”لیس۔ ماؤنٹ لیبارٹری“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری  
 طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”میں ہارڈ ایجنسی کا چیف گریگ بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر فلپ  
 سے بات کرائیں“..... گریگ نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور لائن پر خاموشی  
 طاری ہو گئی۔

”لیس۔ ڈاکٹر فلپ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ  
 آواز سنائی دی۔ لہجے میں ہلکی سی کپکپاہٹ بتا رہی تھی کہ ڈاکٹر فلپ  
 خاصا عمر رسیدہ آدمی ہے۔

”ڈاکٹر فلپ۔ چیف آف ہارڈ ایجنسی گریگ بول رہا ہوں۔“  
 گریگ نے کہا۔

”فرمائیے۔ کیسے یاد کیا ہے“..... ڈاکٹر فلپ نے جواب دیتے  
 ہوئے کہا۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس اپنے سائنس دان ڈاکٹر کمال کو واپس  
 لے جانے کے لئے یہاں پہنچ چکی ہے اور اس کے تیز ایکشن کی  
 وجہ سے ہارڈ ایجنسی کو خاصا نقصان پہنچ رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ  
 ڈاکٹر کمال ان کے ساتھ واپس جانے کے لئے خود ہی تیار ہو



بناتی ہی اس لئے ہے کہ ایسے خطرناک لوگوں کو روکا جاسکے اور ختم کیا جاسکے..... ڈاکٹر فلپ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ شکریہ.....“ گریگ نے جواب دیا اور رسیور رکھ دیا۔ ظاہر ہے ڈاکٹر فلپ کی باتوں کا وہ کیا جواب دیتا۔ اسے کس طرح بتاتا کہ یہ عمران اور اس کے ساتھی آخر کیسے ایجنٹ ہیں کہ فتح آخر کار ان کا ہی مقدر کیوں بنتی ہے اس لئے سوائے رسیور رکھنے کے اس کے پاس اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھ کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیس.....“ گریگ نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”ریڈ پوائنٹ سے ولیم کی کال ہے سر.....“ دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”کراؤ بات.....“ گریگ نے ہونٹ بھیچتے ہوئے کہا کیونکہ ولیم کے بات کرنے پر ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ ہنری یقیناً ہلاک ہو چکا ہے ورنہ وہ خود کال کرتا۔

”چیف۔ میں ولیم بول رہا ہوں ریڈ پوائنٹ سے.....“ ولیم کی متوحش آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کیا ہوا ہے وہاں.....“ گریگ نے پوچھا۔

”چیف۔ یہاں قتل عام کیا گیا ہے۔ باس ہنری کو ایک کرسی پر بٹھا کر رسی سے باندھا گیا ہے اور پھر ان کے سینے کو گولیاں مار کر ہٹائی کر دیا گیا ہے۔ اسی کمرے میں اس کے خاص آدمی بارجر کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ ایک اور کمرے میں دو لاشیں اور پڑی ہوئی ہیں۔ باس ہنری کی کار پورچ میں کھڑی ہے۔ اس کے علاوہ باس اور کوئی نہیں ہے.....“ ولیم نے تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مجھے پہلے ہی خدشہ تھا۔ تم اب ان سب کی لاشوں کو اٹھا کر ٹرکوارٹر لے آؤ تاکہ ان کو ان کے درتاء تک پہنچایا جائے۔“

گریگ نے تیز لہجے میں کہا۔

”ہیس.....“ دوسری طرف سے کہا گیا تو گریگ نے ٹریڈل دبا کر چھوڑ دیا اور پھر تین بار جلدی جلدی پریس کیا تو ہنری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”میری سے بات کراؤ.....“ گریگ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی دکھ اور پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ پہلے جولین کی موت نے اور اب ہنری کی موت نے اسے شدید ہچکے پہنچائے تھے اور اب وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ اس عمران کے ساتھیوں سے کس طرح نمٹا جائے۔ اسے میری کے کمرے میں بھی خدشہ تھا کیونکہ میری جذباتی نوجوان تھا۔ اگر ہنری جیسا سنجیدہ اور منجھا ہوا ایجنٹ عمران کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے تو

گریگ نے ایک طرح سے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چیف۔ آپ بے فکر رہیں۔ گیری ان سے ایسا انتقام لے گا کہ ان کی نسلیں بھی ان کے عبرتناک انجام پر ہمیشہ روتی رہیں گی۔“ گیری نے تیز لہجے میں کہا۔

”سنو۔ سیکرٹری سائنس سر ہائمن تمہارے اٹکل ہیں۔ تم ان سے کہو کہ اس پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر کمال کو واپس کر دو کیونکہ تم انتقام کی بات کر رہے ہو اور مجھے شدید خطرہ ہے کہ تم بھی ان کے ہاتھوں مارے جا سکتے ہو۔“ گیری نے آخر کار وہ بات کر دی جو دراصل وہ کرنا چاہتا تھا۔

”نہیں چیف۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ اٹکل ایسے معاملات میں انتہائی اصول پسند ہیں۔ وہ مجھے تو قربان کرا سکتے ہیں لیکن کرائس کی عزت و آبرو پر حرف لانے پر کبھی تیار نہیں ہوں گے اور آپ کا خدشہ بجا لیکن میں آپ کے سامنے ایک بار پھر وعدہ کر رہا ہوں کہ میں نے یہاں ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ کوئی کبھی بھی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ یہ لوگ لازماً اب لیبارٹری پر ریڈ کریں گے۔ ویسے فوجی چھاؤنی کے آخری گیٹ کے قریب بھی میرے آدمی موجود ہیں جو کسی بھی کار یا جیپ یا پیدل چلنے والے کسی بھی آدمی کے بارے میں مجھے پیشگی اطلاع کر دیں گے۔ اس کے بعد آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے پرزے اڑا دیئے جائیں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔ اب جولین اور خصوصاً ہنری کا انتقام میں

گیری کیسے بچ سکتا ہے یا عمران اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کرنا ہے اور گیری کی موت کے بعد اسے بھی یقیناً ہارڈ ایجنسی کو چھوڑ پڑے گا کیونکہ جولین، ہنری اور گیری جیسے ایجنٹ آسانی سے نیپہ بن جایا کرتے۔ ابھی وہ بیٹھا یہ سب سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی: انہی تو گریگ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔“ گیریگ نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہو۔

کہا۔

”گیری لائن پر ہے چیف۔“ فون سیکرٹری کی آواز سنائی دینے لگی۔

”گیری بول رہا ہوں چیف۔“ دوسری طرف سے گیری: آواز سنائی دی۔

”ایک بہت بری خبر ہے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے رپا پوائنٹ پر ہنری اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔“ گیری نے کہا۔

”ہنری۔ ہنری۔ چیف۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نہیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔“ گیری نے دھیان سے لہجے میں رک رک کر کہا۔

”یہ ناممکن اب ممکن ہو چکا ہے۔ پہلے جولین کو ہلاک کیا گیا۔ اب ہنری کو۔ ان لوگوں نے ہارڈ ایجنسی کا ہی خاتمہ کر دیا ہے اب ایجنسی میں سیشل ایجنٹ تم ہی رہ گئے ہو۔ میں تمہیں ضائع نہ کرنا چاہتا لیکن کیا کروں۔ ہم بری طرح پھنس کر رہ گئے ہیں۔“

عمران اور اس کے ساتھیوں سے لوں گا اور ایسا لوں گا کہ ان کی روئیں صدیوں تک تڑپتی رہیں گی۔ آپ نے اچھا کیا کہ بتا دیا۔“  
 گیری نے بڑے جذباتی لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔ دس یوگڈ لک“..... گریگ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کر سکتا تھا اس لئے ایک لحاظ سے اس نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور اسے ہلکی سی امید ضرور تھی کہ گیری جس پوزیشن میں بھی ہو اس میں وہ عمران اور اس کے ساتھیوں پر یقیناً حاوی رہے گا کیونکہ طویل ویران اور سنسان علاقے کو کراس کر کے یہ لوگ لیبارٹری تک پہنچ سکتے ہیں اس لئے وہ انتہائی آسانی سے چاروں طرف سے کسی بھی حملے کا شکار ہو سکتے تھے اور یہی ایک لحاظ سے اس کی آخری امید تھی۔

”عمران پھر صبح سے غائب ہے۔ اب دوپہر ہونے والی ہے نہ وہ واپس ہی نہیں آیا“..... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔  
 ”وہ ہمیں بوجھ سمجھتا ہے اس لئے جان بوجھ کر علیحدہ ہو کر کام کا شروع کر دیتا ہے“..... تنویر نے فوراً ہی جولیا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ سوائے عمران کے باقی ساتھی لائبریریا شہر کی ایک مضافاتی فونی کی ایک کونٹری میں موجود تھے۔ ریڈ پوائنٹ سے نکل کر عمران جو نقشے میں پہلے ہی اس کا فونی کے بارے میں چیک کر چکا تھا اس پہنچ گیا اور پھر یہاں ایک خالی کونٹری تلاش کر کے اس پر موجود ڈپر لکھے ہوئے پراپرٹی ڈیلر کے فون نمبر پر سیل فون سے کال کیا۔ وہ فوراً کونٹری کرائے پر دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ پھر ڈیلر کا فنی کونٹری پر پہنچا اور عمران نے اسے ایک ماہ کا کرایہ ایڈوانس دے کر اس سے رسید لے لی اور طے ہوا کہ وہ دو روز بعد ڈیلر کے

آفس آ کر وہاں کرایہ نامہ تحریر کر کے اس پر دستخط کریں۔ جب عمران اور اس کے ساتھی خالی کونٹی میں داخل ہوئے تھے تو وقت کونٹی کا چوکیدار مارکیٹ گیا ہوا تھا اور جب وہ واپس آیا تو وقت ڈیڑھ کا آدمی بھی کونٹی پہنچا ہوا تھا۔ عمران نے چوکیدار جسے نام کرس تھا، کو ایک بڑا نوٹ انعام میں دیا تو وہ بے حد خوش ہوا اس کے بعد عمران نے فون پر باری باری اپنے ساتھیوں کو کال کے اس کونٹی کا ایڈریس بتا کر انہیں یہاں پہنچنے کے لئے کہا اور وہ گردلوں کی صورت میں وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے پہنچ گئے تھے۔ رات کو عمران کے کہنے پر انہوں نے خود چوکیداری کی تھی کیونکہ انہیں ہارڈ ایجنسی کی طرف سے خطرہ جولا اور صالحہ کے علاوہ عمران، صفدر، تنویر اور کیپٹن کھیل نے باری ڈیوٹی دی اور پھر صبح کو چوکیدار کو بھیج کر مارکیٹ سے منگوا دیا گیا اور تاشہ کرنے کے بعد عمران پیدل ہی کونٹی سے باہر گیا اور اب دوپہر ہو چکی تھی لیکن اس کی واپسی نہ ہوئی تھی جبکہ دوران وہ سب دو بار چائے پی چکے تھے۔

”عمران صاحب لیبارٹری کے بارے میں حتمی معلومات حاصل کرنے گئے ہوں گے“..... کیپٹن کھیل نے کہا۔

”اسے پہلے سے سب کچھ معلوم ہو گا۔ وہ ایسا ہی آدمی ہے تنویر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی انہیں کا تیل کی آواز سنائی دی۔

”میرا خیال ہے کہ عمران صاحب آ گئے ہیں“..... صفدر نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”ارے واہ۔ اس کا مطلب ہے کہ خطبہ نکاح صفدر نے یاد کر لیا ہے اور تنویر بھی چھوہاروں کی بوری لے آیا ہو گا“..... دروازہ کھول کر عمران نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہیں سوائے بکواس کرنے کے اور آتا ہی کیا ہے۔ کہاں غائب تھے صبح سے“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن صالحہ سمیت سب اس کے لہجے اور انداز سے ہی سمجھ گئے کہ یہ غصہ بناوٹی ہے۔

”میں تمہیں چھوہارہ بنا سکتا ہوں سمجھے۔ اس لئے سوچ سمجھ کر بولا کرو“..... تنویر نے حقیقی طور پر غصیلے لہجے میں کہا تو عمران سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”عمران صاحب۔ لیبارٹری کے بارے میں تو آپ کو معلوم ہی تھا۔ پھر آپ صبح سے اب تک کئی گھنٹے کیا کرتے رہے ہیں“..... صفدر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو سب چونک کر عمران کی طرف اس طرح دیکھنے لگے جیسے وہ کسی شعبہ باز کی طرح اپنی مٹھی میں سے پھڑپھڑاتا ہوا بکوس نکال دے گا۔

”ہارڈ ایجنسی کے دو سیشن ایجنٹ ہمارے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں جبکہ ایک گیری رہ گیا ہے اور یہ گیری ایسے سپاٹ پر موجود ہے

”اگر ایسی ریز ایجاد ہو جائیں تو سب رانجھے اپنی اپنی ہیر کو اٹھا کر لے جائیں اور بے چارے تنویر۔ اودہ سوری۔ کیدو سر پیٹتے رہ جائیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ نے کیوں یہ کہا ہے کہ سلیمانی ٹوپیاں مل گئی ہیں“..... صالحہ نے باقاعدہ جھگڑے کے سے انداز میں کہا۔

”ایک ایسے راستے کی نشاندہی ہو گئی ہے جس سے ہم لیبارٹری پہنچ جائیں گے اور لیبارٹری سے باہر موجود گیری اور اس کے ساتھی باہر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں گے تو یہ راستہ سلیمانی ٹوپیاں کے مترادف ہی ہوا تا“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صالحہ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”عمران صاحب۔ ایسا کون سا راستہ ہو سکتا ہے“..... صفدر نے کہا۔

”راستہ تو ہمیں خود بنانا پڑے گا۔ البتہ جو کچھ معلومات ملی ہیں وہ بے حد حوصلہ افزا ہیں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں تاکہ تمہارا تجسس دور ہو سکے لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ میری عدم موجودگی میں کتنی بار چائے پی چکے ہو“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”دو بار عمران صاحب“..... صفدر نے کہا۔

”چلو مجھ غریب کو ایک بار ہی پلا دو“..... عمران نے بے چارگی بھرے لہجے میں کہا۔

”ایسی شکلیں نہ بنایا کرو۔ میں لا دیتی ہوں چائے“..... جولیا

کہ ہم کسی صورت بھی اس سے بچ کر لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکتے۔ گیری چونکہ پیشل ایجنٹ ہے اور انتہائی تربیت یافتہ بھی ہے اس لئے بغیر سلیمانی ٹوپیاں پہنے وہاں جانا صریحاً خودکشی کے مترادف ہے اور میں وہی سلیمانی ٹوپیاں تلاش کرنے گیا تھا“..... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سلیمانی ٹوپیاں۔ کیا مطلب“..... صالحہ نے چونک کر کہا۔

”ایسی ٹوپیاں جنہیں پہن کر آدمی غائب ہو جاتا ہے اور موجود ہونے کے باوجود کسی کو نظر نہیں آتا اور جب ہم گیری کو نظر ہی نہیں آئیں گے تو وہ ہمیں مارے گا کیسے“..... عمران نے مزے لے لے کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر مل گئی ٹوپیاں“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیوں نہ ملتیں۔ میں نے دکاندار سے کہا کہ جولیا کے ہاں جانے والے باراتیوں کو پہنانی ہیں تاکہ تنویر بس دیکھتا ہی رہ جائے اور برف کی شہزادی کو ڈھمپ کا شہزادہ اڑا کر لے جائے۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم پھر پٹوئی سے اتر رہے ہو۔ ٹانسس۔ تم سیدھی بات نہیں کر سکتے“..... جولیا نے ایک بار پھر مصنوعی غصے سے کہا تو تنویر نے جو شاید کچھ کہنے کے لئے منہ کھول رہا تھا دوبارہ منہ بند کر لیا۔

”عمران صاحب۔ کیا یہ کوئی آلہ ہے جسے آپ سلیمانی ٹوپیاں کہہ رہے ہیں۔ کیا واقعی ایسا ممکن ہے“..... صالحہ نے کہا۔

لے اچھے لگتے تھے۔ شاید یہ اس کا لاشعوری رد عمل تھا۔

”اب آپ چائے کی چسکیاں بھی لیتے رہیں اور راستے کے  
سے میں بھی بتاتے رہیں“..... صفدر نے ایک بار پھر کہا۔

”آخر تمہیں اتنی کیا جلدی ہے صفدر“..... جولیا نے حیرت  
بے لہجے میں کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ چائے پینے کے بعد عمران صاحب نے  
مختصر الفاظ میں بتانا ہے کہ ہم سوچتے رہ جائیں گے اس لئے  
چاہتا ہوں کہ چائے کے دوران یہ کچھ تفصیل بتانے پر مجبور ہو  
میں گے“..... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ نقشہ کہاں ہے جو ہم نے ریڈ پوائنٹ جاتے ہوئے خریدا  
..... عمران نے کہا۔

”میرے پاس ہے“..... صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس  
کوٹ کی اندرونی جیب سے تہہ شدہ نقشہ نکالا اور اسے کھول کر  
میان میز پر رکھ دیا۔ عمران نے چائے کا گھونٹ لے کر پیالی ایک  
ف رکھی اور نقشے پر جھک گیا۔

”یہ دیکھو۔ یہ ہے فوجی چھاؤنی اور یہاں سے اس کا آخری  
بٹ جس کے قریب سے لیبارٹری کو راستہ جاتا ہے۔ یہ راستہ جو  
وادی میں جا کر ختم ہو جاتا ہے چاروں طرف اونچے اور  
اقل عبور پہاڑ ہیں۔ ان پر ایئر فورس کا اڈا بھی ہے اور گیری نے  
نا یقیناً انتظامات کر رکھے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راستے

نے ایک جھکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”جولیا تم بیٹھو۔ میں لے آتی ہوں چائے“..... صالحہ نے کہا  
اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

”عمران صاحب۔ مختصر طور پر بتا دیں۔ بے شک تفصیل چائے  
پینے کے بعد بتا دینا“..... صفدر نے کہا۔

”تمہاری بے چینی کو میں سمجھتا ہوں لیکن پہلے مجھے چائے پینے  
دو۔ پیدل چل چل کر میرا جسم کچے ہوئے پھوڑے کی طرح دکھ رہا  
ہے“..... عمران نے کہا۔

”ہاں صفدر۔ کچھ تو خیال کیا کرو اور تم پیدل کیوں چلتے رہے  
ہو۔ کیا یہاں شہر میں نیکیاں نہیں ہیں“..... جولیا نے پہلے صفدر اور  
پھر عمران سے مخاطب ہو کر بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

”ارے۔ مجھے ملتا ہی کیا ہے۔ ایک چھوٹا سا چیک جو آغا  
سلیمان پاشا شاید کسی فقیر کو دے دیتا ہو گا اور یہ چیک بھی اس  
وقت ملتا ہے جب کوئی مشن مکمل ہو۔ اب میں نیکیسی کا کرایہ کہاں  
سے لے آؤں“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر اس  
سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی دروازہ کھلا اور صالحہ ایک ٹرے  
اٹھائے اندر داخل ہوئی۔

”واہ۔ ایسی کام کی چھوٹی بہن قسمت والوں کو ہی ملتی ہے۔“  
عمران نے کہا تو صالحہ بے اختیار مسکرا دی جبکہ جولیا کا چہرہ کسی  
پھول کی طرح کھل اٹھا۔ اسے صالحہ کے لئے چھوٹی بہن کے الفاظ

کے ارد گرد پہاڑوں پر بھی اس کے آدمی چٹانوں کے پیچھے ہوتے ہوں اور ہماری جیپ جب لیبارٹری جانے کے لئے یہاں نہ گزرے گی تو نہ صرف آسانی سے مارک ہو جائے گی بلکہ اس میزائل سے اڑایا بھی جاسکتا ہے۔ اس وادی میں سیکورٹی سیٹ ہے جس کا انچارج ہارڈ ایجنسی کا گیری ہے۔ اس وادی سے گزرتے ہم زیر زمین لیبارٹری میں داخل ہو سکتے ہیں اگر اندر سے راستہ کھوجائے۔ اب بتاؤ کیا کیا جائے؟..... عمران نے کہا۔

”اس صورت حال میں تو واقعی سلیمانی ٹوپوں کی ضرورت ہے“ سمندر نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”اس نے واقعی سلیمانی ٹوپوں کا بندوبست کر لیا ہوگا“..... تو نے کہا تو ایک بار پھر سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”عمران صاحب پلیز“..... سمندر نے منت بھرے لہجے میں آتو عمران اس کے اس انداز پر بے اختیار ہنس پڑا۔

”میں صبح سے اس چکر میں لائبریا میں بھاگ دوڑ کرتا ہوں۔ پھر مجھے میرے مطلب کی ایک اطلاع مل گئی۔ پھر میں اس اطلاع کو کفر میں کیا اور تب مطمئن ہو کر میں یہاں واپس ہوں“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیسی اطلاع“..... جولیا نے چونک کر کہا۔

”ہس ماؤنٹ لیبارٹری جس میں ڈاکٹر کمال کو رکھا گیا ہے جس کی نگرانی ہارڈ ایجنسی کا گیری کر رہا ہے، سے مشرق کی طرف

تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک اور زیر زمین لیبارٹری ہے جو اس وقت بند پڑی ہے کیونکہ اس لیبارٹری کی مشینری کو لیبارٹری کی طرز تعمیرات کی وجہ سے نمی نے خراب کر دیا ہے۔ پھر اسے بند کرنا پڑا۔ اس کے لئے خصوصی مشینری منگوائی گئی ہے۔ وہ مشینری آجائے گی تو پھر اس لیبارٹری کو استعمال میں لایا جاسکے گا۔ فی الحال وہ خالی بھی ہے اور بند بھی۔ اس لیبارٹری سے ایک زیر زمین راستہ ماؤنٹ لیبارٹری کو جاتا ہے۔ دونوں لیبارٹریاں آپس میں اس راستے کی وجہ سے جڑی ہوئی ہیں لیکن ابھی یہ راستہ بند کر دیا گیا ہے لیکن اسے کھولا جاسکتا ہے۔ یہ راستہ ہی سلیمانی ٹوپ کی کام کرے گا۔ گیری باہر پہرہ دیتا رہے گا اور ہم سمندر کے راستے پہاڑیوں پر چڑھ کر خاموشی سے اس لیبارٹری تک پہنچ جائیں گے اور پھر درمیانی راستہ کھول کر ماؤنٹ لیبارٹری میں داخل ہو جائیں گے۔ وہاں سے ڈاکٹر کمال کو ساتھ لے کر ہم واپس سمندر کے راستے ہی لائبریا پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد خاموشی سے واپسی کا سفر اور مشن مکمل“..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو سب کے چہرے بے اختیار کھل اٹھے۔

”تم واقعی کام کرنا جانتے ہو۔ ویل ڈن“..... سب سے پہلے تو میر نے کہا تو سب نے پہلے اسے حیرت سے دیکھا اور پھر بے اختیار ہنس پڑے۔

”کون کال کر رہا ہے اس وقت“..... ڈاکٹر کمال نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور جیب سے سیل فون نکال کر دیکھا۔

”اوہ۔ ڈاکٹر فلپ کی کال ہے“..... ڈاکٹر کمال نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رابطے کا بین پریس کر دیا۔

”یس سر۔ ڈاکٹر کمال بول رہا ہوں“..... ڈاکٹر کمال نے کہا۔

”ڈاکٹر کمال۔ میں نے اس لئے آپ کو ڈسٹرب کیا ہے کہ مجھے حتمی اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس آپ کو واپس لے جانے کے لئے لائبریا پہنچ چکی ہے۔ میں نے آپ کو اس لئے کال کیا ہے کہ اگر آپ نے ان کے ساتھ واپس جانا ہے تو مجھے بتا دیں تاکہ آپ کو ان کے ساتھ بھجوا دیں لیکن ڈاکٹر سائل آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ یہ طے شدہ بات ہے“..... ڈاکٹر فلپ نے کہا۔

”میں یہاں سے کسی صورت نہیں جاؤں گا۔ کسی بھی صورت میں۔ ہاں۔ میری لاش یہاں سے لے جانی جاسکتی ہے۔ میں ڈاکٹر سائل کے بغیر اب زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا“..... ڈاکٹر کمال نے سامنے بیٹھی ڈاکٹر سائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر سائل بے اختیار مسکرا دی۔

”کنفرم“..... ڈاکٹر فلپ نے کہا۔

”کنفرم۔ ہنڈرڈ پرسنٹ کنفرم“..... ڈاکٹر کمال نے بڑے جوشیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

ماؤنٹ لیبارٹری میں کام کے دوران ایک گھنٹے کا وقفہ تھا اور لیبارٹری میں کام کرنے والے سب افراد کھانے کے لئے علیحدہ بنے ہوئے ڈائننگ روم میں اکٹھے تھے جبکہ ڈاکٹر کمال اور ڈاکٹر سائل دونوں علیحدہ پورشن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانا کھایا جا چکا تھا اور اب چائے پی جا رہی تھی۔ دونوں مختلف باتیں کر کے خوب ہنس رہے تھے۔ خاص طور پر ڈاکٹر کمال تو جیسے ڈاکٹر سائل پر ریشہ غلطی ہو رہا تھا۔ اس کا شاید بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ڈاکٹر سائل کو اپنی آنکھوں میں چھپا لے لیکن اسی لمحے اس کے سیل فون کی گھنٹی اچانک بج اٹھی تو وہ اور ڈاکٹر سائل دونوں چونک پڑے کیونکہ یہ بات انہیں بھی معلوم تھی کہ یہ کال لیبارٹری سے ہی کی جا رہی ہے کیونکہ یہ سیل فون لیبارٹری کی طرف سے ہی سب کو دیئے گئے تھے تاکہ جب بھی کوئی چاہے ایک دوسرے سے بات کر سکے۔



جلدی۔ انہوں نے تاکید کی ہے،..... آنے والے نوجوان نے  
موڈبانہ لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ میں جا رہی ہوں،..... ڈاکٹر سائل نے کہا اور ہاتھ  
میں موجود چائے کی پیالی سے گھونٹ لے کر اس نے کپ واپس میز  
پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”شاید ڈاکٹر فلپ کو میری بات پر یقین نہیں آیا۔ اب وہ تم  
سے کنفرم کرنا چاہتے ہیں،..... ڈاکٹر کمال نے منہ بناتے ہوئے  
کہا۔

”ارے۔ یہ بات نہیں۔ کوئی اور بات ہوگی۔ اوکے۔ سی یو  
اگین،..... ڈاکٹر سائل نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے کی  
طرف بڑھتی چلی گئی۔ وہ چائے بھی ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

”یہ بڑھا پاگل تو نہیں ہو گیا نائمنس۔ جب میں نے کہہ دیا  
ہے پھر،..... ڈاکٹر کمال نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسے واقعی ڈاکٹر  
فلپ پر غصہ آ رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا  
کہ کہیں ڈاکٹر فلپ، ڈاکٹر سائل کو اس کے خلاف بھڑکانہ رہا ہو  
کیونکہ اس نے اکثر محسوس کیا تھا کہ ڈاکٹر فلپ بڑے طنزیہ انداز  
میں اس سے ڈاکٹر سائل کے بارے میں بات کرتا ہے۔ یہ خیال  
آتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے  
کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر فلپ کے آفس کے عقبی  
کمرے کی کھڑکی کے پاس موجود تھا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور اس

”اوکے تھینکس،..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے  
ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر کمال نے فون آف کر کے واپس  
جیب میں ڈال لیا۔ اس دوران چائے لگائی جا چکی تھی اور ڈاکٹر  
سائل چائے بنانے میں مصروف ہو گئی۔  
”کس کا فون تھا ڈاکٹر کمال،..... ڈاکٹر سائل نے بے تکلفانہ  
لہجے میں پوچھا۔

”ڈاکٹر فلپ کا۔ ان پر ایک ہی بھوت سوار ہے کہ کہیں میں  
لیبارٹری چھوڑ کر چلا نہ جاؤں۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ میں  
اب ڈاکٹر سائل کو چھوڑ کر کسی صورت نہیں جا سکتا،..... ڈاکٹر کمال  
نے کہا تو ڈاکٹر سائل نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ  
رکھ دیا۔

”تم کتنے اچھے ہو کمال۔ تم جیسا مرد میں نے دنیا بھر میں نہیں  
دیکھا۔ اس قدر وجہیہ، اس قدر باوقار اور اس قدر عالم فاضل۔ تم  
جیسا اور کوئی نہیں ہو سکتا،..... ڈاکٹر سائل نے بڑے لاڈ بھرے  
لہجے میں کہا۔

”تم بھی کسی سے کم نہیں ہو سائل۔ تم سے مل کر میں جوان نہیں  
بلکہ نوجوان ہو گیا ہوں،..... ڈاکٹر کمال نے رومانٹک موڈ میں کہا تو  
ڈاکٹر سائل بے اختیار ہنس پڑی۔ اسی لمحے ایک نوجوان اندر داخل  
ہوا۔

”میڈم۔ آپ کو ڈاکٹر فلپ بلا رہے ہیں اپنے آفس میں۔ ذرا

کمرے اور آفس کا درمیانی دروازہ بھی کھلا ہوا تھا اس لئے آفس میں ہونے والی بات چیت بخوبی اس تک پہنچ رہی تھی اور سب سے بہتر بات یہ تھی کہ اس طرف کوئی نہ آتا تھا۔ ویسے بھی لُچ کا وقت تھا اس لئے سب کھانے پینے اور گپ شپ میں مصروف تھے۔

”میں تو بری طرح پھنس گئی ہوں ڈاکٹر فلپ۔ اس قدر بد صورت، اس قدر احمق اور بے ہودہ شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا اور پھر ظلم یہ کہ مجھے اس کی تعریفیں کرنا پڑتی ہیں“..... ڈاکٹر سائل کی آواز سنائی دی۔

”ارے نہیں سائل۔ ڈاکٹر کمال اب اس قدر بھی بد صورت نہیں ہے جتنا تم کہہ رہی ہو“..... ڈاکٹر فلپ نے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کمال کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے کھلا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔ اسے ڈاکٹر سائل کی باتیں سن کر اس قدر شدید صدمہ پہنچا تھا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا تھا۔

”ڈاکٹر فلپ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ڈاکٹر کمال کس قدر بے ہودہ آدمی ہے۔ میں اس کی بنی کی عمر کی ہوں لیکن وہ اپنے آپ کو مجھ سے بھی عمر میں چھوٹا قرار دے کر باتیں کرتا ہے۔ نانسنس۔ میرا دل کہتا ہے کہ میں اس کا چہرہ تھپڑوں سے بگاڑ دوں۔ مجھے اس سے شدید نفرت ہے ڈاکٹر۔ شدید نفرت۔ لیکن اب کیا کروں ملک و قوم کی خاطر مجھے یہ کڑوے گھونٹ پینے پڑ رہے ہیں اور میں پی رہی ہوں۔ ویسے میں نے اسے اپنے جال میں ایسا

پھنسایا ہوا ہے کہ وہ کسی صورت بھی اس جال سے نہیں نکل سکتا۔ لیکن ڈاکٹر فلپ۔ جی ایون کا فارمولا کب مکمل ہو گا اور میری اس گدھے سے کب جان چھوٹے گی“..... ڈاکٹر سائل کی آواز ڈاکٹر کمال کے کانوں میں مسلسل پڑ رہی تھی اور وہ ہونٹ بھیجنے زور زور سے اس طرح سانس لے رہا تھا جیسے یہاں کی شدید کمی پیدا ہو گئی ہو۔

”میں نے تمہیں اس لئے یہاں بلایا ہے کہ ہمیں اس وقت تک جب تک جی ایون کا فارمولا مکمل نہ ہو جائے ڈاکٹر کمال کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد بے شک تم اپنے ہاتھوں سے اسے گولی مار دینا مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا لیکن تب تک اس کو ایسے اپنے جال میں جکڑ لو کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس والے اس کی منتیں بھی کریں تب بھی وہ نہ جائے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ ہارڈ انجنی والے اسے خود ہی واپس بھیجتا چاہتے ہیں لیکن وہ کھل کر بات نہیں کر رہے“..... ڈاکٹر فلپ نے کہا۔

”وہ کیوں بھیجتا چاہتے ہیں“..... ڈاکٹر سائل کی آواز سنائی دی۔ ”معلوم نہیں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس والے خطرناک لوگ ہیں اس لئے وہ خطرے سے بچنا چاہتے ہیں“..... ڈاکٹر فلپ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں ڈاکٹر فلپ۔ میں پہلے بھی ہوشیار تھی اور اب مزید ہو جاؤں گی۔ یہ احمق سمجھتا ہے کہ میں اسے بے حد پسند

دو..... ڈاکٹر سائل نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کمال بے اختیار ہنس پڑا لیکن صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی ہنسی میں وہ پہلے جیسی بے ساختگی نہیں ہے۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔ بس مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ تمہارے بغیر ایک پل بھی رہوں۔“ ڈاکٹر کمال نے جان بوجھ کر کہا تاکہ ڈاکٹر سائل کی نہ سمجھ لے کہ اس کی اصلیت ڈاکٹر کمال کے سامنے کھل چکی ہے۔

”تمہاری آواز اور لہجے میں وہ پہلے جیسی گرم جوشی نہیں ہے۔ کیا بات ہے۔ کیا تم نے واقعی میری اتنی تھوڑی دیر کی غیر حاضری کا اتنا برا منایا ہے..... ڈاکٹر سائل نے کہا۔ وہ چونکہ عورت تھی اس لئے فوراً سمجھ گئی تھی کہ ڈاکٹر کمال جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں وہ پہلے جیسی گرم جوشی نہیں ہے۔ اسی لمحے ویٹر نے چائے کے برتن رکھنا شروع کر دیئے۔ وہ دو چائے لے آیا تھا۔ شاید اسے ڈاکٹر سائل واپس آتی دکھائی دے گئی تھی۔

”بچپن میں جب میں چڑیلوں کی کہانیاں پڑھتا تھا تو میرا دل چاہتا تھا کہ میں چڑیل کو دیکھ سکوں لیکن آج سے پہلے مجھے کبھی چڑیل نظر نہ آئی تھی“..... ڈاکٹر کمال نے چائے کی پیالی اٹھا کر اس میں سے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”آج سے پہلے۔ کیا مطلب۔ کیا آج تم نے چڑیل دیکھ لی ہے..... ڈاکٹر سائل نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے حیرت بھرے

کرتی ہوں حالانکہ میں اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں ہوں لیکن چونکہ ملک کا مفاد اس سے وابستہ ہے اس لئے یہ کام کرنا پڑ رہا ہے۔ اب میں چلتی ہوں ایسا نہ ہو کہ وہ میری غیر موجودگی میں بے قرار ہو کر یہاں چلا آئے“..... ڈاکٹر سائل کی آواز سنائی دی۔

”اس کا خیال رکھنا۔ میرا خیال ہے کہ یہ آدمی بے حد متلون مزاج ہے اس لئے ایسا نہ ہو کہ وہ کسی بھی وقت واپس جانے کا سوچ لے۔ ایسی صورت میں مجھے فوراً اطلاع دینا۔ میں اسے خفیہ طور پر دوسری لیبارٹری میں وقتی طور پر شفٹ کر دوں گا۔ بعد میں خطرہ ختم ہو جائے گا تو پھر اسے واپس بلا لیا جائے گا“..... ڈاکٹر فلپ نے کہا۔

”اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ میری مرضی کے بغیر اب سانس لینا بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ بے فکر رہیں۔ گڈ بائی“..... ڈاکٹر سائل نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کمال سمجھ گیا کہ ڈاکٹر سائل اب وہاں سے واپس آ رہی ہے۔ وہ تیزی سے مڑا اور بچوں کے بل دوڑتا ہوا واپس اس ڈائمنگ روم کی طرف گیا اور اس پورشن میں پہنچ گیا جہاں سے وہ اٹھ کر گیا تھا۔ اس نے ویٹر کو ایک اور چائے کا کہا۔

”کیا ہوا۔ مجھے زیادہ دیر لگ گئی ہے جو تم اس قدر غصے میں ہو۔ ڈاکٹر فلپ ایک فارمولے پر بات کرنا چاہتے تھے۔ اس بات چیت میں دیر ہو گئی۔ آئی ایم سوری۔ اب ہنس دو۔ پلیز ہنس

لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کمال دل کھول کر بننے لگا۔ واقعی یہ بات کر کے اسے بے حد لطف آیا تھا۔

”تم اس طرح کیوں نہیں رہے ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کبھی چیزیلوں کی باتیں کرتے ہو اور کبھی پاگلوں کی طرح ہنسنے لگ جاتے ہو۔“ ڈاکٹر سائل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چڑیلیں کیا کرتی ہیں۔ دوسروں کا خون پیتی ہیں نا اور تم بھی میرا خون پی گئی ہو۔ دیکھو میں کتنا کمزور ہو گیا ہوں اس لئے تم بھی چیزیل ہو لیکن خوبصورت چیزیل..... ڈاکٹر کمال سے رہا نہ گیا تو وہ بول پڑا اور اس بار ڈاکٹر سائل بے اختیار ہنس پڑی۔

”تم تو اب مزاحیہ باتیں کرنے لگے ہو۔ چلو اٹھو۔ وقت ہو گیا ہے کام کا“..... ڈاکٹر سائل نے ہنستے ہوئے کہا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

”ہاں چلو“..... ڈاکٹر کمال نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”تم چیزیل ہو۔ تمہارا گلا کاٹ دوں گا۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ اس کا مزہ تو تمہیں چکھاؤں گا“..... ڈاکٹر کمال نے اٹھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا لیکن ڈاکٹر سائل اس دوران کمرے سے باہر جا چکی تھی اس لئے وہ ڈاکٹر کمال کی بڑبڑاہٹ نہ سن سکی تھی۔

ایک بڑے سائز کی تیز رفتار لالچ خاصی تیز رفتاری سے بحیرہ روم کی لہروں پر اچھلتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ لالچ کا ٹیپن عمران تھا جبکہ اس کے باقی ساتھی عرشے پر کرسیاں بچھائے ہوئے خوشگوار موڈ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ لالچ عمران نے بندرگاہ سے بھاری رقم ایڈوانس دے کر کرایہ پر لی تھی۔ مقصد سمندر کی سیاحت بتایا گیا تھا۔ چونکہ سیاح اکثر لالچیں سمندر کی سیاحت کے لئے لے جاتے تھے اس لئے عمران کے لالچ کے حصول پر کسی کو فرت نہ ہوئی تھی۔ البتہ کوسٹ گارڈز کے ہیڈ کوارٹر سے اجازت نہ ہوا کر ساتھ رکھنا ضروری تھا جو لالچ کے کیپٹن کے لئے ضروری شرط تھی۔ یہ اجازت نامہ سیاحوں کو جاری کر دیا جاتا تھا اور یہ اجازت نامہ لالچ چلانے کا تجربہ دیکھ کر جاری کیا جاتا تھا لیکن دوسرے ملکوں کی طرح یہاں بھی تھوڑی سی رقم خرچ کرنے پر

اجازت نامہ جاری کر دیا جاتا تھا اور یہ کام لانچ کرائے پر دینے والے خود ہی کرا دیتے تھے اس لئے اجازت نامہ عمران کی جیب میں تھا اور دیگر کاغذات بھی۔

لانچ کا رخ ایک بندرگاہ نیوگون کی طرف تھا جو ماؤنٹ پلیئر کا علاقہ گزرنے کے بعد تھی اور جو اس وقت تقریباً ویران ہو چکی تھی۔ پہلے یہ کرانس اور اطالی کی مشترکہ بندرگاہ تھی لیکن پھر اطالی نے اپنے حدود میں ایک اور بندرگاہ کو ویلپ کر لیا اور یہ بندرگاہ جو کرانس کی حدود میں تھی چھوڑ دی۔ پھر کرانس نے بھی ماؤنٹ پلیئر کے اندر میں ماؤنٹ پلیئر کے نام سے ایک جدید اور وسیع بندرگاہ قائم کر دی اور اس طرح نیوگون بندرگاہ آہستہ آہستہ ویران ہوتی چلی گئی۔ اب یہاں صرف شپ بریکنگ کا کام ہوتا تھا لیکن وہ بھی ایک خاص موسم میں ہی کیا جاتا تھا اور چونکہ اس موسم کی آمد میں ابھی کافی وقت تھا اس لئے نیوگون پر ویرانی کا راج تھا۔ البتہ اکا دکا لانچیں ادھر ادھر گھومتی پھرتی نظر آتی تھیں۔

”عمران صاحب۔ نیوگون سے آگے کیا ہم پیدل جائیں گے۔“ قریب ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے صفدر نے کہا۔

”اب لانچ پر جیب تو لادی نہ جاسکتی تھی اور ویسے بھی یہ ماؤنٹ پلیئر کا عقبی علاقہ ہی ہمارا مارگٹ ہے اور یہ مکمل طور پر پہاڑی علاقہ ہے۔ اس میں پیدل چلنے کے راستے تو ہو سکتے ہیں لیکن جیب وغیرہ نہیں چل سکتی اس لئے ہمیں پیدل ہی آگے بڑھنا

پڑے گا۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ جس لیبارٹری میں آپ جانا چاہتے ہیں جو فیر آباد ہے اس کا راستہ کہاں سے ہے۔ کیا آپ نے معلوم کر لیا ہے۔“ اس باریکبین ٹکلیل نے کہا۔

”ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ اس کے بغیر تو یہاں آنا بے کار تھا۔ ہم اب پورے علاقے کو تو ہمیں سے نہیں اڑا سکتے اور وہاں بھی ہو سکتا ہے کہ چہرہ ہو اور اگر نہ بھی ہو تب بھی پہاڑی کی دوسری طرف بہر حال سیکورٹی موجود ہوگی۔“ عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ ڈاکٹر کمال کیا اپنی مرضی سے ہمارے ساتھ انہیں لے گئے یا انہیں اغوا کر کے لے جانا ہوگا۔“ کچھ فاصلے پر بھی صالح نے کہا۔

”اغوا کر کے لے جانا تو بہت مشکل ہے۔ وہ پاکیشیائی ہیں۔ لیوں نہ واپس جائیں گے۔“ عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ پھر تقریباً تین گھنٹوں کے مسلسل سفر کے بعد فران نے لانچ کو ساحل کے ساتھ لے جا کر روک دیا۔

”اسے کسی چٹان سے باندھنا ہوگا کیونکہ واپس ہم نے اسی لانچ سے ہی جانا ہے۔“ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور اردو سب لانچ سے اتر کر ساحل پر پہنچ گئے۔ عمران اور صفدر نے مارکر لانچ کو ایک بھاری چٹان کے ساتھ اس طرح ہک کر دیا کہ لانچ ساحل سے نہ ٹکرا سکے کیونکہ ساحل پہاڑی تھا اور لانچ کے

آواز گونجتی ہے اور وہ سب اس طرف بڑھ گئے جہاں سے صالحہ کی آواز آئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے وہ سب وہاں پہنچ گئے۔ وہاں واقعی ہاتھی کی سوئڈ کی شکل کی چٹان موجود تھی۔ عمران نے اس چٹان کے نیچے حصے میں موجود ایک سوراخ میں ہاتھ ڈالا اور چند لمحوں بعد کھٹکاک کی آواز سنائی دی اور چٹان کی سائیڈ میں ایک غار نما راستہ کھل گیا۔

”کچھ دیر رک جاؤ تاکہ اندر تازہ ہوا پہنچ جائے“..... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ پھر وہ سب ایک ایک کر کے اس راستے میں داخل ہو گئے۔ راستہ گہرائی کی طرف جا رہا تھا اور وہاں گھپ اندھیرا تھا۔ عمران سب سے آگے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پنسل نما نارچ تھی جس کی روشنی خاصی تیز تھی۔ راستہ انسانی ہاتھوں کا بنا ہوا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد راستہ ختم ہو گیا۔ اب وہاں ایک سپاٹ دیوار نما چٹان نظر آ رہی تھی۔ عمران نے اس چٹان کی جڑ میں پیر مارا تو بلکی سی گرگرڑاہٹ کے بعد وہ چٹان سائیڈ پر کھسک گئی اور دوسری طرف ایک لیبارٹری موجود تھی جو اس طرح دیران نظر آ رہی تھی جیسے قدیم دور کی کوئی عمارت ہو۔ وہاں کمزری کے جالے عام تھے۔ مشینیں بے کار ہو کر تقریباً ضائع ہو چکی تھیں۔

”عمران صاحب۔ یہ کس قسم کی لیبارٹری ہے۔ اس کی یہ حالت کیوں ہے“..... تقریباً سب نے ہی لیبارٹری میں داخل ہوتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

چٹانوں سے ٹکرانے سے اس کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ صفدر نے ایک سیاہ رنگ کا بیک اپنی پشت پر اٹھایا ہوا تھا۔ اس میں خصوصی ساخت کا اسلحہ تھا۔ عمران کے گلے میں ایک چھوٹے سائز کی لیکن خاص طاقتور دوربین موجود تھی۔ وہ اس وقت اونچی پہاڑیوں کے تقریباً دامن میں تھے اور پھر وہ چٹانوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ساتھ ساتھ وہ بلندی کی طرف بھی بڑھ رہے تھے۔

”عمران صاحب۔ لیبارٹری تو زیر زمین ہے اور آپ پہاڑیوں کی چوٹی کی طرف جا رہے ہیں“..... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اس پہاڑی کے بعد ایک اور پہاڑی کے درمیان وادی ہے۔ اس وادی سے راستہ جاتا ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس بڑی سی پہاڑی کے کراس کر کے وہ جب دوسری طرف پہنچے تو وہاں واقعی درمیان میں ایک وادی موجود تھی۔ وہ نیچے اتر کر اس وادی کی طرف بڑھنے لگے۔

”اس وادی میں ایک چٹان ایسی ہے جیسے ہاتھی کی سوئڈ ہوتی ہے۔ اسے ہم نے تلاش کرنا ہے“..... عمران نے کہا اور پھر عمران کے کہنے پر وہ سب اس وادی میں پھیل گئے۔

”ہاں۔ یہ ہے چٹان“..... اچانک دور سے صالحہ کی جھنجھکی ہوئی آواز سنائی دی۔ آواز پہاڑی میں اس طرح گونج اٹھی جیسے گنبد میں۔

زور سے پیر مارا تو بلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ چٹان ایک طرف ہٹ گئی اور دوسری طرف پہلے کی طرح سرنگ نما راستہ نظر آ رہا تھا۔

”رک جاؤ۔ یہ بھی کافی عرصے سے بند ہے۔“ عمران نے کہا تو سب رک گئے۔ تقریباً دس منٹ بعد عمران نے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور پھر پہلے خود آگے بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی سرنگ نما راستے میں داخل ہو گئے۔ عمران نے درمیانی راستہ ویسے ہی کھلا رہنے دیا۔ ظاہر ہے انہوں نے اسی راستے سے واپس جانا تھا۔ ویسے اب سب کو عمران کی ذہانت اور کارکردگی کا احساس ہو رہا تھا کہ لیبارٹری سے باہر دور دور تک سیکورٹی اپنی جگہ موجود تھی لیکن وہ کسی کے علم میں آئے بغیر لیبارٹری تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ کافی طویل سرنگ کا اختتام ایک بار پھر ایسی ہی دیوار نما چٹان پر ہوا۔

”ابھی سہ پہر ہے اس لئے دوسری طرف یقیناً پورے زور شور سے کام ہو رہا ہوگا اس لئے جیسے ہی دیوار ہٹے گی میں اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دوں گا۔ اس کے بعد ہم اندر داخل ہوں گے اور پاکیشیائی ڈاکٹر کمال حسین کو جو یقیناً بے ہوش پڑا ہوا ہوگا اٹھا کر واپس لے جائیں گے اور گیس کی وجہ سے یہ لوگ کم از کم چھ گھنٹوں تک ہوش میں نہ آسکیں گے اور ہوش میں آنے کے باوجود بھی انہیں یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ بند لیبارٹری سے ڈاکٹر کمال

”اس لیبارٹری کا نقشہ جس نے بھی بنایا اس سے یہ غلطی ہوئی کہ لیبارٹری سے نکلنے والے پانی کو ڈائریکٹ سمندر کے ساتھ ملا دیا تاکہ کسی کو لیبارٹری کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے لیکن سمندری ہواؤں نے لیبارٹری تک پہنچ کر اس میں اس قدر نمی پیدا کر دی کہ لیبارٹری کی مشینری جام ہو گئی اور نتیجہ یہ نکلا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب یہ لیبارٹری بند ہے۔ اس کے لئے نئی مشینری خریدی جا رہی ہے۔ پھر اس کو دوبارہ تعمیر کر کے یہ راستہ بند کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہی یہ لیبارٹری کام کر سکے گی۔“ عمران نے آگے بڑھتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ تو اس ساری جگہوں اور لیبارٹری سے اس طرح واقف ہیں جیسے یہاں کام کرتے رہے ہوں۔“ صفر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہاں کام کرنے والے ایک ریٹائرڈ سائنس دان سے ملاقات ہو گئی تھی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو سب نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے ساری بات ان کی سمجھ میں آ گئی ہو۔ ظاہر ہے عمران نے اس سائنس دان سے ساری معلومات حاصل کر لی ہوں گی اس لئے وہ یہاں اس انداز میں آگے بڑھ رہا تھا جیسے یہاں کام کرتا رہا ہو۔ اس دوران لیبارٹری سے گزر کر وہ درمیانی راہداری کے آخر میں پہنچ کر رک گئے کیونکہ آگے بھی ایک بڑی چٹان تھی۔ عمران نے یہاں بھی پہلے کی طرح چٹان کی جڑ میں

کہاں غائب ہو گیا ہے جبکہ اس دوران ہم بندرگاہ پر پہنچ کر وہاں سے اطالی کی سرحد پار کر جائیں گے لیکن اس کے باوجود سب نے پوری طرح ہوشیار رہنا ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ واقعات ایسے ہی پیش آئیں جیسے میں کہہ رہا ہوں۔ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے“..... عمران نے کہا اور جیب سے گیس پمپ نکال کر اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

”اس کے اثرات جتنے زود اثر ہیں اتنی ہی جلدی ختم بھی ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی ایک ڈیڑھ منٹ تک سانس روکنا ہوگا۔“ عمران نے کہا اور پھر چٹان کی جڑ میں اس نے زور سے پیر مارا تو ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی چٹان ایک سائیز پر کھسکتی چلی گئی۔ اب دوسری طرف ایسی ہی راہداری نظر آ رہی تھی جو آگے جا کر مڑ گئی تھی۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گیس پمپ کا رخ سامنے راہداری کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ پمپ میں سے چار کمپوسٹ نکل کر سامنے راہداری کے فرش پر گرے اور کھٹاک کھٹاک کی آوازوں کے ساتھ بھٹ گئے۔ عمران نے سانس روک لیا تھا۔ پھر تقریباً دو منٹ بعد اس نے آہستہ سے سانس لیا لیکن کوئی بو محسوس نہ ہونے پر اس نے زور سے سانس لیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو بھی سانس لینے کا اشارہ کیا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ اس کے ساتھی اس کے پیچھے تھے لیکن وہ سب بڑے چوکنا اور محتاط نظر آ رہے تھے۔

عمران سمیت سب کے ہاتھوں میں مشین پمپ موجود تھے۔ لیبارٹری کے اندرونی حصے میں پہنچ کر انہوں نے وہاں تقریباً اٹھارہ افراد کو لیبارٹری کے مختلف حصوں میں بے ہوش پڑے ہوئے دیکھا۔ ان میں ایک نوجوان عورت بھی تھی اور اس عورت کے ساتھ ہی ایک ایشیائی بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا اور اسے دیکھتے ہی عمران کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی کیونکہ یہی ڈاکٹر کمال تھا۔

”اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈالو۔ اب ہم نے یہاں سے نکلنا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”یہاں بم نصب کر دیں تاکہ اس لیبارٹری کو اڑایا جاسکے۔“ صفر نے کہا۔

”جب کوئی مدافعت نہیں ہوئی تو پھر کیا یہ ضروری ہے کہ لیبارٹری کو تباہ کیا جائے اور سائنس دانوں کو ہلاک کیا جائے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سوری عمران صاحب! اسے ہر صورت میں تباہ ہونا ہوگا۔“ صفر نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا اور پھر جویلا سمیت سب نے اس کی تائید کر دی۔ تنویر ان سب میں سب سے زیادہ پر جوش تھا۔

”ٹھیک ہے۔ اب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں“..... عمران نے کہا تو صفر نے اپنی پشت پر موجود تھیلے کو اتار کر نیچے رکھا اور اسے کھول کر اس میں سے دو انتہائی طاقتور وائرلیس بم نکال کر اس نے



لیبارٹری کی دو مختلف جگہوں پر انہیں اس انداز میں نصب کر دیا کہ جب تک خصوصی طور پر انہیں چیک نہ کیا جائے یہ نظر نہیں آ سکتے تھے۔ پھر انہیں ڈی چارج کر کے وہ ڈاکٹر کمال کو کاندھے پر اٹھائے واپس مڑ گئے۔ لیبارٹری سے درمیانی سرنگ نما راستے میں پہنچ کر عمران نے وہ راستہ بند کر دیا اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ ڈاکٹر کمال کو کپٹین فکیل نے کاندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔

”عمران صاحب۔ اتنا بڑا مشن مکمل تو ہو گیا ہے لیکن لطف نہیں آیا۔۔۔۔۔ اچانک صالح نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”ابھی مشن مکمل کہاں ہوا ہے۔ جب تک ڈاکٹر کمال کو باعافیت پاکیشیا نہ پہنچا دیا جائے مشن تو ادھورا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ تو پورا جائے گا لیکن کوئی ٹھوس ٹھاس نہیں ہوئی۔ مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ ہم قبرستان میں داخل ہو کر کسی قبر سے مردہ نکال کر واپس جا رہے ہیں“..... صالح نے کہا۔

”صالح پلیز۔ فضول باتیں نہ کیا کرو“..... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”چلو تم سچ بتا دو۔ تمہیں اس مشن کی تکمیل میں لطف آیا ہے۔“

صالح نے کہا۔

”یہ عمران کی ذہانت اور کارکردگی ہے کہ تم ایسی باتیں کر رہی ہو ورنہ جو ہوتا اس کا اندازہ تمہیں بھی ہے اور مجھے بھی“..... جولیا

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”زیادہ مت بولو۔ یہاں سے آواز گونج کر باہر بھی جا سکتی ہے۔ آخر یہاں ہوا کے لئے بندوبست تو کیا گیا ہوگا“..... عمران نے کہا تو صالح اور جولیا اس طرح خاموش ہو گئیں جیسے اگر انہوں نے ایک لفظ بھی منہ سے بولا تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس سرنگ نما راستے سے باہر آ گئے جہاں سے وہ داخل ہوئے تھے۔ عمران نے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر ایک بار پھر ہاتھ کو مخصوص انداز میں گھمایا تو کناک کی آواز کے ساتھ ہی سوراخ کی سائیڈ میں رکی ہوئی چٹان واپس اپنی جگہ پر ایڈجسٹ ہو گئی۔ اب وہ وادی میں موجود تھے۔

”ہمیں پہلے والے راستے سے سفر کر کے ساحل تک پہنچنا ہے۔“

صدر، تم اب ڈاکٹر کمال کو اٹھا لو۔ پھر راستے میں مجھے دے دینا“..... عمران نے کہا۔

”اسے کیوں نہ ہوش میں لے آیا جائے عمران صاحب۔“ صدر نے کہا۔

”ہم اس وقت شدید خطرے میں ہیں۔ کسی بھی وقت ہم چیک ہو سکتے ہیں اس لئے ایک تو ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اس کو ہوش میں لا کر اس سے مذاکرات کریں۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت کرنس نے اسے ایسی سہولیات مہیا کی ہوں جو پاکیشیا میں اسے نہ مل سکتی ہوں۔ ایسی صورت میں اگر اس نے واپس جانے سے انکار

کر دیا تو اسے دوبارہ بے ہوش کرنا پڑے گا“..... عمران نے کہا تو صفر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ البتہ اس نے کیپٹن کلکیل سے ڈاکٹر کمال کو لے کر اپنے کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ اب وہ پہاڑی راستے پر چلتے ہوئے اونچائی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے کیونکہ نیچے جانے والا راستہ بلندی سے جاتا تھا اس لئے انہیں ایک لحاظ سے پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر ہی دوسری طرف اترنا پڑتا تھا۔ وہ مختلف چٹانوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے کہ اچانک تنویر بے اختیار رک گیا۔

”کیا ہوا“..... اس کے ساتھیوں نے اسے رکتے دیکھ کر پوچھا۔  
 ”میں نے ہلکی سی انسانی آواز سنی ہے“..... تنویر نے تیزی سے ایک چٹان کی اوٹ لیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے پاس اسلحہ ہے۔ تم یہیں رک کر چیکنگ کرو۔ ہم آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر ہی یہ لوگ سامنے آ سکتے ہیں“۔ عمران نے کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”سب لوگ چٹانوں کی اوٹ لے کر آگے بڑھیں۔ جب تنویر فائر کھولے تو ہم بھی چٹانوں کی اوٹ لے کر فائر کھول دیں گے“..... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دینے اور پھر چٹانوں کی اوٹ لیتے ہوئے آگے بڑھتے گئے تاکہ اگر کوئی واقعی ان کی گمرانی کر رہا ہے تو وہ یہی سمجھ کر آگے آ جائے گا کہ وہ سب آگے بڑھ گئے ہیں۔ عمران کو یقین تھا کہ وہ لوگ ایک آدمی کی کی

کو مارک نہ کر سکیں گے۔ عمران بار بار مڑ کر تنویر کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن تنویر مکمل طور پر چٹان کی اوٹ میں تھا۔ اس وقت وہ وادی سے تقریباً دو سو فٹ کی بلندی پر پہنچ چکے تھے اور ابھی انہیں تقریباً تین چار سو فٹ مزید بلندی پر پہنچنا تھا کہ اچانک عمران بے اختیار آچھل پڑا جب اس کے کانوں میں فائرنگ کے ساتھ ساتھ تنویر کے حلق سے نکلنے والی زور دار چیخ سنائی دی۔ چیخ بتا رہی تھی کہ چیخنے والا کہیں گہرائی میں گرنا چلا جا رہا ہے اور عمران کے بے اختیار روٹنے کھڑے ہو گئے کیونکہ اس کا مطلب واضح تھا کہ تنویر نہ صرف ہٹ ہو گیا ہے بلکہ وہ بلندی سے نیچے بھی گر گیا ہے اور ان پہاڑی چٹانوں سے گرنے کا مطلب عمران واضح طور پر سمجھ سکتا تھا۔

سوال کا جواب دینے کے لئے موجود نہیں تھا اور پھر اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی مخصوص سیٹی بج اٹھی تو اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اسے آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ تھامسن کالنگ۔ اوور“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”لیس۔ گیری انڈنگ یو۔ اوور“..... گیری نے چونک کر کہا۔  
 ”باس۔ میں ویسے ہی چیکنگ کرتا ساحل کے ساتھ والی پہاڑی پر گیا تو میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے۔ اوور“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو گیری کا چہرہ یکنخت بگڑ سا گیا۔

”کیا عجیب چیز نظر آ گئی۔ سسپنس مت پیدا کیا کرو۔ پوری طرح سے بات کیا کرو ٹامسنس۔ اوور“..... گیری نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری باس۔ ساحل پر ایک بڑی موٹر لالچ موجود تھی۔ اوور“..... تھامسن نے کہا۔

”لالچ۔ کیا مطلب۔ اس طرف تو لالچیں نہیں آتیں۔ ادھر تو پہاڑی ساحل ہے۔ یہاں کس لالچ نے آنا ہے۔ کہیں تم نشے میں تو نہیں ہو۔ اوور“..... گیری نے چیختے ہوئے کہا۔

”باس۔ یہ لالچ اس وقت بھی میری نظروں کے سامنے موجود ہے۔ اسے باقاعدہ ایک چٹان کے ساتھ بک کیا گیا ہے اور لالچ فانی ہے۔ اوور“..... تھامسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

گیری ماؤنٹ لیبارٹری کے بیرونی حصے میں سیکورٹی چیک پوسٹ میں بنے ہوئے اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سیکورٹی چیک پوسٹ کی طرف سے آنے والے راستے پر بھی جگہ جگہ اپنے آدمی بٹھائے ہوئے تھے اور لیبارٹری کے اوپر جو پہاڑی تھی وہاں بھی آدمی تعینات کئے ہوئے تھے تاکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا گروپ جیسے ہی اس ایریے میں داخل ہو اسے اطلاع مل جائے اور وہ ان سب کو میزائلوں سے اڑا دے۔ اسے جولین کی موت پر انفسوس ضرور ہوا تھا لیکن ہنری کی موت کی خبر نے تو اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ان پاکیشیائی ایجنٹوں پر جھپٹ پڑے لیکن وہ ادھر کا رخ ہی نہیں کر رہے تھے۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر یہ لوگ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں اور کیوں لیبارٹری کی طرف نہیں آ رہے لیکن ظاہر ہے کوئی اسے اس کے

”تو وہ لالچ والے کہاں ہیں۔ ادھر وہ کیا لینے آئے ہوں گے۔“  
 ”اور“..... اس بار گیری کے لہجے میں حیرت تھی۔

”اب میں کیا کہہ سکتا ہوں باس۔ میں نے ارد گرد چیکنگ نہ ہے لیکن کہیں کوئی آدمی نظر میں آ رہا۔“ اور“..... تھامسن نے کہا۔  
 ”لالچ اب خود چل کر تو یہاں نہیں پہنچے ہوگی۔ اس میں کوئی نہ کوئی تو آیا ہوگا۔ تم وہیں رہو اور چیکنگ کرتے رہو۔ جیسے ہی کوئی آدمی نظر آئے فوراً مجھے کال کر دینا۔“ اور“..... گیری نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔“ اور“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو گیری نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر کے واپس میز پر رکھ لیا۔  
 ”حیرت ہے۔ لالچ موجود ہے لیکن کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔“ گیری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک اسے ایک خیال آیا تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔“ کہیں اس لالچ پر عمران اور اس کے ساتھی یہاں نہ پہنچے ہوں۔ یقیناً وہی ہوں گے لیکن وہ گئے کہاں۔ ادہ۔ ادہ۔ وہ عقب سے یہاں ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہوں گے تاکہ ہم سامنے والے راستے کے چکر میں پڑے رہیں اور وہ عقب سے اچانک حملہ کر دیں“..... گیری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر جھٹ کر اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اسے آن کر کے تیزی سے اس پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔“ گیری کاننگ۔ اور“..... گیری نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ تھامسن بول رہا ہوں۔ اور“..... دوسری طرف سے تھامسن کی آواز سنائی دی جس نے پہلے لالچ کے بارے میں گیری کو اطلاع دی تھی۔

”تھامسن۔ اس لالچ پر یقیناً پاکیشٹانی ایجنٹ یہاں پہنچے ہوں گے اور وہ ہمارے عقب سے ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم اس پہاڑی کے عقبی حصے کو چیک کرو جس پہاڑی کے نیچے لیبارٹری ہے۔ اس طرف ہمارا کوئی آدمی نہیں ہے۔ مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اس انداز میں بھی آ سکتے ہیں۔ فوراً جا کر چیک کرو اور مجھے اطلاع دو۔ لیکن خیال رکھنا تم خود چیک نہ ہو جانا۔ اور“..... گیری نے تیز تیز لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ میں چیک کر کے آپ کو رپورٹ دیتا ہوں۔“ اور“..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”اوکے۔ اور اینڈ آل“..... گیری نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس میز پر رکھ دیا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے صبر آزما انتظار کے بعد ٹرانسمیٹر کی سیٹی بجی تو اس نے بجلی کی سی تیزی سے جھٹ کر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اسے آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔“ تھامسن کاننگ۔ اور“..... تھامسن کی انتہائی ہرجوش آواز سنائی دی۔

کہا۔

”ٹھیک ٹھیک جگہ بتاؤ۔ میں اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچنا چاہتا ہوں۔ اور“..... گیری نے کہا۔

”آپ وادی تک جیب میں پہنچ جائیں اور اس کے بعد پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیں۔ آپ کے پہنچنے تک وہ لوگ پہاڑی کی دوسری طرف پہنچ چکے ہوں گے۔ پھر انہیں آسانی سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اور“..... تھامسن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم آ رہے ہیں۔ تم ان کی نگرانی جاری رکھو۔ اور اینڈ آف“..... گیری نے کہا اور ٹرانسمیٹر آن کر کے اسے سامنے میز پر رکھنے کی بجائے جیب میں ڈال کر اس نے میز پر موجود انفرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو فٹن پریس کر دیئے۔

”لیس باس“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ ”مارک سے بات کراؤ۔ جلدی۔ فوراً“..... گیری نے چیختے ہوئے کہا۔

”لیس باس“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”ہیلو۔ مارک بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

”مارک۔ پاکیشیائی ایجنٹ ساحل پہاڑی پر موجود ہیں۔ تم اپنے ساتھ تین آدمیوں کو لے کر جیب تیار کرو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ ہر

”لیس۔ گیری انڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اور“..... گیری نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ چار مرد اور دو عورتیں ساحلی پہاڑی کی طرف جاتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی کے کاندھے پر کوئی بے ہوش آدمی یا کوئی لاش لدی ہوئی دیکھی ہے۔ ان کا رخ اس طرف ہے جدھر لالچ موجود ہے۔ اور“..... تھامسن نے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ لوگ واپس جا رہے ہیں اور ان کے تعداد بتا رہی ہے کہ یہ لوگ پاکیشیائی ایجنٹس ہیں لیکن یہ واپس کیوں جا رہے ہیں اور کوئی بے ہوش یا لاش ان کے ساتھ ہے۔ اس وقت وہ کہاں موجود ہیں۔ اور“..... گیری نے چیختے ہوئے کہا۔

”باس۔ ساحل کے ساتھ پہاڑی کے بعد ایک وادی آتی ہے۔ اس وادی کے بعد جو پہاڑی سلسلہ ہے وہ ہماری سیکورٹی تک پہنچ رہے۔ یہ لوگ اس وادی سے پہاڑی کی چوٹی کی طرف جا رہے ہیں جہاں سے نیچے اتر کر ساحل تک پہنچ جائیں گے۔ میں نے انہیں دوربین سے چیک کیا ہے۔ اور“..... تھامسن نے کہا۔

”تم ان سے کتنے فاصلے پر ہو۔ اور“..... گیری نے پوچھا۔ ”میں دوسری پہاڑی پر ہوں۔ البتہ ایک چکر کاٹ کر ان کے سامنے پہنچ سکتا ہوں۔ اور“..... تھامسن نے جواب دیتے ہو۔

”باس۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ اب واپس جا رہے ہیں اور ایجنٹ اس وقت واپس جاتے ہیں جب وہ مشن مکمل کر لیتے ہیں۔“ مارک نے جواب دیا۔

”تمہاری بات درست ہے لیکن معاملات ایڈجسٹ نہیں ہو رہے۔ بہر حال اب ان کا خاتمہ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔“ گیری نے جواب دیا تو مارک نے اس بار اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جیب اس وادی میں پہنچ کر رک گئی تو وہ سب نیچے اتر آئے۔ ایک آدمی نے سیاہ بیگ باہر نکال لیا۔

”اسلحہ بانٹ لو۔ اوپر شاید وقت نہ ملے۔“ گیری نے کہا اور پھر سب نے مشین پستل نکال کر جیبوں میں ڈالے اور میزائل گنیں ہاتھوں میں لے کر بیگ کو واپس جیب میں رکھا اور پھر وہ پانچوں تیزی سے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

”اوہ۔“ تھامسن موجود ہو گا یہاں۔ اس سے بات کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر ہی فائر کھول دے۔“ گیری نے اچانک خیال آتے ہی کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اس پر تھامسن کی فریکوئنسی پہلے سے ایڈجسٹ تھی اس لئے اس نے رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ گیری کالگ۔“ اور۔“ گیری نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”سےس باس۔ تھامسن بول رہا ہوں۔ اور۔“ دوسری طرف

قسم کا اسلحہ ساتھ رکھ لینا۔ ہم نے ان کا شکار کرنا ہے۔“ گیری نے تیز لہجے میں کہا۔

”سےس باس۔ آپ آ جائیں۔ ہم تیار ملیں گے۔“ مارک نے جواب دیا تو گیری نے رسیور کریڈل پر رکھا اور اٹھ کر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی جیب تیزی سے دوڑتی ہوئی اس وادی کی طرف جا رہی تھی جہاں سے ساحل پہاڑی کا آغاز ہوتا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر مارک تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر گیری اور عقبی سیٹ پر تین افراد موجود تھے۔ ایک آدمی کے پاس سیاہ رنگ کا ایک بڑا سا تھیلیا پڑا ہوا تھا جس میں ہر قسم کا اسلحہ موجود تھا۔

”تیز چلاؤ۔ کہیں وہ نکل نہ جائیں۔ میں تھامسن سے رپورٹ لے لوں۔“ گیری نے کہا تو مارک نے جیب کی رفتار تیز کر دی۔

”باس۔ یہ لوگ عقبی طرف کیسے پہنچ گئے۔ ہم تو ہر وقت چوکر رہے ہیں۔“ مارک نے کہا تو گیری نے اسے تھامسن کی دی ہوئی رپورٹ تفصیل سے بتا دی۔

”اوہ باس۔ یہ جو آدمی بے ہوش کر کے لے جایا جا رہا ہے کہیں یہ پاکیشائی سائنس دان نہ ہو۔“ مارک نے کہا تو گیری نے بے اختیار اچھل پڑا۔

”یہ کیسے ممکن ہے۔ سائنس دان باہر پہاڑی پر تو نہ کھڑا ہو گا۔ وہ تو لیبارٹری میں ہے۔ وہ باہر کیسے آ سکتا ہے۔“ گیری نے کہا۔

جیسے کسی مقابلے میں حصہ لے رہے ہوں اور پھر وہ جیسے ہی اس بلندی پر پہنچے جہاں سے وہ آگے دیکھ سکتے تھے انہوں نے ایک آدمی کو دوڑ کر چٹانوں کے پیچھے غائب ہوتے دیکھا تو وہ سب تیزی سے اس طرف کو مڑ گئے۔ اسی لمحے تیز فائرنگ سے پہاڑی گونج اٹھی۔

سے تھامسن کی آواز سنائی دی۔  
”میں مارک اور اس کے گروپ کے ساتھ اس وقت وادی میں ساحلی پہاڑی پر ہوں۔ تم کہاں ہو اور وہ پاکیشیائی ایجنٹ کہاں ہیں۔ اوور“..... گیری نے کہا۔

”وہ سب اوپر جا رہے ہیں۔ آپ بروقت آ گئے ہیں البتہ ایک آدمی کو میں نے رکھتے ہوئے دیکھا ہے جبکہ باقی اوپر جا رہے ہیں۔ ایک آدمی یہاں موجود ہے اور میں بھی یہاں موجود ہوں۔ آپ جب دو سو فٹ اوپر پہنچ جائیں گے تو آپ انہیں اوپر جاتے ہوئے دیکھ سکیں گے۔ اوور“..... تھامسن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم محتاط رہو اور جو آدمی رک گیا ہے اس کا خاتمہ کر دو ورنہ وہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اوور اینڈ آل“..... گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس جیب میں ڈال لیا اور ایک بار پھر وہ سب تینوں سے چٹانیں پھلانگتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھنے لگے۔ ابھی کچھ دن دیر گزری ہو گی کہ یکھنت انہیں اوپر سے تیز فائرنگ کی آواز سن دی اور اس کے ساتھ ہی ایک انسانی چیخ سنائی دی جس سے غائب ہوتا تھا کہ کوئی آدمی چپٹا ہوا گہرائی میں گرنا چلا جا رہا ہے۔

”اوہ۔ تھامسن نے اس آدمی کو مار گرایا ہے۔ آؤ جلدی۔ جونہ آئے اڑا دو“..... گیری نے قدرے اونچی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سب اس طرح چٹانوں کو پھلانگ کر اوپر چڑھنے لگے

لبے سانس لینے شروع کر دیئے۔

”یہ کیا کیا۔ تم نے چیخ کیوں ماری تھی“..... عمران نے غصیلے

لہجے میں کہا تو تنویر بے اختیار ہنس پڑا۔

”ڈانگ کے لئے۔ لیکن تمہیں کیوں غصہ آ رہا ہے اور تم ادھر

آئے کیوں ہو۔ اگر یہ آدمی تم پر فائر کھول دیتے تو“..... تنویر نے

بھی آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”آؤ۔ میرا تو سانس لینا رکا ہوا تھا“..... عمران نے اس کا بازو

کپڑ کر کھینچتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے اس کے ذہن پر چند افراد کے

اوپر آنے کی تصویر نمودار ہوئی تو وہ تنویر کو بازو سے کپڑے تیزی

سے ایک چٹان کی اوٹ میں اس طرح ہو گیا کہ نیچے سے آنے

والے انہیں دیکھ نہ سکیں۔

”کیا ہوا۔ وہ آدمی تو مارا گیا ہے جس نے مجھ پر فائر کھولا تھا

اور میں نے اسے ڈاج دینے کے لئے چیخ ماری جس پر وہ ڈاج

میں آ گیا اور اچھل کر اوٹ سے جیسے ہی باہر آیا میں نے اس پر

فائر کھول دیا اور وہ ہلاک ہو گیا“..... تنویر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”میں نے ادھر آتے ہوئے نیچے سے چار پانچ افراد کو اوپر

آتے دیکھا ہے۔ وہ سب یہاں پہنچنے والے ہوں گے“..... عمران

نے کہا تو تنویر یکنشت چوکنما ہو گیا۔ اس کی نظریں بھی اس طرف کو

جم گئیں جدھر عمران نے اشارہ کیا تھا لیکن وہاں موجود سب چٹانیں

دیران نظر آ رہی تھیں۔

عمران ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا تھا لیکن پھر وہ بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر سے تنویر کی چیخ سنائی دی تھی۔ پھر ایک چٹان کو پھلانگتے ہوئے اس نے ایک نظر کچھ لوگوں کو اوپر جاتے دیکھا تو وہ رکنا نہیں۔ اس کے ذہن میں فائرنگ کے بعد تنویر کی گہرائی میں ڈوبتی ہوئی چیخ دھماکے کر رہی تھی۔ وہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر چٹانیں پھلانگتا ہوا اس طرف کو بڑھا چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک بار پھر فائرنگ ہوئی اور اس کے ساتھ ہی عمران نے غوطہ لگایا اور ایک بڑی چٹان کے پیچھے ہو گیا لیکن دوسرے لمحے ایک انسانی چیخ سن کر وہ ایک بار پھر چٹان کی اوٹ سے باہر آ گیا کیونکہ یہ چیخ کسی اجنبی کی تھی اور پھر وہ یکنشت رک کر لبے لبے سانس لینے لگا کیونکہ اس نے تنویر کو ایک چٹان کی اوٹ سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے بے اختیار لبے



”تم جاؤ۔ ان سے میں خود منٹ لوں گا“..... تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ یہ زیادہ افراد ہیں اس لئے ایک آدمی ان سے نہیں منٹ سکتا“..... عمران نے جواب دیا۔ عمران کے باقی ساتھی بھی شاید اوپر چٹانوں کی اوٹ میں موجود تھے کیونکہ انہوں نے بھی یقیناً تنویر کی چیخ کی آواز سنی ہوگی لیکن وہ عمران کے تنویر کی طرف جانے کی وجہ سے وہیں رک گئے ہوں گے کیونکہ وہ بھی سامنے نہیں آ رہے تھے۔ پھر اچانک تنویر نے عمران کا ہاتھ دبایا اور ساتھ ہی بائیں طرف اشارہ کیا تو عمران سمجھ گیا کہ ادھر اس نے کوئی حرکت دیکھی ہے۔

”ہمیں یہ جگہ چھوڑنا ہوگی۔ آؤ جلدی کرو“..... عمران نے تیز لہجے میں کہا اور جس طرح استاد کسی بچے کا بازو پکڑ کر گھسیٹ لیتا ہے اس طرح عمران نے تنویر کا بازو پکڑا اور اسے ایک طرح سے گھسیٹا ہوا تیزی سے اس چٹان کی اوٹ سے نکل کر مزید کچھ فاصلے پر موجود ایک اور چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ تنویر کچھ پوچھتا شائیں کی آواز کے ساتھ ہی ایک میزائل اڑتا ہوا ٹھیک اس جگہ آگرا جہاں چند لمحے پہلے عمران اور تنویر دونوں موجود تھے۔ میزائل خوفناک دھماکے سے پھٹا اور آگ کے شعلوں کے ساتھ ہی چٹانیں ٹوٹ کر ہوا میں اس طرح اچھلیں جیسے آسمان سے چٹانوں کی بارش ہو رہی ہو اور پھر ایک آدمی کو انہوں نے دائیں طرف ایک چٹان کی اوٹ سے نکل کر آتے دیکھا اور پھر اس سے

پہلے کہ عمران کچھ کہتا تنویر نے اس آدمی پر فائر کھول دیا اور وہ چیخا ہوا نیچے گرا ہی تھا کہ عمران نے ایک بار پھر پہلے کی تنویر کا بازو پکڑا اور بجلی کی سی تیزی سے اس چٹان کے پیچھے سے نکل کر کچھ فاصلے پر ایک اور چٹان کے پیچھے چلا گیا۔ اس بار اسے تنویر کو گھسنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی کیونکہ تنویر بھی اب صورت حال سمجھ گیا تھا۔ اسی لمحے شائیں کی آواز کے ساتھ ہی ایک بار پھر میزائل مین اسی جگہ آگرا اور پھٹ گیا جہاں اس سے پہلے عمران اور تنویر موجود تھے۔

”تم اپنا خیال رکھنا۔ مجھے ان کے عقب میں جانا ہوگا۔“ عمران نے کہا اور وہ سانپ کی سی تیزی سے رینگتا ہوا ایک اور چٹان کے پیچھے غائب ہو گیا۔

”یہ تنویر کو پچھتاہے“..... تنویر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ البتہ اس کی نظریں اس طرف لگی ہوئی تھیں جس طرف سے میزائل فائر کیا گیا تھا۔ اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ وہ خود وہاں پہنچ کر ان سب کا خاتمہ کر دے لیکن اسے معلوم تھا کہ اس طرح اسے باہر نکلتا دیکھ کر اس کے ساتھی بھی ادھر آ سکتے ہیں اور کسی بھی ساتھی کا نقصان وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ مشین پھل ہاتھ میں پکڑے دیکھ رہا تھا۔

”یہاں کب تک بیٹھا رہوں گا“..... تنویر نے بور ہونے والے انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اوپر کو اٹھا اور ابھی گھومنے ہی

لگا تھا کہ یکنخت اس کی پسلیوں پر ایسی زور دار ضرب لگی کہ وہ پلٹ کر پشت کے بل نیچے جا گرا۔ مشین پسل اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ ضرب اس قدر زور دار تھی کہ تنویر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا تھا۔

”تم عمران ہو“..... اچانک اس کے کان میں آواز پڑی تو اس کے ذہن پر چھایا ہوا اندھیرا یکنخت دور ہو گیا۔ اس کے سامنے ہاتھ میں مشین پسل پکڑے ایک آدمی بڑے فاتحانہ انداز میں کھڑا تھا۔ اس کے بال اس کے کانھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ مشین پسل کا رخ زمین پر پشت کے بل پڑے تنویر کے سینے کی طرف تھا۔

”نہیں۔ میرا نام تنویر ہے“..... تنویر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کوئی بھی ہو۔ عمران کے ساتھی ہی ہو۔ میرا نام گیری ہے گیری۔ عالم بالا میں پہنچ کر بتا دینا عمران کو“..... اس آدمی نے جس نے اپنا نام گیری بتایا تھا بڑے نفرت بھرے لہجے میں کہا لیکن تنویر اس کے بولنے کے دوران ایک پتھر کو پکڑ چکا تھا اور پھر جیسے ہی گیری کا فقرہ کھل ہوا تنویر نے اس کے ٹریگر دبانے سے پہلے ہاتھ کو حرکت دی اور اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر راتھل سے نکلنے والی گولی کی طرح اڑتا ہوا سیدھا گیری کے سینے پر پوری قوت سے پڑا تو گیری کا اوپری جسم ایک جھٹکے سے مڑا لیکن اس جھٹکے سے اس

کے ہاتھ میں پکڑا ہوا مشین پسل نکل کر ایک چھنا کے سے سائیڈ میں موجود چٹان پر گرا اور پھر کہیں نیچے لڑھک گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ گیری اس اچانک ضرب سے سنبھلتا تنویر کسی زخمی سانپ کی طرح یکنخت اس طرح اٹھا جیسے اچانک کوئی سپرنگ کھلتا ہے اور دوسرے لمحے گیری اس کے ہاتھوں پر اٹھتا چلا گیا اور اگلے لمحے تنویر نے گیری کو زور سے اپنی پشت کی طرف اچھال دیا اور گیری نے فضا میں ہی سنبھلنے کی کوشش کی لیکن چونکہ اسے جس انداز میں اچھالا گیا تھا اس کا سر آگے کی طرف اور پیرو تنویر کی طرف تھے اس لئے اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر جما کر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن پہاڑی چٹانیں چونکہ اونچی پٹی تھیں اس لئے اس کے دونوں ہاتھ یکساں نہ پڑے۔ نتیجہ یہ کہ وہ سنبھلنے کی بجائے سر کے بل نیچے گہرائی میں گرنا چلا گیا اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ گہرائی میں جا کر ایک دھماکے کے بعد ختم ہو گئی جبکہ اسی لمحے اس طرف جہاں سے ان پر میزائل فائر کئے گئے تھے تیز فائرنگ کی آوازیوں کے ساتھ ہی انسانی چیخوں سے ماحول گونج اٹھا۔ تنویر، گیری کو اچھالنے کے بعد خود بھی پہاڑی چٹانوں کی وجہ سے پوری طرح سنبھل نہ سکا تھا۔ اس نے گیری کو اچھالنے کے بعد اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اس کے پیرو بھی اونچی نیچی چٹانوں پر پڑے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بھی توازن برقرار نہ رکھ سکا اور وہیں اس انداز میں گرا کہ اس کا سر ایک بڑی چٹان سے پوری

قوت سے ٹکرا گیا اور تنویر کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کا پورا جسم سر کی چوٹ کی وجہ سے منجمد سا ہو گیا ہو۔ وہ فائرنگ کی آوازیں بھی سن رہا تھا۔ انسانی چیخیں بھی سن رہا تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ یہ سب کچھ اس طرف ہو رہا ہے جس طرف عمران گیا ہے لیکن وہ نہ ہی حرکت کر پا رہا تھا اور نہ ہی بول پا رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ یہاں موجود پہاڑی چٹانوں میں سے ایک چٹان بن کر رہ گیا ہو کہ اسے یلکھتے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں اپنی طرف آتی سنائی دیں تو ایک لمحے کے لئے اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی دشمن اس کی بے بسی پر اسے ہلاک کرنے آ رہا ہو لیکن دوسرے لمحے جب اس کے کانوں میں عمران کی آواز پڑی تو اسے بڑا خوشگوار سا احساس ہوا۔

”کیا ہوا تمہیں تنویر؟“..... عمران نے اس کے قریب آ کر بچوں کے بل بیٹھے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے کہ تنویر نہ بول سکتا تھا اور نہ ہی حرکت کر سکتا تھا اس لئے وہ بت بنا پڑا رہا۔ البتہ اس کی آنکھیں کھلیں ہوئی تھیں اور اکڑوں بیٹھا عمران اسے نظر آ رہا تھا۔

”کیا ہوا ہے تنویر کو؟“..... یلکھتے تنویر کو جولیا کی انتہائی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے خون کی روانی یلکھتے تیز ہو گئی ہو۔

”اس کے حرام مغز پر چوٹ لگی ہے جس کی وجہ سے اس کے اعصاب منجمد ہو گئے ہیں۔ ان میں کرنٹ رک گیا ہے“..... عمران

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ پھر اب کیا ہوگا۔ پھر؟“..... جولیا نے انتہائی متوحش لہجے میں کہا۔ وہ شاید اپنے ساتھیوں کو اوپر چھوڑ کر اکیلی اس طرف فائرنگ اور چیخوں کی آوازوں کے بارے میں معلوم کرنے آئی تھی۔

”ابھی یہ ٹھیک ہو جائے گا“..... عمران کی آواز سنائی دی اور پھر تنویر کے جسم کو ہلکا سا جھٹکا لگا اور اس کے ساتھ ہی اسے محسوس ہونے لگ گیا کہ کوئی اس کی گردن کے عقبی حصے میں چٹکیاں بھر رہا ہے۔

”دیکھو ٹھیک ہونے لگ گئے ہو تم؟“..... عمران کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی تو تنویر کو اس کی بات سن کر بے حد حوصلہ ہوا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ گردن کے عقبی حصے میں چٹکیاں عمران بھر رہا ہے اور پھر یلکھتے اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”اوکے۔ اب تم ٹھیک ہو گئے ہو۔ تمہارے سر کے عقبی حصے میں چوٹ لگنے سے تمہارا اعصابی نظام جام ہو گیا تھا اس لئے مجھے تمہارے حرام مغز سے باقاعدہ چھینڑ خانی کرنا پڑی“..... عمران نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا اور تنویر کا چہرہ بھول کی طرح کھل اٹھا کیونکہ چند لمحے پہلے جس طرح وہ لاش بنا پڑا ہوا تھا اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اب کبھی ٹھیک نہ ہو سکے گا لیکن

پھولوں کی طرح کھل اٹھا تھا۔  
 ”گڈ شو تویر۔“ گیری ہارڈ ایجنسی کا پیشل ایجنٹ تھا۔ پہلے جولین پھر ہنری کی موت سے ہارڈ ایجنسی کو شدید نقصان پہنچا تھا لیکن تم نے گیری کو ہلاک کر کے ہارڈ ایجنسی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیا ہے“..... عمران نے تویر کے کاندھے پر تھکی دیتے ہوئے کہا۔

”یہ تو چیک کر لیں کہ وہ کہیں زندہ نہ ہو“..... جولیا نے کہا اور اس طرف کو بڑھنے لگی جدھر گیری نیچے گرا تھا۔ عمران اور تویر بھی اس کے پیچھے تھے اور پھر کچھ آگے جا کر انہیں گہرائی میں چٹانوں پر پڑی گیری کی ٹوٹی پھوٹی لاش واضح نظر آنے لگ گئی۔ وہ چٹانوں پر دونوں بازو کھولے پڑا ہوا تھا۔ اس کا سر ٹوٹ چکا تھا اور یقیناً باقی جسم کی ہڈیاں بھی ٹوٹ چکی ہوں گی۔

”اب یہ گرد پ تو ختم ہو گیا ہے۔ اب یہاں سے نکل چلیں کیونکہ فائرنگ کی آوازیں پہاڑوں میں گونجی ہوں گی اور شاید ابھی تو وہ لوگ یہ سمجھ رہے ہوں کہ ان کے ساتھی یہاں فائرنگ کر رہے ہیں ورنہ یہاں کمانڈوز کو بھی بھجوا یا جا سکتا ہے اور پھر سمندر میں بھی ہمارا پیچھا کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں ہر صورت میں ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے منظر سے آؤٹ ہونا ہے“..... عمران نے کہا تو تویر اور جولیا دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

عمران واقعی جاوہر گرتھا جس نے اس کی گردن کے عقبی حصے میں چند بار چٹکیاں بھر کر اسے اس طرح ٹھیک کر دیا تھا جیسے وہ کبھی بے حس ہی نہ ہوا ہو۔

”تمہاری طرف سے جج کی آواز سنائی دی تھی جو گہرائی میں جا کر دھماکے سے ختم ہو گئی تھی۔ پہلے تو میں سمجھا کہ تم نے پھر کسی کو ڈاج دیا ہے لیکن یہ تمہاری آواز نہیں تھی“..... عمران نے تویر کے کاندھے پر تھکی دیتے ہوئے کہا۔

”یہ گیری تھا اور تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا“..... تویر نے جواب دیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”گیری اور تمہارے پاس پہنچ گیا۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ جب میں ادھر سے ادھر گیا تو وہ ادھر سے چکر کاٹ کر ادھر پہنچ گیا۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ ایک آدمی پہلے مارا گیا ہے لیکن مزید ایک آدمی کہاں چلا گیا ہے۔ کہاں ہے گیری اور کیا ہوا تھا“..... عمران نے تحسین آمیز لہجے میں کہا تو تویر نے اسے گیری کی آمد سے لے کر اس کے نیچے گرنے تک کی تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ میں نے دیکھا تھا کہ ایک آدمی یہاں سے فضا میں اڑتے ہوئے پہلے پتھروں پر گرتے اور پھر قلابازیاں کھا کر نیچے گر تھا۔ مجھے تویر کی طرف سے فکر تھی اس لئے میں ساتھیوں کو ویر چھوڑ کر آئی ہوں“..... جولیا نے کہا تو تویر کا چہرہ جولیا کے منہ سے اپنے بارے میں فکرمند ہونے کا سن کر بے اختیار گلاب کے تازہ

اٹھ کر کلب جانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“..... گریگ نے تیز لہجے میں کہا۔

”ماؤنٹ لیبارٹری سیکورٹی سے سیکورٹی انچارج ولیم کی کال ہے چیف“..... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو گریگ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ ولیم گیری کا نمبر نو تھا۔

”کراؤ بات۔ جلدی“..... گریگ نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کے ذہن میں خدشات کے کٹھنچورے ریٹکنے لگے تھے۔

”چیف۔ میں ولیم بول رہا ہوں ماؤنٹ لیبارٹری کی سیکورٹی سے۔“

ہندلحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

”گیری کہاں ہے۔ اس کی بجائے تم کیوں کال کر رہے ہو۔“

گریگ نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”باس گیری ہلاک ہو چکے ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا

گریگ کو ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اس کے انگوٹوں میں انڈیل دیا ہو۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نشے میں ہو“..... گریگ نے سخت ہڈیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اس کا ذہن واقعی یہ خبر سن کر چند لمحوں کے لئے ماؤف ہو گیا تھا۔

بارڈ ایجنسی کا چیف گریگ اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں ابھی تک کوئی اطلاع نہ ملی تھی جبکہ گیری اپنے پورے سیکشن سمیت ماؤنٹ لیبارٹری سے باہر سیکورٹی زون میں موجود تھا اور اسے گیری کی صلاحیتوں کا علم تھا۔ وہ کسی طرح بھی کارکردگی میں عمران سے کم نہ تھا اور چونکہ گیری عمران سے زیادہ بہتر پوزیشن میں تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ اس بار عمران اور اس کے ساتھیوں کی موت گیری کے ہاتھوں ہی ہوگی۔ اسے جولين اور ہنری کی ہلاکت کا بے حد صدمہ تھا کیونکہ یہ دونوں بارڈ ایجنسی کے سپیشل ایجنٹس تھے اور انہوں نے بطور سپیشل ایجنٹ بے شمار کارنامے سرانجام دیے تھے لیکن جانے کیوں وہ عمران کے مقابل نہ ٹھہر سکے تھے لیکن اسے گیری پر مکمل بھروسہ تھا۔ اس وقت شام ہونے کے قریب تھی اور وہ اب

جیب موجود تھی۔ ہم اوپر پہاڑی پر گئے تو گہرائی میں چٹانوں پر باس گیری کی لاش ہمیں ملی۔ وہ شاید اوپر سے گرے تھے یا گرائے گئے تھے۔ وہ پشت کے بل چٹانوں پر پڑے تھے۔ ان کے دونوں بازو کھلے ہوئے تھے۔ ان کا سر نوٹ چکا ہے اور ان کے جسم کی بھی تمام ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ ہم پریشان ہو کر مزید اوپر گئے تو تقریباً اڑھائی سو فٹ کی بلندی پر ایک جگہ مارک، تھامسن اور مارک کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ملیں۔ ان سب کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ان کا اسلحہ بھی وہیں قریب ہی پڑا تھا۔ ہم نے وہاں تمام چیکنگ کی لیکن کوئی آدمی وہاں موجود نہ تھا۔ ہم لاشیں اٹھا کر واپس آ گئے اور اب آپ کو اطلاع دینے کے لئے کال کر رہا ہوں۔“

دلیم نے پوری تفصیل سے سب کچھ بتاتے ہوئے کہا۔

”جب وہاں اور کوئی آدمی موجود نہیں تھا تو کیا بھوتوں نے مارک اور اس کے ساتھیوں پر فائرنگ اور میزائل فائر کئے اور گیری کو اوپر سے نیچے پھینکا ہے۔ کیا گیری کے جسم پر گولیوں کے نشان نہیں ہیں؟“..... گرگ نے اچھے ہوئے لہجے میں تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”چف۔ ہم نے پورا ایریا گھوما ہے۔ ہم ساحل تک بھی گئے اور دوسری بھی تمام جگہیں دیکھیں لیکن وہاں واقعی کوئی آدمی موجود نہ تھا“..... دلیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ لوگ کہیں لیبارٹری میں نہ ہوں؟“..... گرگ نے کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں چف۔ باس گیری پہاڑی سے گر کر ہلاک ہوئے ہیں“..... دلیم نے کہا تو گرگ ایک بار پھر چونک پڑا۔

”پہاڑی سے گر کر۔ کیا مطلب؟“..... گرگ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

”باس اب سے دو گھنٹے پہلے اپنے آفس میں تھے کہ ان کا فون آیا کہ وہ ساحل پہاڑی پر جانا چاہتے ہیں اس لئے مارک اور اس کے گروپ کو کہہ دو کہ وہ تیار ہو جائے اور اسلحہ وغیرہ بھی ساتھ لیں۔ چنانچہ مارک سے ان کی بات ہو گئی اور مارک اور اس کے چار ساتھی جیب لے کر تیار ہو گئے۔ پھر باس آ گئے اور وہ سب جیب میں بیٹھ کر ساحل پہاڑی کی طرف چلے گئے جو یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔ پھر دور سے میزائل فائر ہونے اور فائرنگ نا آوازیں سنائی دیں لیکن ہم اس لئے خاموش رہے کہ باس اور اس کا گروپ فائرنگ کر رہا تھا لیکن جب دو اڑھائی گھنٹے گزر گئے تب نہ ہی باس نے رابطہ کیا اور نہ ہی وہ واپس آئے تو میں نے اس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن کسی نے ٹرانسمیٹر انڈنہ کیا تو میں نے پہلے سے وہاں موجود ایک آدمی تھامسن اور اس کے ساتھ جانے والے مارک سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی ٹرانسمیٹر انڈنہ نہیں کر رہا تھا جس پر میں دو آدمیوں کو ساتھ لے کر جیب پر خود وہاں گیا تو وہاں وادی میں باس گیری نہ

”لیس۔ ولیم بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے سیکورٹی انچارج ولیم کی آواز سنائی دی۔ گریگ نے دانستہ فون سیکرٹری کو درمیان سے بنا کر ولیم کو ڈائریکٹ کال کی تھی کیونکہ وہ لیبارٹری کے سلسلے میں ولیم کو ہدایات دینا چاہتا تھا۔

”چیف بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ گریگ نے کہا۔

”لیس چیف۔ حکم۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے مؤذبات لہجے میں کہا گیا۔

”لیبارٹری میں کوئی فون انڈ نہیں کر رہا۔ تم وہ سیشنل راستہ کھول کر اندر جاؤ اور صورت حال کو چیک کر کے انچارج ڈاکٹر فلپ سے میری بات کراؤ۔۔۔۔۔ چیف نے کہا۔

”لیس چیف۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو گریگ نے رسیور رکھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ اسے گیری کی ہلاکت کا بے پناہ صدمہ پہنچا تھا۔

”یہ سب آخر کیا ہو رہا ہے۔ بارڈر ایجنسی تو ایک لحاظ سے ختم ہو گئی ہے اور پاکستانی ایجنٹوں کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ یہ لوگ بھوت ہیں، جن ہیں، مافوق الفطرت ہیں۔ کیا ہیں یہ لوگ۔۔۔۔۔ گریگ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ ہٹائے اور اٹھ کر ایک طرف موجود دیوار کے ساتھ رکھے ہوئے ریک میں سے شراب کی ایک بوتل اٹھائی اور ساتھ ہی ایک گلاس اٹھا کر وہ دوبارہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے بوتل کھول کر شراب گلاس میں انڈیلی اور پھر

”نو چیف۔ لیبارٹری کے سامنے تو ہم موجود ہیں۔ ہمیں کراس کئے بغیر وہ لیبارٹری میں جا ہی نہیں سکتے۔۔۔۔۔ ولیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارا لیبارٹری سے رابطہ ہے فون پر یا کسی اور ذریعے سے۔“

گریگ نے کہا۔

”باس گیری کا تھا۔ ہمارا نہیں ہے۔ البتہ ہمیں لیبارٹری میں داخل ہونے کے ایک سیشنل راستے کا علم ہے لیکن وہ راستہ سیلڈ ہے۔“

ولیم نے کہا۔

”کیا وہ باہر سے کھولا جا سکتا ہے۔“ گریگ نے پوچھا۔

”لیس چیف۔ ایمرنسی میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔“ ولیم نے

جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں لیبارٹری انچارج ڈاکٹر فلپ سے بات کرتا

ہوں۔ پھر تم سے بات ہوگی۔“ گریگ نے کہا اور کریڈل دبا کر

اس نے فون سیٹ کے نیچے موجود ایک بٹن پر پریس کر کے اسے

ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پر پریس کرنے شروع کر دیے۔

رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی

لیکن گھنٹی مسلسل بجتی رہی اور کسی نے فون انڈ نہیں کیا حتیٰ کہ ایک

مخصوص وقفے کے بعد گھنٹی بجنا بند ہو گئی اور رابطہ ختم ہو گیا تو گریگ

نے کریڈل دبا یا اور پھر فون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر پریس

کرنے شروع کر دیے۔

اس نے گھونٹ گھونٹ شراب پینا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کے ذہن پر موجود شدید دباؤ اب خاصا کم ہو گیا ہے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایس۔ چیف بول رہا ہوں“..... گریگ نے کہا۔

”ولیم بول رہا ہوں لیبارٹری سے۔ یہاں سب بے ہوش پڑے ہیں۔ انہیں کسی گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ میں نے ڈاکٹر فلپ کو جبرا ان کے حلق میں پانی ڈال کر ہوش دلایا ہے۔ آپ ان سے بات کر لیں“..... ولیم نے کہا۔

”ڈاکٹر فلپ میں گریگ بول رہا ہوں بارڈر ایجنسی کا چیف۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے“..... گریگ نے کہا۔

”مجھے تو خود سمجھ نہیں آ رہی۔ ہم سب اپنے اپنے کام میں مصروف تھے کہ اچانک میری ناک سے نامونوس ی بوکرائی اور اس کے ساتھ ہی ذہن پر اندھیرا سا چھا گیا اور اب ہوش آیا ہے تو یہ صاحب موجود ہیں جو اپنا نام ولیم بتاتے ہیں“..... ڈاکٹر فلپ نے رک رک کر کہا۔ لہجے اور آواز سے ہی یہ بوڑھا آدمی محسوس ہو رہا تھا۔

”آپ پلیز چیک کر کے مجھے بتائیں کہ پاکیشیائی ڈاکٹر کمال لیبارٹری میں موجود ہیں یا نہیں اور آپ کو بے ہوش کرنے والے کہاں سے داخل ہوئے تھے۔ لیبارٹری کا کیا نقصان ہوا ہے۔ یہ

سب چیک کر کے بتائیں۔ ولیم کو رسیور دیں“..... گریگ نے کہا۔

”ایس چیف۔ ولیم بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ولیم کی آواز سنائی دی۔

”ولیم۔ ڈاکٹر فلپ بوڑھے آدمی ہیں۔ ان کی مدد کرو اور جب یہ ساری چیکنگ کر لیں تو میری ان سے بات کراؤ“..... گریگ نے کہا۔

”ایس چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو گریگ نے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر شراب کا گلاس اٹھا لیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو گریگ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایس۔ گریگ بول رہا ہوں“..... گریگ نے کہا۔

”ولیم بول رہا ہوں چیف۔ ڈاکٹر فلپ سے بات کریں۔ دوسری طرف سے ولیم کی آواز سنائی دی۔

”کیا رپورٹ ہے ڈاکٹر فلپ“..... گریگ نے کہا۔

”پاکیشیائی ڈاکٹر کمال حسین غائب ہے۔ باقی کسی چیز کو نہیں چھیڑا گیا اور تمام راستے بھی ویسے ہی سیلڈ ہیں لیکن ڈاکٹر کمال نجانے کس طرح اور کہاں غائب ہو گیا ہے“..... ڈاکٹر فلپ نے کہا تو گریگ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”ڈاکٹر کمال غائب ہے۔ کیا مطلب۔ کیا وہ دھواں بن کر اڑ گیا ہے یا وہ جن جہوت تھا کہ غائب ہو گیا ہے“..... گریگ نے



میں اس مشین کا نمبر بتاتا ہوں۔ آپ اس نمبر پر سیل فون سے فون کریں تو یہ مشین آن ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر کمال کے جسم میں موجود چپ بھی آن ہو جائے گی اور پھر جس طرح سیلانٹ ٹریکر کام کرتا ہے اس طرح آپ کے سیل فون کی سکرین پر۔ جہاں بھی ڈاکٹر کمال موجود ہو گا ٹریکر رہنمائی کرے گا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلپ نے کہا اور ساتھ ہی مخصوص نمبر بھی بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں چیک کراتا ہوں۔۔۔۔۔ گریگ نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے رابطہ ختم کیا اور پھر فون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

”لیس۔ بلیک بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”گریگ بول رہا ہوں۔“ گریگ نے تیز لہجے میں کہا۔  
 ”اوہ آپ۔ فرمائیے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے اس بار چونک کر کہا گیا۔

”بلیک۔ فوراً ایک کال کرو۔ کرائس کی ایک لیبارٹری جو لائبریا میں ہے اچانک ایک سائنس دان وہاں سے پراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔ اس کے جسم میں ایک مخصوص چپ موجود ہے جس کا علم اس سائنس دان کو بھی نہیں ہے۔ یہ کارروائی چونکہ لائبریا میں ہوئی ہے اس لئے یہ سائنس دان ابھی لائبریا میں ہی ہو گا اور میں تمہیں ایک نمبر بتاتا ہوں۔ تم یہ نمبر اپنے سیل فون پر پریس کرو۔ لیبارٹری

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تمام راستے بدستور سیدھے ہیں اور اندر سے صرف وہ سسٹم وے کھلا ہے جو سیکورٹی کی طرف ہے اور اسے دانستہ ایسا رکھا گیا تھا تاکہ یہ باہر سے بھی کھولا جاسکے ورنہ تو کوئی راستہ بھی باہر سے نہیں کھولا جاسکتا اور دوسری بات یہ کہ ڈاکٹر کمال خود کسی صورت نہیں جاسکتا تھا۔ پھر بھی وہ چلا گیا ہے۔ کیوں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلپ کے لہجے میں حیرت چمک رہی تھی۔

”آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر کمال خود نہیں جاسکتا تھا۔۔۔۔۔ گریگ نے کہا۔

”اس لئے کہ وہ ڈاکٹر سائل کو چھوڑ کر نہ جاسکتا تھا۔ میں نے پہلے بھی ڈاکٹر سائل کے بارے میں آپ کو بتایا تھا اور ڈاکٹر سائل بھی یہاں بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلپ نے کہا۔

”ڈاکٹر کمال اپنے اصل چہرے میں تھا۔۔۔۔۔ گریگ نے پوچھا۔  
 ”ہاں۔ اوہ۔ اوہ۔ ایک بات مجھے یاد آ رہی ہے۔ آپ فوراً

ایکشن لیں اور ڈاکٹر کمال کو ٹریس کریں اور اسے واپس لیبارٹری میں پہنچائیں تاکہ اس اہم فارمولے پر کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔“  
 ڈاکٹر فلپ نے یکنکتہ چیتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کون سی بات ڈاکٹر فلپ۔۔۔۔۔ گریگ نے کہا۔

”ہم نے احتیاطاً ڈاکٹر کمال کے جسم میں ایک خصوصی چپ فٹ کر دی تھی۔ اس کو آن کرنے والی مشین ہمارے پاس ہے۔

میں موجود اس چپ کو آپریٹ کرنے والی مشین آن ہو جائے گی اور پھر جس طرح سیٹلائٹ ٹریکر کام کرتا ہے اس طرح یہ مشین تمہارے سیل فون پر ٹریکنگ کرتی ہوئی تمہیں اس چپ تک پہنچ دے گی۔ تم نے اس سائنس دان کو بے ہوش کرنا ہے۔ ہلاک نہیں کرنا صرف بے ہوش کرنا ہے اور پھر مجھے اطلاع دینا۔ میرے آدمی اسے واپس لے جائیں گے اور تمہیں اس کا معاوضہ تمہارے تصور سے بھی زیادہ مل جائے گا اور ہاں سنو۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سائنس دان خود نہ گیا ہو بلکہ اسے کچھ لوگوں نے اغوا کیا ہو۔ ایسی صورت میں تم نے ان سب کا خاتمہ کر دینا ہے۔ بہر حال سائنس دان ہمیں زندہ چاہئے..... گریگ نے اس طرح تیز تیز لہجے میں بولتے ہوئے کہا جیسے اسے بے حد جلدی ہو اور ساتھ ہی مخصوص نبرہ بھی بتا دیا۔

”لیکن آپ کی ایجنسی کہاں ہے۔ پچھلے دنوں میں نے گیری کو لائبریا میں دیکھا تھا“..... بلیک نے کہا۔

”تمام ایجنٹ اس وقت لائبریا سے بہت دور ہیں اور ان کی واپسی تک سائنس دان ملک سے باہر چلا جائے گا اس لئے تمہیں کہہ رہا ہوں“..... گریگ نے بات کو گول مول کرتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ لیکن ایک لاکھ ڈالر معاوضہ ہوگا اور اگر قتل و غارت ہوئی تو دس لاکھ ڈالر“..... بلیک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم دس لاکھ ڈالر ہی لینا۔ مجھے منظور ہے لیکن کام فوری

کراؤ۔ فوری“..... گریگ نے کہا۔

”اوکے۔ میں تمہیں رپورٹ دوں گا۔ گنڈ بائی“..... بلیک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو گریگ نے رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لیا۔ اسے یقین تھا کہ بلیک ڈاکٹر کمال کو ٹریس کر لے گا اور پھر اسے ساتھ لے جانا اس کے لئے مشکل نہ ہوگا اس لئے وہ قدرے مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

لے جایا گیا۔

”صفدر۔ تم اس کرس کا خیال رکھنا۔ ویسے اس کے آنے سے پہلے میں ڈاکٹر کمال کو ہوش میں لے آؤں گا لیکن اسے اصل حقیقت کا علم نہیں ہونا چاہئے“..... عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اے ختم کردو“..... تصویر نے اپنی فطرت کے مطابق کہا۔

”ابھی نہیں۔ بعد میں ضرورت ہوئی تو دیکھا جائے گا“۔ عمران

نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تیز دھار خنجر نکالا اور آگے بڑھ کر اس نے کرسی پر ڈھیلے انداز میں پڑے ہوئے ڈاکٹر کمال کی گردن کے عقبی حصے میں تیز دھار خنجر سے مخصوص انداز میں کٹ لگایا اور کٹ سے خون بہنے لگا تو ڈاکٹر کمال کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے۔

”یہاں فرسٹ ایڈ باکس بھی موجود ہے۔ اس کی بینڈیج کرنا پڑے گی“..... جولیا نے کہا اور ایک طرف موجود الماری کی طرف بڑھ گئی۔ عمران نے خنجر کو کمرے میں موجود ٹشو پیپر کے ڈبے سے ٹشو نکال کر صاف کیا اور پھر اسے واپس کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ اسی لمحے ڈاکٹر کمال ایک جھٹکے سے اٹھ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اس طرح عمران اور اس کے ساتھیوں کو اور ماحول کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کا ذہن ماؤف ہو گیا ہو۔ پھر اس کا ہاتھ اس کی گردن کی عقبی طرف گیا۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت ابھی چند منٹ پہلے لائبریریا کی مضافاتی کالونی کی اس کوٹھی میں پہنچا تھا جس میں وہ لیبارٹری جانے سے پہلے رہائش پذیر تھے۔ کوٹھی کا چوکیدار کرس ان کی واپسی پر کوٹھی میں موجود تھا۔ عمران نے اسے ایک بڑا نوٹ دے کر مارکیٹ جا کر چائے کا سامان لے آنے کا کہہ دیا چونکہ جیب میں ڈاکٹر کمال ابھی تک بے ہوش کی حالت میں پڑا ہوا تھا اور عمران چوکیدار کرس کے سامنے بے ہوش ڈاکٹر کمال کو اندر نہ لے جانا چاہتا تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ کرس تجسس کے ہاتھوں مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور یہ ان کے لئے خطرناک ہو سکتا تھا اور عمران ایک بے گناہ آدمی کو ہلاک بھی نہ کرنا چاہتا تھا اس لئے اسے مارکیٹ بھیج دیا تھا۔ کرس کے جانے کے بعد عمران کے کہنے پر جیب میں موجود بے ہوش ڈاکٹر کمال کو اٹھا کر اندر کمرے میں

”آؤ تصویر اس کی بینڈج کر دو“..... جولیا نے تصویر سے کہا تو تصویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تم۔ تم سب کون ہو۔ میں کہاں ہوں۔ یہ خون۔ یہ کیا یہ سب کچھ“..... ڈاکٹر کمال نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہمارا تعلق پاکیشیا سے ہے اور ہم پاکیشیا سے یہاں آپ کو واپس لے جانے کے لئے آئے ہیں کیونکہ جس فارمولے پر پاکیشیا میں آپ کام کر رہے تھے وہ پاکیشیا کے دفاع کے لئے نہ صرف انتہائی اہم ہے بلکہ اس پر پاکیشیا کا کثیر سرمایہ بھی خرچ ہو چکا ہے اور دیکھ لیں ہم آپ کو ماؤنٹ لیبارٹری کے اندر سے اٹھائے ہیں اور ہاں۔ آپ کو ہوش میں لانے کے لئے آپ کی گردن کے عقبی حصے پر کٹ لگانا پڑا ہے جس کی وجہ سے خون بہہ رہا ہے۔ پہلے بینڈج کرا لیں پھر مزید باتیں ہوں گی“..... عمران نے مسکرا کر تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا لیکن ڈاکٹر کمال کے چہرے پر ابھی تک الجھن کے تاثرات نمایاں تھے لیکن وہ خاموش رہے اور تصویر نے ان کی گردن کی عقبی سائیڈ کی باقاعدہ بینڈج کر دی اور پھر فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر اس نے واپس الماری میں رکھ دیا۔

”آپ کیسے پاکیشیائی ہیں۔ آپ تو یورپی ہیں البتہ آپ پاکیشیائی زبان واقعی اس کے اپنے لہجے میں بول رہے ہیں“۔ ڈاکٹر کمال نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہمارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور ہم میک اپ میں ہیں۔

آپ کہیں تو آپ کی بات سرداور سے کرا دوں“..... عمران نے کہا تو ڈاکٹر کمال بے اختیار چونک پڑے۔ ان کا چہرہ یکنگت کھل اٹھا۔

”آپ نے سرداور کا نام لے کر مجھے یقین دلا دیا ہے۔ آپ واقعی پاکیشیائی ہیں۔ اب بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ واپس پاکیشیا جانے کے لئے تیار ہوں۔ البتہ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے اب مجھ سے پوچھا ہے۔ اگر آپ چار پانچ دن پہلے پوچھتے تو میں ہرگز واپس نہ جاتا“..... ڈاکٹر کمال نے قدرے جذباتی انداز میں کہا تو عمران اور اس کے ساتھی چونک پڑے۔

”کیوں۔ کیا مطلب“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس لئے کہ یہ دل کا معاملہ تھا ایسا معاملہ جس پر ہر چیز کی قربانی دی جا سکتی ہے۔ میرے ساتھ ایک خاتون سائنس دان ڈاکٹر سائل بھی تھیں۔ ہم ایک دوسرے سے بہت زیادہ کھلے تھے۔ اس کے بغیر میں واپس جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک بار میں نے ڈاکٹر سائل اور لیبارٹری انچارج ڈاکٹر قلب کے درمیان ہونے والی بات چیت سنی تو میرے دل کو شدید صدمہ پہنچا۔ مجھے پتہ چلا کہ یہ سب ڈرامہ ہے۔ اگر آپ مجھے یہاں نہ لینے آتے تو شاید میں اسے ہلاک بھی کر دیتا۔ بہر حال اب ڈاکٹر سائل سے میرا کوئی دلی اور جذباتی وابستگی نہیں ہے اس لئے اب میں تمہارے

ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں.....“ ڈاکٹر کمال نے جذباتی لہجے میں کہا تو عمران اور اس کے ساتھی معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے لیکن اسی لمحے عمران کی اندرونی جیب سے بلکی سی سیٹی کی آواز رک رک کر سنائی دینے لگی تو عمران نے چونک کر تیزی سے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ڈی واچ تھی جو جدید ترین ایجاد تھی اور جسے عمران ایک بار پہلے بھی استعمال کر چکا تھا۔ اس کا ایک خانہ جس کا رنگ زرد تھا تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ عمران نے گھڑی کی ایک سائیز میں موجود خفیہ بزن پر پس کر دیا تو وہ اس طرح اچھلا جیسے اسے طاقتور الیکٹریک شاک لگا ہو۔

”کیا ہوا عمران صاحب..... کیپٹن کلکیل نے چونک کر کہا۔“  
 ”ڈاکٹر صاحب۔ آپ کے جسم میں سنگل دینے والی کوئی سائنسی چپ بھی ہے.....“ عمران نے کرسی پر بیٹھے ڈاکٹر کمال سے کہا تو وہ چونک پڑے۔

”سنگل دینے والی چپ۔ کیا مطلب.....“ ڈاکٹر کمال نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیپٹن کلکیل اور تنویر تم دونوں ڈاکٹر کا کوٹ اتار دو اور شرٹ عقب سے پھاڑ دو۔ جلدی کرو ورنہ دشمن عین ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے.....“ عمران نے چیخنے ہوئے کہا تو کیپٹن کلکیل اور تنویر دونوں بھوکے چیتوں کی طرح ڈاکٹر کمال پر جھپٹ پڑے۔ ڈاکٹر

کمال بے اختیار خوفزدہ ہو کر چیخنے لگا۔

”خاموش رہو ورنہ.....“ تنویر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو ڈاکٹر کمال کی چیخیں اس کے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئیں۔ تنویر نے اس کا کوٹ اتارا اور پھر ایک جھٹکے سے شرٹ کو پھاڑ دیا۔

”بنیان بھی پھاڑ دو۔ جلدی کرو.....“ عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر خنجر نکالتے ہوئے کہا تو تنویر نے شرٹ کی طرح بنیان کو بھی ایک جھٹکے سے پھاڑ دیا جبکہ کیپٹن کلکیل نے ڈاکٹر کمال کو پکڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کمال کا جسم اب اس طرح لرز رہا تھا جیسے اسے جازے کا بخار ہو گیا ہو۔ وہ شاید شدید خوفزدہ ہو گیا تھا۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گھڑی جس سے اب بھی رک رک کر سیٹی کی آواز نکل رہی تھی کو ڈاکٹر کمال کی پشت کے قریب کیا اور پھر اس نے گھڑی کو کوٹ کی بیرونی جیب میں ڈالا اور دوسرے لمحے اس نے خنجر کی نوک کی مدد سے ڈاکٹر کمال کی پشت کی ایک سائیز کے گوشت کو کاٹ دیا۔ ڈاکٹر کمال کا جسم مزید لرزنے لگا۔ اس کے منہ سے بلکی سی چیخیں نکلنے لگیں۔ اب اس کا جسم پھڑکنے لگا تھا لیکن کیپٹن کلکیل کی آہنی گرفت میں پھڑکنا تو ایک طرف وہ تیز حرکت بھی نہ کر سکتا تھا اور چند لمحوں بعد عمران نے ایک چھوٹا سا بٹن نما آلہ جو خون میں ڈوبا ہوا تھا ڈاکٹر کمال کی پشت سے علیحدہ کر دیا۔

”جولیا۔ ڈاکٹر صاحب کی میز میج کر دو۔ جلدی کرو.....“ عمران

نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو جولیا تیزی سے مڑی اور الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری سے میڈیکل باکس اٹھایا اور واپس آ کر اس نے میڈیکل باکس کو زمین پر رکھ کر اسے کھولا۔ صاف بھگو اس کی مدد کے لئے آگئی اور پھر ان دونوں نے ڈاکٹر کمال کے زخم کی بینڈیج کرنا شروع کر دی جبکہ عمران نے جیب سے وہ گھڑو جسے وہ ڈی واج کہتا تھا نکالی اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ اب ڈی واج سے نہ صرف سیٹی کی آواز نکلتا بند ہو گئی تھی بلکہ زرد رنگ کا جو حصہ مسلسل جل بھج رہا تھا وہ بھی آف ہو گیا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کمرے سے ملحقہ باتھ روم کا رخ کیا اور اس نے خنجر کو دھونے کے بعد ایک طرف رکھا اور پھر دوسرے باتھ میں موجود مین نما آلہ آگے بڑھا دیا اور اسے پانی سے اچھی طرح دھو دیا تو اب اس کی اصل ہیئت سامنے آ گئی۔ عمران نے خنجر اٹھا کر واپس جیب میں ڈالا اور مین اٹھائے وہ واپس کمرے میں آیا تو ڈاکٹر کمال کے چہرے پر اب سکون تھا۔ اب وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

”ڈاکٹر کمال۔ یہ سائنسی چپ انہوں نے آپ کے جسم میں لگائی ہوئی تھی جس کا آپ کو علم نہیں تھا۔ یہ سیلانٹ لکڈ ہے۔ اب انہوں نے اس کو آن کیا ہے تو یقیناً وہ ٹریکنگ کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ جاتے اور ہمیں معلوم ہی نہ ہوتا لیکن جیسے ہی یہ چپ آپریٹ ہوئی اس نے سگنل دینے شروع کر دیے اور میری جیب

میں موجود ڈی واج نے بھی کاشن دینا شروع کر دیا۔ اس طرح مجھے اس چپ کا علم ہو گیا اور میں نے اسے نکال لیا۔ جسم سے علیحدہ ہوتے ہی یہ چپ بند ہو گئی اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ یہاں تک پہنچ چکے ہوں یا پھر راستے میں ہی رک گئے ہوں۔ بہر حال ہمیں اب انہیں روکنا ہے“..... عمران نے ڈاکٹر کمال سے مخاطب ہو کر کہا۔

”حیرت ہے۔ مجھے تو آج تک اس کا احساس تک نہیں ہوسکا۔“ ڈاکٹر کمال نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ مین اپنی جیب میں ڈالا اور پھر دوسری جیب سے اس نے اپنا سیل فون نکالا اور اسے آن کر کے اس نے اس پر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا مین بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی اور پھر رابطہ ہو گیا۔

”لیس۔ ہیڈ کوارٹر“ رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ اپنے چیف گریگ سے بات کراؤ اور سنو۔ اسے بتا دینا کہ اگر اس نے بات نہ کی تو پھر ماؤنٹ لیبارٹری ٹیکو کی طرح فضا میں بکھیر دی جائے گی۔“ عمران نے خاصے سرد لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہولڈ کریں۔ پلیز ہولڈ کریں“۔۔۔ دوسری طرف سے قدرے

گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔  
 ”بیلو۔ چف آف ہارڈ ایجنسی بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے بھاری لہجے میں کہا گیا۔

”گریگ۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن بول رہا ہوں۔ میں نے اس لئے تمہیں فون کیا ہے کہ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری ہارڈ ایجنسی اب ہارڈ نہیں رہی بلکہ سافٹ ایجنسی بن چکی ہے۔ ویسے اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ تمہارے پیشل ایجنٹ نے خود ہی موت کو گلے لگا لیا اور ہاں۔ تم ڈاکٹر کمال کے جسم میں موجود چپ کو آن کر کے سمجھ رہے ہو گے کہ اب تم انہیں واپس لے جا سکو گے اور ہمیں نقصان پہنچا سکو گے تو یہ بات ذہن سے نکال دو۔ وہ چپ میں نے ڈاکٹر کمال کے جسم سے علیحدہ کر کے اسے آف کر دیا ہے“..... عمران نے مزے لے لے کر بات کرتے ہوئے کہا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے بند لیبارٹری سے ڈاکٹر کمال کو باہر کیسے نکالا“..... دوسری طرف سے چپ والی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا گیا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا اور پھر اس نے سمندر کے راستے ساحل پہاڑی تک پہنچنے اور وہاں ہونے والی تہوار واردات کو مختصر طور پر بتا دیا۔

”تم لیبارٹری کے اندر گئے تھے“..... گریگ نے چونک کر کہا۔  
 ”ہاں۔“ مجھے معلوم ہے کہ تم کیوں پوچھ رہے ہو تو میں نے بھی

اس لئے تمہیں فون کیا ہے کہ اب اگر تمہاری ایجنسی یا تمہاری حکومت نے پاکیشیا کے ڈاکٹر کمال یا کسی بھی اور سائنس دان کو اغوا کرنے کی کوشش کی یا پاکیشیا میں کوئی بھی ایسا مشن سرانجام دیا جس میں پاکیشیا کے مفادات کو معمولی سا نقصان بھی ہو سکے تو تمہاری نہ صرف ماؤنٹ لیبارٹری بلکہ کرائس میں اور جنتی بھی لیبارٹریاں ہیں سب کو اڑا دیا جائے گا اور یہ بھی سن لو کہ ماؤنٹ لیبارٹری میں دو خصوصی بم اس طرح نصب کئے گئے ہیں کہ تمہارے سائنس دان لاکھ کوششیں کریں انہیں ٹریس نہیں کر سکتے اور ان دونوں پر پششل وائرلیس آپریشن نصب ہیں اس لئے ہم دنیا کے کسی بھی کونے میں جا کر ایک مٹن پریس کریں گے اور تمہاری ماؤنٹ لیبارٹری سائنس دانوں سمیت ریت کے ذروں میں تبدیل ہو جائے گی اور میرا وعدہ کہ اگر تم نے پاکیشیا کے خلاف دو ماہ تک کوئی کام نہ کیا تو میں تمہیں فون کر کے لیبارٹری میں ان بموں کی تنصیب کے بارے میں بتا دوں گا۔ اب مزید میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اب جو کچھ ہوگا تمہارے ایکشن کا ری ایکشن ہوگا۔ گڈ بائی“..... عمران نے تیز اور سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سیل فون آف کیا اور اسے جیب میں ڈال لیا۔

”کیا ضرورت تھی اسے الٹ کرنے کی“..... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اس وقت تک وہ تمام ہوائی اڈوں، زمینی اور سمندری راستوں

پرنیڈ الرٹ کرا چکا ہو گا اور ہم نے بہر حال ڈاکٹر کمال کو زندہ اور  
 بیخ سلامت لے جانا ہے۔ اب میری دھمکی کے بعد وہ یقیناً سوچنے  
 پر مجبور ہو جائے گا کہ اپنی لیبارٹری کو داؤ پر نہ لگائے۔..... عمران  
 نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس بار جولیا کے ساتھ ساتھ صالحہ  
 نے بھی اثبات میں سر ہلا دیئے۔

رسیور رکھ کر گریگ نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ  
 لیا۔

”سب کچھ غلط ہوا۔ سب کچھ غلط ہو رہا ہے۔ ہر طرف سے  
 ہمیں نقصان ہو رہا ہے اور اگر انہوں نے لیبارٹری تباہ کر دی تو پھر  
 حالات خطرناک رخ اختیار کر لیں گے۔ ویری بیڈ۔ ویری بیڈ۔“  
 گریگ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے خود کلامی کے انداز  
 میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ابھی اس کی بڑبڑاہٹ جاری تھی کہ فون  
 کی گھنٹی بج اٹھی۔

”اب کیا ہو گیا۔ اب کوئی اور بری خبر سننا رہ گئی ہے۔“ گریگ  
 نے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔  
 ”لیں۔۔۔ گریگ نے کہا۔“

”لائبریریا سے بلیک کی کال ہے۔“ دوسری طرف سے اس کی



فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”کراؤ بات“..... گریگ نے ہونٹ کھینچتے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔ بلیک بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد بلیک کی آواز سنائی دی۔

”نیں۔ گریگ بول رہا ہوں۔ کیا رپورٹ ہے“..... گریگ نے دانستہ کہا کیونکہ عمران اسے پہلے بتا چکا تھا کہ ڈاکٹر کمال کے جسم میں موجود چپ نکال کر آف کر دی گئی ہے لیکن وہ جاننا چاہتا تھا کہ بلیک نے کیا کاسیابی حاصل کی ہے۔

”چپ آپریٹ ہو گئی تھی اور ہم اس سے اشارے حاصل کر کے اس کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک چپ آف ہو گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ چپ نے کسی بھی وجہ سے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ البتہ ہم اس کے آف ہونے سے پہلے اس کالونی میں داخل ہو چکے تھے جس میں یہ چپ کام کر رہی تھی لیکن یہ خاصی بڑی رہائشی کالونی ہے۔ اب انہیں کیسے ٹریس کیا جائے“..... بلیک نے کہا۔

”اب اور تو کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ وہ لوگ میک اپ کے ماہر ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا میک اپ تبدیل کر چکے ہوں۔ صرف اس چپ کے ذریعے ہی انہیں ٹریس کیا جا سکتا تھا۔ اب ان کی تلاش بند کر دو ورنہ وہ تمہیں یا تمہارے آدمیوں کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں“..... گریگ نے کہا۔

”لیکن میرا معاوضہ۔ اس کا کیا ہوگا“..... بلیک نے حیرت

بھرے لہجے میں کہا۔

”ظاہر ہے جب کام ہی نہیں ہو پا رہا تو پھر معاوضہ کیسا۔“

گریگ نے کہا۔

”تم کہہ رہے ہو کہ کام بند کر دوں۔ میں تو انہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ میں اس کالونی میں پہنچ چکا ہوں۔ مجھے ان کے بارے میں مزید تفصیل بتاؤ“..... بلیک نے کہا۔

”میرے پاس سوائے اس چپ کے اور کوئی تفصیل موجود نہیں ہے“..... گریگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر میرا معاوضہ بھجوا دو ورنہ تم جاننے ہو کہ بلیک کیا کر سکتا ہے“..... بلیک نے خاصے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ دو روز تک بھجوا دوں گا“..... گریگ نے جواب

دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر اچانک اسے ایک خیال آیا تو اس نے چونک کر رسیور اٹھایا اور پھر فون سیٹ کے نیچے موجود سفید رنگ کے بٹن کو پریس کر کے اس نے فون کو ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف کھٹکی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

”نیں۔ آرلنڈ بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد بھاری تھا۔

”گریگ بول رہا ہوں چیف آف ہارڈ ایجنسی“..... گریگ نے

کہا۔

”اوہ آپ۔ حکم۔ آج کیسے یاد کر لیا آرٹلڈ کو“..... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

”لائبریا میں بلیک کلب کا بلیک ہے۔ جانتے ہو نا اسے۔“ گریگ نے کہا۔

”ہاں۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیوں کوئی خاص بات۔“ دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

”اسے فوری فٹش کرنا ہے۔ کیا معاوضہ لو گئے“..... گریگ نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔

”صرف اسے ہلاک کرنا ہے یا اس کے پورے کلب کو میزائلوں سے اڑانا ہے اس میں موجود آدمیوں سمیت“..... اس بار آرٹلڈ کا لہجہ گریگ سے بھی زیادہ سفاکانہ ہو گیا۔

”صرف بلیک کو اور وہ بھی فوری“..... گریگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم سے صرف پانچ لاکھ ڈالرز“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔ ڈن۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر بتاؤ اور بینک کی تفصیل بھی“..... گریگ نے کہا اور سامنے پڑے ہوئے قلمدان سے بال

پوائنٹ نکال کر اس نے پیڈ پر لکھنا شروع کر دیا کیونکہ آرٹلڈ نے بینک اور اکاؤنٹ کے بارے میں تفصیل بتانا شروع کر دی تھی۔

”اوکے۔ میں ابھی معاوضہ تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرا دیتا

ہوں“..... گریگ نے کہا۔

”جیسے ہی معاوضہ پہنچے گا تمہیں اطلاع بھی مل جائے گی۔“ آرٹلڈ نے کہا تو گریگ نے دوسری طرف سے رسیور رکھے جانے کا سن کر رسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور اس نے دوبارہ رسیور اٹھا لیا۔

”لیں“..... گریگ نے کہا۔

”سر ہائمن کی کال ہے جناب“..... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”کراؤ بات“..... گریگ نے چونکتے ہوئے کہا کیونکہ سر ہائمن کرائس کے سیکرٹری سائمنس تھے اور بارڈر ابجمنی بھی ان کے تحت تھی۔

”ہیلو“..... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”لیں سر۔ گریگ بول رہا ہوں“..... گریگ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مجھے مائونٹ لیبارٹری کے ڈاکٹر فلپ نے کال کر کے تفصیل

بتائی ہے۔ پاکیشیائی سائمنس دان ڈاکٹر کمال بند اور سیلڈ لیبارٹری سے غائب ہو چکے ہیں اور ڈاکٹر فلپ اور اس کے سارے ساتھی

بے ہوش پڑے رہے ہیں۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہاں سیکورٹی بھی تمہاری تھی اور پاکیشیائی ایجنٹوں کو ہلاک کرنے کا مشن بھی تمہارا

تھا۔ پھر“..... سیکرٹری سائمنس سر ہائمن نے خاصے غصیلے لہجے میں

کہا۔

”لیس سر۔ انہوں نے درست اطلاع دی ہے۔ وہاں سیکورٹی پر موجود میرا پیشل ایجنٹ گیری بھی اپنے ساتھیوں سمیت ہلاک ہو گیا ہے اور یہ ساری کارروائی پاکیشائی ایجنٹوں کی ہے۔ لیکن سر۔ ہم ان کے پیچھے ہیں۔ وہ ہم سے بچ کر نہ جاسکیں گے“..... گریگ نے کہا۔

”سوری مسٹر گریگ۔ آپ نے کرانس کی ناک کنوا دی ہے۔ اتنا بڑا ملک ایک پسماندہ سے ملک کے ایجنٹوں کے ہاتھوں شکست کھا گیا۔ یہ ناقابل برداشت ہے اور میں چیف سیکرٹری سرکار سن کے نوٹس میں یہ معاملہ لا رہا ہوں۔ آپ اپنے آپ کو فارغ سمجھیں اور اب آپ کی ایجنسی بھی ختم کر کے نئی ایجنسی قائم کریں گے“..... دوسری طرف سے غصے کے عالم میں چیختے ہوئے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو گریگ نے رسیور رکھ کر ایک بار پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ چیف سیکرٹری سرکار سن انتہائی سخت آفیسر ہیں اور انہوں نے گریگ کو نہ صرف فارغ کر دینا ہے بلکہ ساتھ ہی اس پر مقدمہ چلائے جانے اور اسے سزا دینے کی کارروائی بھی شروع کرا دینی ہے اور اسے اس کا کوئی مل نظر نہ آ رہا تھا اس لئے وہ بے حد پریشان نظر آنے لگ گیا تھا۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو لیک زیرو حسب روایت احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

”بیٹھو“..... رمی سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

”عمران صاحب۔ جولیا نے مشن کی جو رپورٹ دی ہے اس میں آپ کے خلاف لکھا ہے کہ آپ اب اس حد تک نرم دل ہو گئے ہیں کہ اب آپ کو بطور ایجنٹ کام نہیں کرنا چاہئے“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرے دل کے بارے میں لکھا ہے اس نے اپنی رپورٹ میں۔ کیا واقعی جولیا نے لکھا ہے کہ عمران کا بھی دل ہے“..... عمران نے ایسے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا جیسے بلیک زیرو کے ہاں کہنے سے اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشی مل جائے گی تو بلیک زیرو

بے اختیار ہنس پڑا۔

”ویسے عمران صاحب۔ آپ کو اس قدر رحم کیوں آنے لگ گیا ہے دشمنوں پر۔ اب آپ نے لیبارٹری میں بم نصب کر دیے لیکن انہیں فائر نہیں کیا۔ اس کی وجہ جبکہ دشمن کو جس قدر نقصان پہنچایا ہو سکے پہنچانا چاہئے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”اس لیبارٹری کو تباہ نہ کرنے کی وجہ سے تو ڈاکٹر کمال صحیح سلامت واپس آ گیا ہے“..... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار چونک پڑا۔

”وہ کیسے عمران صاحب“..... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اسے تفصیل سے بتایا کہ اس نے فون کر کے ہارڈ ایجنسی کے چیف گریگ کو دھمکی دی تھی کہ اگر ڈاکٹر کمال کو روکا گیا یا دوبارہ اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تو لیبارٹری کو اڑا دیا جائے گا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی گئی۔

”جولیا نے یہ لکھا ہے کہ آپ نے گریگ کو فون کیا لیکن اس کا کہنا ہے کہ آپ چاہتے تو لیبارٹری تباہ کر کے بھی وہاں سے ڈاکٹر کمال کو صحیح سلامت نکال لاتے لیکن آپ نے دانستہ نرم دلی سے کام لیتے ہوئے لیبارٹری کو تباہ نہیں کیا اور سائنس دانوں کو بھی زندہ چھوڑ دیا تاکہ وہ انتہائی خطرناک ہتھیار پاکیشیا کے خلاف ایجوکرتے رہیں“..... بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”پاکیشیا کے خلاف۔ یہ کیا بات ہوئی۔ کرائس کی پاکیشیا سے کیا دشمنی ہے اور ان کے درمیان تو انتہائی فاصلہ ہے۔ اتنا فاصلہ کہ شاید بین البراعظمی میزائل بھی پاکیشیا تک نہ پہنچ سکے“..... عمران نے کہا۔

”کرائس اور کافرستان کے درمیان دفاعی معاہدہ موجود ہے عمران صاحب۔ کرائس کافرستان کو جدید ہتھیار فروخت کر سکتا ہے اور کافرستان اسے بہر حال پاکیشیا کے خلاف ہی استعمال کرے گا“..... بلیک زیرو نے کہا لیکن اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا فون کی کھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکسو“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔ صاحب ہیں یہاں“..... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک زیرو بھی بے اختیار چونک پڑا کیونکہ سلیمان بغیر کسی خاص وجہ کے یہاں فون نہ کر سکتا تھا۔

”عمران بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے۔“ عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ قدرے سخت تھا۔

”سرسلطان کا فون آیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں انہیں فون کر رہا“..... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ میں کر لیتا ہوں“..... عمران نے کہا اور کریڈل

ہر کنوس میں تلاش کے لئے ہنس ڈلوا دیئے۔۔۔۔۔ عمران نے محاورے کو اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے کرانس میں کوئی مشن مکمل کیا ہے۔۔۔۔۔ سرسلطان نے یکفخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ دو روز قبل ہی ہماری کرانس سے واپسی ہوئی ہے۔ کیوں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ بلیک زیرو کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات تھے۔

”تمہیں معلوم ہے کہ کرانس کے چیف سیکرٹری پاکیشیا کے لئے کتنا نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ویسے بھی میرے ساتھ ان کے برادرانہ تعلقات ہیں۔ وہ تم سے سخت ناراض ہیں کہ تم نے کرانس میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ تم نے کرانس کی سرکاری ایجنسی کے پیشل ایجنٹوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے مطابق تم نے ان کی ایک اہم ترین لیبارٹری میں بم نصب کر دیئے ہیں۔۔۔۔۔ سرسلطان نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”ارے۔ ارے۔ میں کیا اور میری بساط کیا۔ وہ تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان تھے جنہوں نے اپنے چیف ایگسٹو کے حکم پر ساری کارروائی کی ہے اور الٹا انہوں نے چیف کو میرے خلاف رپورٹ کی ہے کہ میں اب نرم دل بن گیا ہوں اور میں نے کرانس لیبارٹری کو تباہ نہیں کیا اور کرانس کے بڑے بڑے سائنس دانوں کو

دبا کر اس نے تیزی سے نمبر پر لیس کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ بلیک زیرو بھی یہ آواز سن رہا تھا اور پھر دوسری طرف سے ریسور اٹھا لیا گیا۔

”پنی اے ٹو سیکرٹری خارجہ۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے سرسلطان کے پنی اے کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ سرسلطان سے بات کراؤ ورنہ مجھے خود وہاں آنا پڑے گا اور میرے پاس پٹرول کے پیسے بھی نہیں ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے آخر میں رو دینے والے لہجے میں کہا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

”بات سمجھئے جناب۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”جناب۔ اس عمر میں بھی آپ لیس کہنے کی پریکٹس کر رہے ہیں۔ مجھے آئی کو بتانا پڑے گا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور کو تین بار لیس کہہ دیں اور آئی دیکھتی ہی رہ جائیں۔۔۔۔۔ عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

”تم اصل شیطان ہو۔ نانسس۔۔۔۔۔ سرسلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ کا ہی بھتیجا ہوں۔ اب آپ جو مرضی آئے کہیں۔ لیکن سلیمان کو نادر شاہی حکم دینے کی کیا ضرورت تھی کہ اس نے شہر کے

لیکن اب جنہیں آپ جیسے نیک لوگوں کی سرپرستی حاصل ہو اور ہم  
تھے بھی حق پر کیونکہ کرائس نے ہمارے سائنس دان کو اغوا کیا تھا۔  
چنانچہ ہارڈ ایجنسی کے سیشنل ایجنٹس لڑائی میں مارے گئے۔ یہ تو  
میری نرم دلی ہے جس پر الٹا مجھے ڈانٹا جا رہا ہے کہ میں نے  
لیبارٹری تباہ کرنے کی بجائے اسے کیوں چھوڑ دیا ہے..... عمران  
نے تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”وہ اگر لڑائی میں مارے گئے ہیں تو پھر سرکار سن کا گلہ بے سود  
تھا۔ بہر حال تم مجھے لیبارٹری میں موجود بموں کے بارے میں بتا دو  
تاکہ میں انہیں بتا دوں۔ ان کی ہارڈ ایجنسی تو ختم کر دی ہے اور  
بقول سرکار سن کے تمہارے مقابلے پر شکست کھانے کی وجہ سے وہ  
ہارڈ ایجنسی ہی ختم کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔“ سرسلطان  
نے اس بار قدرے مطمئن لہجے میں کہا۔

”ان کا فون نمبر کیا ہے۔“ مجھے بتائیں میں ان سے خود بات  
کرنا ہوں اور اگر ان کی رہائش گاہ کا نمبر ہو تو زیادہ بہتر ہے تاکہ  
میں ان کی پیگم آئنٹی مار تھا کو شکایت کر سکوں کہ سرکار سن نے ان  
کے پیارے بیٹے کی شکایت آپ سے کی ہے..... عمران نے کہا۔  
”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم انہیں اس حد تک جانتے ہو۔“  
سرسلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں تو انہیں اتنا نہیں جانتا جتنا وہ مجھے جانتے ہیں کیونکہ سر  
کار سن نے میری منت کی تھی کہ میں آئی مار تھا کو کہہ کر انہیں چیف

زندہ چھوڑ دیا ہے اور چیف مجھ پر غصہ نکال رہے ہیں کہ میں نے  
لیبارٹری کیوں تباہ نہیں کی اور میں نے لیبارٹری کو تباہ نہ کر کے  
پاکیشیا کے مفادات کے خلاف کام کیا ہے..... عمران نے مسلسل  
بولتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم لوگ پیشہ ور قاتلوں کی طرح لوگوں کو  
بلاک کرتے پھر رہے ہو۔ کیا ماورائے عدالت کسی کو بلاک کر دینا  
قفل نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارا چیف تمہیں ایسے غلط اور غیر  
قانونی کاموں کی اجازت دے.....“ سرسلطان نے غصیلے لہجے میں  
کہا۔

”چیف تو کیا آپ بھی تو ناراض ہو رہے ہیں اور سرکار سن نے  
آپ کو یہ نہیں بتایا کہ کرائس کی سرکاری ایجنسی جس کا نام ہارڈ  
ایجنسی ہے، نے پاکستان سے ایک انتہائی اہم سائنس دان ڈاکٹر کمال  
حسین کو اغوا کر لیا۔ سردار نے مجھے بلا کر ذاتی طور پر درخواست کی  
کہ میں چیف کو ڈاکٹر کمال کی واپسی کے مشن پر تیار کروں کیونکہ  
جس فارمولے پر ڈاکٹر کمال حسین پاکستان میں کام کر رہے تھے وہ  
ملک کے دفاع کے لئے انتہائی اہم ہے اور اس پر حکومت پاکستان  
خاصا کثیر سرمایہ خرچ کر چکی ہے۔ چنانچہ چیف نے مجھے حکم دیا کہ  
میں ٹیم لے کر جاؤں اور ڈاکٹر کمال حسین کو کرائس سے واپس لے  
آؤں لیکن ہارڈ ایجنسی نے اپنے گروپس کو ہمارے مقابلے پر اتار  
تاکہ وہ ہمیں ڈاکٹر کمال حسین تک پہنچنے سے پہلے ہی بلا کر دیں۔

سیکرٹری لگوا دوں کیونکہ آئی مار تھا کے والد اس وقت کرانس کے وزیر اعظم تھے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بکواس مت کرو نانسس۔ اب تم نے جھوٹ بھی بولنا شروع کر دیا ہے۔ سرکار سن تمہارے ہوش سنبالنے سے بھی پہلے کے چیف سیکرٹری چلے آ رہے ہیں۔۔۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

”میں نے جھوٹ نہیں بولا سر سلطان کیونکہ اگر میں کہوں کہ آپ کے سیکرٹری خارجہ کے عہدے پر مسلسل تعیناتی کے پیچھے میر اور آپ کی بیگم اور میری آئی کا ہاتھ ہے تو آپ بھی یہی کہیں گے کہ میں تو تمہاری پیدائش سے بھی پہلے کا سیکرٹری خارجہ ہوں۔“

عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو ب اختیار آہستہ سے ہنس دیا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ تم نے پھر بکواس شروع کر دی۔ نانسس۔“

سر سلطان نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

”یہ بکواس نہیں ہے۔ میں ہر سال آئی کی منت کرتا ہوں تو آئی آپ کی سروں میں توسیع کی اجازت دے دیتی ہیں ورنہ حکومت کی جرات ہے کہ آئی کی مرضی کے خلاف آپ کو سرحد میں توسیع دے سکے۔ میری بات پر یقین نہ آئے تو بے شک حکومت سے پوچھ لیں۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا تو سر سلطان ب اختیار ہنس پڑے۔

”تم واقعی شیطان ہو۔ بہر حال پی اے تمہیں سرکار سن کا نبہ

دے گا۔۔۔۔۔ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو۔ ہیلو سر۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ ہیلو سر کا مطلب ہے صرف سر بلانا ہے باقی جسم نہیں لیکن یہ تو بتا دو کہ سر اثبات میں بلانا ہے یا نفی میں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے پی اے بے اختیار ہنس پڑا اور پھر اس نے سرکار سن کا فون نمبر اور کرانس کا رابطہ نمبر بتا کر رسیور رکھ دیا تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دہایا اور پھر فون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”لیس۔ ماؤنڈ، لیبارٹری۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو بے اختیار چونک پڑا کیونکہ شاید اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ عمران لیبارٹری میں فون کرے گا۔ اس کا خیال تھا کہ عمران کرانس کے چیف سیکرٹری سرکار سن کے نمبر پر پریس کر رہا ہے۔

”پاکیشیا سے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر قلم کو کہہ دیں کہ میں انہیں ان ہموں کے بارے میں بتانے کے لئے فون کیا ہے جو ہم نے وہاں نصب کئے ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا گیا۔

”ہیلو۔ میں ڈاکٹر فلپ بول رہا ہوں“..... تھوڑی دیر بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ آواز سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ بولنے والا خاصا بوڑھا آدمی ہے۔

”ڈاکٹر فلپ۔ غور سے میری بات سن لیں۔ کرائس کے چیف سیکرٹری سرکار سن نے چونکہ میرے چیف کو فون کر کے درخواست کی ہے کہ میں ان بموں کی لوکیشن بتا دوں جو آپ باوجود لیبارٹری انچارج ہونے کے ٹریس نہیں کر سکے اور جنہیں ہم کسی بھی وقت فائر کر کے آپ سمیت پوری لیبارٹری کو اڑا سکتے ہیں۔ نوٹ کریں“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے ان بموں کے بارے میں بتا دیا۔

”حیرت ہے۔ یہ ایسی جگہیں ہیں جن کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ ویسے ڈاکٹر کمال کو آپ جبراً لے گئے ہیں ورنہ وہ یہاں سے جانے والے تو نہیں تھے“..... ڈاکٹر فلپ نے کہا تو عمران کو ان کے لہجے میں ہلکا سا طنز محسوس ہوا۔

”ڈاکٹر فلپ۔ آپ نے ڈاکٹر سائل کی صورت میں جو جال ڈاکٹر کمال پر ڈالا تھا وہ واقعی بے حد کامیاب تھا۔ ڈاکٹر کمال، ڈاکٹر سائل کی اداکاری کو سچ سمجھ کر سچ اسے دل دے بیٹھے تھے لیکن پھر ایک روز ڈاکٹر کمال نے آپ کی اور ڈاکٹر سائل کے درمیان ہونے والی باتیں سن لیں خود اپنے کانوں سے اور انہیں گودھچکا تو بہت پہنچا لیکن انہیں بہر حال سمجھ آ گئی کہ یہ سب انہیں یہاں

روکنے کے لئے جال پھینکا گیا ہے اس لئے اب ڈاکٹر کمال کو کرائس یاد بھی نہیں آتا۔ گڈ بائی“..... عمران نے کہا اور ایک بار پھر کریڈل دبا کر اس نے فون آنے پر تیزی سے نمبر پر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”پنی اے ٹو چیف سیکرٹری“..... ایک نسوانی آواز سنائی دی تو بلیک زیرو بولنے والی کال لہجہ سن کر ہی سمجھ گیا کہ اب عمران نے چیف سیکرٹری سرکار سن کو فون کیا ہے۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ میرا تعلق پاکیشیا سے ہے اور مجھے پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سر سلطان نے حکم دیا ہے کہ میں سرکار سن کو فون کروں ورنہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے سرکاری سروں کو فون کرنے کا“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے مختصر انداز میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”لیس۔ کارسن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں سرکار سن۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ سر سلطان نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو فون کر کے بتا دوں کہ آپ کی ہارڈ اینجینی نے پاکیشیائی سائنس دان کو اغوا کیا تھا۔ ہم نے تو جو کچھ کیا ہے



نے کہا۔

”اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں سری واپس منگوا لیتا ہوں۔  
گلد بائی“..... سرکار سن نے کہا تو عمران نے ایک بار پھر کریڈل  
دبایا اور ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع  
کر دیئے۔

”یس۔ گریگ بول رہا ہوں۔“..... دوسری طرف سے ہارڈ  
ایجنسی کے چیف گریگ کی آواز سنائی دی کیونکہ عمران نے اس کا  
ڈائریکٹ نمبر پریس کیا تھا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا  
ہوں۔ تمہاری ایجنسی ختم کرنے اور تمہیں فارغ کرنے کی سری  
چیف سیکریٹری سرکار سن نے وزیراعظم کو بجھوائی تھی۔ میں نے انہیں  
فون کر کے درخواست کی کہ نہ ہارڈ ایجنسی کو ختم کریں اور نہ ہی اس  
کے چیف کو فارغ کریں کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر بار ہارڈ ایجنسی  
ہارڈ رہے۔ کبھی کبھار نرم بھی پڑ جاتی ہے۔ وہ میری بات مان گئے  
ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ تمہیں فون کر کے خوشخبری سنا دوں۔  
بس خیال رکھنا کہ آئندہ پائیشیا کا رخ نہ کرنا۔ گلد بائی“..... عمران  
نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”آپ نے خواہ مخواہ ایجنسی بحال کرا دی۔ ختم ہونے دینا تھا۔“  
بلیک زیرو نے کہا۔

”صرف دانش منزل میں بیٹھے سے دانش نہیں آ جاتی۔ ایجنسی تو

جوابی کارروائی کے طور پر کیا ہے جس کا ہمیں اصولاً حق حاصل  
ہے۔ اس کے باوجود میں نے آئی ماتھا کا خیال رکھتے ہوئے  
لیبارٹری کو تباہ نہیں کیا اور نہ ہی آپ کے سائنس دانوں کے ساتھ  
کوئی زیادتی کی ہے۔ البتہ ہارڈ ایجنسی کے تین سیشنل ایجنٹ ہمیں  
ہلاک کرنے کے لئے آگے بڑھے اور پھر مقابلے میں ہلاک ہو  
گئے“..... عمران نے کہا۔

”تم نانی بوائے۔ تم نے مجھے فون کر دینا تھا۔ میں پائیشیا  
سائنس دان کو واپس کرا دیتا سیکریٹری سائنس نے ہارڈ ایجنسی کے  
ساتھ مل کر اپنے طور پر یہ کارروائی کی ہے اور میں نے سیکریٹری  
سائنس سر ہائمن کو بھی اس کی دفتری سزا دے دی ہے اور ہارڈ  
ایجنسی کو بھی ختم کرنے اور اس کے چیف گریگ کو فارغ کرنے کے  
لئے وزیراعظم صاحب کو سری بھجوا دی ہے۔ تم مجھے ان بموں کی  
تفصیل بتا دو تاکہ لیبارٹری کو محفوظ رکھا جاسکے اور ہاں۔ آئندہ  
مارتھا کا ریفرنس نہ دینا۔ مارتھا چھ ماہ پہلے ایک کار ایکسیڈنٹ میں  
مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئی ہے“..... سرکار سن نے کہا۔

”اوہ۔ ویری سوری سرکار سن۔ آپ نے مجھے اطلاع ہی نہیں  
دی۔ بہت افسوس ہوا۔ میں نے ماؤنٹ لیبارٹری کے انچارج ڈاکٹر  
فلپ کو فون کر کے پہلے ہی تفصیل بتا دی ہے۔ جہاں تک گریگ کا  
تعلق ہے تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے اس لئے پلایز اسے  
اور ہارڈ ایجنسی کو بحال رکھیں۔ یہ میری درخواست ہے“..... عمران

خاص نمبر

# وائٹ برڈز

میگنم — ایک غیر ارضی دھات جس کی تلاش پوری دنیا میں کی جا رہی تھی پھر یہ دھات کثیر مقدار میں پاکیشیا سے دریافت ہو گئی۔ پھر —؟  
 کافرستان — جس نے پاکیشیا کے سائنس دانوں اور اعلیٰ حکام کے علم میں آنے سے پہلے ہی میگنم کی ملنے والی بھاری مقدار اڑالی۔ پھر —؟  
 میڈم شاتری — کافرستانی پرائم منسٹر کی بنائی ہوئی نئی کافرستانی ایجنسی وائٹ برڈز کی سربراہ، جو بے حد تربیت یافتہ، ذہین اور فعال تھی۔

میڈم شاتری — جو کافرستان سیکرٹ سروس کے چیف شاگل پر برتری حاصل کرنے کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ خود کرنا چاہتی تھی۔ کیا وہ اپنے مشن میں کامیاب رہی۔ یا —؟

ٹرپل ڈاج — کافرستان کے صدر اور پرائم منسٹر کے درمیان ہونے والی رسہ کشی کی وجہ سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ایک بار تین بار ڈاج کھانا پڑا۔ لیکن؟  
 پاکیشیا سیکرٹ سروس — جس نے پہلی بار حقیقی ناکامی کا منہ دیکھا۔ کیسے؟  
 ٹائیکر — جس نے جوزف اور جوانا کے ساتھ مل کر جان توڑ جدوجہد کے بعد مشن میں کامیابی حاصل کر لی جب کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے حصے میں ناکامی آئی۔ کیسے اور کیوں —؟ دلچسپ واقعات پڑھنی ایک یادگار ناول

انہوں نے بنائی ہی تھی۔ نجانے کس قسم کی ہمتی اور کون اس کا چیف بنے۔ اب گریگ کم از کم پاکیشیا کے خلاف کام کرنے سے پہلے ہزار بار سوچے گا اور یہی ہماری کامیابی ہے۔..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لیا۔

”وائٹ منزل تو محض نام ہے۔ اصل وائٹ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے رکھی ہے۔..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”اسی لئے تو اب تک کنوارہ پھر رہا ہوں۔..... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا تو بلیک زیرو بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

## ختم شد

0333-3106573  
 0336-3644440  
 0336-3644441  
 Ph 061-4018666

قلمبھگوانے کا پتہ: اوقاف بلڈنگ  
 ارسلان پبلی کیشنز، پاکستان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ، انوکھا اور یادگار ریڈو ٹیچر

# سپیشل اسٹیشن

مصنف مظہر کلیم ایم اے

..... ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو روکنے کی کافرستانی حکومت نے ہر حکومتی کوشش کر ڈالی۔ مگر —؟  
..... ایک ایسا مشن جس کے لئے کافرستان کے انتہائی خطرناک اور گھنے جنگلات میں سے گزرنا لازمی تھا۔

..... ایسے جنگلات جن میں اب بھی قدیم وحشی قبائل کی حکمرانی تھی اور ان وحشی قبائل کی حدود سے کسی اجنبی کا صحیح سلامت گزر جانا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ پھر —؟

شہابیہ لارا :: ایک پاکیشیائی نژادائیکریمین لڑکی، جسے عمران، جولیا اور اپنے ساتھیوں کے اعتراض کے باوجود اپنی بیوی بنا کر مشن پر ساتھ لے گیا۔ کیوں ؟

نازیہ :: صالحہ کی دوست جوتویر کی بیوی بن کر مشن پر ساتھ گئی۔ کیوں اور کس لئے ؟  
وہ لمحہ :: جسے نا کوئی پیشین گوئی کی بیوی بنا کر پیش کیا گیا۔ تنویر اور جولیا کا

کیا رد عمل تھا —؟

وہ لمحہ :: جب دو کلومیٹر چوڑی دلدل کو جوزف کی وجہ سے پار کر لیا گیا۔ جوزف کا ایسا کارنامہ جس نے عمران کو بھی حیرت زدہ کر دیا۔

وہ لمحہ :: جب جوزف کی صلاحیتیں جنگل میں اپنے عروج پر پہنچ گئیں۔

وہ لمحہ :: جب سپیشل اسٹیشن کے گرد ایک دھات کا کور عمران اور اس کے ساتھی باوجود کوشش کے نہ توڑ سکے اور مشن ناکام ہو گیا۔ کیا واقعی —؟

وہ لمحہ :: جب عمران کے ساتھیوں نے عمران کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا مگر عمران ناکام واپسی پر بضد رہا۔ پھر کیا ہوا —؟

وہ لمحہ :: جب بظاہر ناممکن مشن کو عمران نے اپنی ذہانت سے ممکن بنا دیا اور سب ساتھیوں نے بے اختیار اسے سپر جینیٹس قرار دے دیا۔

وہ لمحہ :: جب کافرستان کے صدر نے بھی بر ملا عمران کو سپر جینیٹس قرار دے دیا۔

انتہائی پراسرار، دلچسپ واقعات، خوفناک جنگلات اور خطرناک دلدلوں میں ناقابل یقین جدوجہد پر مبنی انوکھا اور یادگار ریڈو ٹیچر

ناشران

## خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

Ph 061-4018666

کتاب منگوانے کا بہتہ اوقاف بلڈنگ  
ارسلان سپیلی کیشنز  
ملتان  
پاک گیٹ  
Mob 0333-6106573

کرتل فریدی، علی عمران اور میجر پرمود کا مشترکہ ایڈیوٹر

# خاص نمبر ہاٹ ورلڈ

مصنف مظہر کلیم ایم اے

ہاٹ ورلڈ ۛ؎ یہودیوں کی ایک خفیہ تنظیم جس کے یہودی سائنس دان خفیہ لیبارٹری میں ایسا ہتھیار تیار کرنے میں مصروف تھے جو پوری دنیا کے مسلم ممالک کو انسانوں سمیت جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا سکتا تھا۔ ایسا خوفناک ہتھیار جس کے سامنے ایٹم بم بھی پھل بجڑی بن کر رہ گیا تھا۔

ہاٹ ورلڈ ۛ؎ جس کی خفیہ لیبارٹریاں ایسے علاقے میں ایسے انداز میں تیار کی گئی تھیں کہ انہیں ناقابلِ تسخیر لیبارٹریاں سمجھا جاسکتا تھا۔

ہاٹ ورلڈ ۛ؎ جس کے مقابل مسلم دنیا کے تین عظیم ایجنٹ کرتل فریدی، علی عمران اور میجر پرمود بیک وقت حرکت میں آ گئے اور پھر وہ تینوں اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے اپنے انداز میں آگے بڑھتے چلے گئے۔

کیا واقعی —؟

ملیکا ۛ؎ کرتل فریدی کی ساتھی۔ جس نے اس مشن میں ایسی کارکردگی کا مظاہرہ کیا کہ کرتل فریدی جیسا ہارڈ سنون بھی اس کی تحسین کرنے پر مجبور ہو گیا۔

وہ لمحہ ۛ؎ جب کرتل فریدی، علی عمران اور میجر پرمود نے ان ناقابلِ تسخیر لیبارٹریوں کو تسخیر تو کر لیا لیکن یہ سب کچھ کر لینے کے باوجود وہ صرف ہاتھ ملتے رہ گئے۔ کیوں کیا ہوا تھا۔

وہ لمحہ ۛ؎ جب کرتل فریدی، علی عمران اور میجر پرمود تینوں عظیم کردار باوجود جان توڑ جدوجہد کے مقابل ایجنٹوں کے سامنے بے بس ولا چار نظر آنے لگے۔ کیوں —؟

ۛ؎ کیا کرتل فریدی، علی عمران اور میجر پرمود ہاٹ ورلڈ کے خلاف کامیاب بھی ہو سکے یا —؟

انتہائی تیز رفتار ایکشن، دلچسپ اور یادگار ایڈیوٹر، اعصاب شکن سپنس سے بھرپور ایک ایسا ناول جسے صدیوں تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اردو جاسوسی ادب میں ایک لازوال اضافہ



ناشران

خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

Ph 061-4018666

کتاب منگوانے کا پتہ اوقاف بلڈنگ

ارسلان پبلی کیشنز پاکستان گیت ملتان

Mob 0333-6106573



# تاریک وادی

مصنف  
صفدر شاہین



# سیکریٹ پلان

☆ عمران پر اسرار بیماری کا شکار ہوا تو بلیک زیرو نے اس کا علاج کرانے سے  
نکار کر دیا۔ کیوں؟

☆ کیا بلیک زیرو ڈی کی بجائے اصلی ایکسو بننا چاہتا تھا؟  
☆ پاکستانیوں میں منعقد ہونے والی کانفرنس۔ جس میں مسلم ممالک کے سینکڑوں  
رہنما شریک تھے اور انگریزوں نے اس کانفرنس ہال کو بلاسٹ کرنے کا منصوبہ  
بنالیا۔

☆ پاکستانی آرمی نے کانفرنس کی سیکورٹی کا فلول پروف پلان بنایا۔ کانفرنس میں  
کوئی پرنڈہ بھی نہیں مار سکتا تھا، لیکن پھر بھی انگریزی ایجنٹ کانفرنس ہال تک  
پہنچ گئے۔ کیسے؟

☆ جب انگریزی ایجنٹ کانفرنس ہال میں پہنچے تو کانفرنس کے شرکاء پر کیا بڑی؟  
☆ راسٹر۔ ایک ذہین اور خطرناک سیکریٹ ایجنٹ۔ جو عمران کے خلاف مشن میں  
سوفینڈ کامیاب رہا۔ مگر کیسے؟ (تحریر۔ ارشاد اعصر حفتر)

☆ تاریک براعظم افریقہ کے ایک آدم خور وحشی نے پاکستانیوں کے اناک  
ریسرچ سنٹر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو مارا گیا اور پاکستانی سیکریٹ سروس  
حرکت میں آگئی۔ اور پھر؟

☆ ریسرچ لیبارٹری کا انٹینڈنٹ ایک کپوسل چیک کرتے ہوئے فرش پر  
گرا اور چند لمحوں میں خون اگل اگل کر ہلاک ہو گیا۔ کیوں؟  
☆ ایکسو کے حکم پر صفدر مقتول آدم خور افریقی کے کمرے کی تلاشی لینے گیا  
تو اسے آدم خور افریقی کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ ایک حیرت انگیز حقیقت۔

☆ دانش منزل میں تمام ممبرز کے سامنے عمران نے ایکسو سے معاوضہ  
بروہانے کا مطالبہ کر دیا۔ ایک دلچسپ چوئیشن۔

☆ کٹر الو قبیلع کے آدم خور مقدس روح کے حکم پر ایک مجرم تنظیم کی غلامی  
کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کیوں؟

عمران اور پاکستانی سیکریٹ سروس کا ایک ایڈوجر ناول (تحریر۔ صفدر شاہین)

0333-6106573  
0336-3644440  
0336-3644441  
Ph 061-4018666

E-Mail: Address

arsalan.publications@gmail.com

0333-6106573  
0336-3644440  
0336-3644441  
Ph 061-4018666

E-Mail: Address

arsalan.publications@gmail.com

ارسالان پبلی کیشنز پاکستان  
اوقاف بلڈنگ

ارسالان پبلی کیشنز پاکستان  
اوقاف بلڈنگ

عمران سیریز میں مصر کی پراسرار اور انوکھی دنیا کا ہار ایڈ ونچر

# ماورائی نمبر اقارم

اقارم — ایک ایسا شیطان جو فرعون کی دنیا سے تعلق رکھتا تھا۔

اقارم — جس کے شر سے بچنے کے لئے انسانوں اور جنوں نے اسے قابو میں کر کے قید کیا تھا۔

بلیک پرنسز — اقام کی پانچ کینریں۔ جنہیں ایک ہزار سال پہلے جگا دیا گیا تھا۔ کیوں —؟

بلیک پرنسز — جو وقت سے پہلے جاگنے کی وجہ سے اقام کو پھر سے زندہ کرنا چاہتی تھیں۔ کیسے —؟

زارکا — ایک جن زادی۔ جس نے عمران کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔ کیوں؟  
زارکا — جس نے عمران پر اس قدر سحرانہ حملے کئے کہ عمران جیسا انسان بھی بوکھلا کر رہ گیا۔

عمران — جس پر چار زندہ لاشوں نے حملہ کیا۔ مگر —؟

عمران — جس کی مدد کرنے سے جوزف نے بھی معذرت کر دی۔ کیوں؟

جوزف — جس پر قاتلانہ حملہ ہوا مگر وہ بچ گیا لیکن جب وہ رانا ہاؤس پہنچا تو

جوانا اس کے سامنے موت بن کر کھڑا تھا۔ کیوں —؟

جوزف — جس نے اپنی جان بچانے کے لئے جوانا کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

کیا واقعی —؟

باطلی دنیا — جس کے پانچ خوفناک راستے تھے اور ہر راستے پر موت تھی۔

باطلی دنیا — جہاں جن زادی زارکا، عمران اور جوزف کے ساتھ سیکرٹ سروس

کے پانچ ممبران کو لے جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ کیوں —؟

ڈاکٹر کرسٹائن — جس نے ایک ایسی مخلوق ایجاد کی جو جناتی بھی تھی، انسانی

بھی اور شیطانی بھی۔

ڈاکٹر کرسٹائن — جو اس انوکھی مخلوق کو تابع کر کے اقام کے مدفن تک پہنچنا

چاہتا تھا۔ کیوں؟ کیا وہ بھی اقام کو قابو کرنا چاہتا تھا۔

عمران — جس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ ایک قبرستان میں پہنچ گیا

کیسے؟ انتہائی حیرت انگیز جوتیکشن۔

جوزف — جس نے ڈاکٹر کرسٹائن کی انتہائی طاقتور اور ناقابل شکست مخلوق

کو ایک لمحے میں ہلاک کر دیا۔ کیسے —؟

جوزف — جس نے ماورائی مشن کو بلاشبہ ہار مشن کا نام دے دیا اور عمران نے

اسے واقعی ہار مشن تسلیم کر لیا۔ کیوں —؟

کیا عمران اس مدفن تک پہنچ سکا جہاں اقام موجود تھا۔

ایک دل ہلا دینے والی نئی اور انوکھی جہت۔ (تحریر۔ ظہیر احمد)

Mob  
0333-6106573  
0336-3644440  
0336-3644441  
Ph 061-4018666

ارسالان پبلی کیشنز پک گیٹ  
اوقاف بلڈنگ ملتان

E.Mail.Address

arsalan.publications@gmail.com

عمران سیریز میں دلچسپ اور یادگار ناول

مکمل ناول

# بلیک ہیڈ

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

سپر تھری \* بیودیوں کی ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم جو مقام تراہلی تربیت یافتہ ایجنٹوں پر مشتمل تھی۔

سپر تھری \* جس نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتے کیلئے پورے ایکسپریس میں قدم قدم پر موت کے چال بچھا دیئے۔

بلیک ہیڈ \* جس کے اصل موجود سائنس دان پاکیشیا میں ڈپٹی توازن کھوپکے تھے مگر،

بلیک کلب \* سیاہ فاموں کا ایک ایسا کلب جہاں ہر لمحے موت ناچتی تھی لیکن جولیا اور صالحہ وہاں پہنچ گئیں اور پھر بلیک کلب بھونچال کی زد میں آ گیا۔ کیسے؟

وہ لمحہ \* جب عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس قدم قدم پر موت سے لڑتے ہوئے

مارگٹ پر پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ انہیں ڈاج دیا گیا ہے۔ ایسا ڈاج جس کا ظلم

انہیں آخری لمحے تک نہ ہوسکا۔ کیا واقعی۔ پھر کیا ہوا؟

وہ لمحہ \* جب اصل مشن ایک بوڑھے سائنس دان نے اکیلے مکمل کر لیا اور عمران اور

پاکیشیا سیکرٹ سروس مزدور سمجھتی رہ گئی۔ کیوں اور کیسے؟

انتہائی دلچسپ ایڈوینچر۔ خوفناک جسمانی فائٹ۔ بے پناہ سسپنس

Ph 061-4018666

اوقاف بلڈنگ

ملتان

کتاب منگوانے کا پتہ  
ارسلان پبلی کیشنز  
پاک گیٹ

Ph 4060333-6106573